کرو سجدہ ایک خدا کو

کچھ نہ مانگوں گا جو اس بات کو پورا کردے
جو نہیں میرا الٰہی اسے میرا کردے
عمر بھر تیرے خیالوں میں یونہی کھویا رہوں
تجھ کو بھولوں تو یہ قدرت مجھے اندھا کردے

نگاہیں اٹھ کر بارہا غلاف کعبہ پر گئی تھیں اور پھر جھک گئیں، کوئی خواہش تھی یا حسرت جو دل میں پھانس کی طرح چبھ رہی تھی۔ اس نے پلکیں جھپکی تھیں اور آنسو زمین پر گرے تھے۔ ایک عکس نمایاں ہوا تھا وہ جس دربار میں تھا وہاں کیوں اور کیا کا تو سوال ہی نہیں ہوتا تھا، وہاں تو صرف عطا کیا جاتا تھا وہ جو ایک بار نگاہ میں جگمگائے زبان پر آجائے یا پھر دل میں ہو۔

"وہ تو قادر مطلق ہے ہر غیب سے واقف، کوئی شے کوئی راز اس سے پوشیدہ نہیں، چاہے وہ پاتال ہو سمندر کی گہرائی میں موجود گوہر انمول یا پھر دل میں چھپا ہوا کوئی راز۔ وہ تو سب جانتا ہے سب کچھ تو پھر......" اس نے زمین پر گرنے والے آنسوؤں میں نمایاں عکس کو چھوا تھا اور وہ یک دم صرف پانی کے قطرے رہ گئے تھے۔ وہ عکس وہ سایہ کہیں نہیں تھا۔ اس نے زمین پر ہاتھ پھیرتے ہوئے شدت غم سے آنکھیں بند کرلی تھیں غالباً وہ اپنی آنکھوں میں ابھرنے والے آنسوؤں کو جذب کرنا چاہتا تھا۔

"احمد بیٹا!" اس کی اماں نے اس کا کندھا پکڑ کر اسے جھنجوڑا۔ "اٹھو بیٹا! کب سے یہاں بیٹھے ہو جلدی چلو فلائٹ کا ٹائم ہو رہا ہے۔" اس کی اماں اس کے پیچھے چند قدم کے فاصلے پر کھڑی تھیں۔ وہ کب سے اسے ڈھونڈ رہی تھیں۔ انہیں یہاں آئے بیس دن ہوگئے تھے وہ تقریباً ہر سال ہی اپنے بیٹے کے ساتھ حج و عمرے کے لیے وہاں آیا کرتی تھیں۔ تین دن پہلے ہی انہوں نے حج ادا کیا تھا اور آج ان کی پاکستان کے لیے فلائٹ تھی۔ آج فجر کی نماز اور ناشتے سے فارغ ہوکر وہ خانہ کعبہ آگئے تھے مگر اچانک ہی احمد نظروں سے اوجھل ہوگیا اور وہ اسے ڈھونڈتے ہوئے بالآخر اس تک پہنچ ہی گئی تھیں۔

"آپ چلیں اماں! میں آتا ہوں۔" اس نے قدرے سنبھلتے ہوئے کہا اور آنسو صاف کرتا ہوا ان کے پیچھے چل پڑا۔ ان کے برابر پہنچ کر اس نے ان کا ہاتھ تھاما۔ اس کی پلکیں نم تھیں انہوں نے اس کے سر پر بڑی محبت سے ہاتھ پھیرا اور پھر مخاطب ہوئیں۔

"بس تیری لمبی عمر اور دائمی خوشیوں کی دعا مانگتی ہوں ہمیشہ۔ اللہ پاک تجھے خوش آباد، پھلتا پھولتا اور مسکراتا رکھے آمین۔" وہ قدرے بے بسی سے مسکرایا تھا۔ وہ ماں ہیں اور ماں کا دل تو بہت بڑا ہوتا ہے۔ اتنا بڑا کہ دنیا کے سات سمندر اس میں سما سکتے ہیں۔

❁......❁......❁
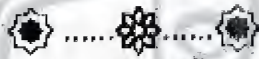
"مجھے حیرت ہوتی ہے لوگوں کی سوچ پر، کتنے آرام سے کہتے ہیں کہ اسلام ایک ٹاپک ہے جب کہ خوب جانتے ہیں کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جسے اللہ پاک نے بنی نوع انسان کے لیے ایک کامل دین کے طور پر پسند فرمایا ہے اور جس کے اپنی طرف سے بنی نوع انسان کے لیے نعمت ہونے کی تصدیق اپنے کلام قرآن مجید میں کی ہے۔" ایک بہت مہذب آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

وہ پچھلے ایک گھنٹے سے اسلامک اسٹڈیز ڈیپارٹمنٹ کی کینٹین میں بیٹھا اپنے دوست کا انتظار کررہا تھا۔ انتظار کر کر کے اس کا پارہ ویسے ہی ہائی ہو رہا تھا اور یہ جملے تو جیسے اس کے تن بدن میں آگ لگا گئے تھے اس نے پلٹ کے

دیکھا۔ دو لڑکیاں کینٹین میں اس کے پیچھے والی ٹیبل پر آ کر بیٹھ رہی تھیں۔ وہ دونوں ہی چادروں میں تھیں ایک براؤن اور دوسری بلیک کلر کی چادر میں۔ براؤن چادر والی لڑکی کا رخ اس کی جانب تھا لیکن بلیک چادر والی لڑکی کی پشت اس کی جانب تھی۔ اس نے غور سے دیکھا اسے بلیک کلر کے بند شوز ان شوز تک لٹکتی بلیک چادر۔ اس نے چادر کو ہاتھوں کی ہتھیلیوں تک لا کر اس طرح پن کیا ہوا تھا کہ اس کی کلائیاں نظر نہیں آ رہی تھیں۔ صرف لمبی مخروطی انگلیاں نظر آ رہی تھیں۔ سفید دودھیا رنگت۔

"ہونہہ..... نان سینس!" اس نے حد درجہ ناگوار انداز میں بلند آواز میں کہا تو وہ دونوں چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگی تھیں۔ اس نے دیکھا اس کی بلیک چادر ماتھے سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے لا کر پن کی ہوئی تھی اس کی سیاہ پُرنور آنکھوں میں کچھ حیرت نمایاں تھی وہ بنا پلکیں جھپکائے دیکھتا رہا۔ اب وہ لڑکی اپنا رخ اپنی دوست کی جانب کر چکی تھی اور اسے یوں محسوس ہوا تھا جیسے کچھ دیر پہلے چھا جانے والی روشنی یک دم معدوم ہوگئی ہو اس نے بھی رخ موڑ لیا تھا مگر اس کا دھیان ان تیز روشن نگاہوں میں ہی رہ گیا تھا اور اب اسے اس جگہ سے جھنجلاہٹ محسوس ہونے لگی تھی تبھی اس نے کینٹین کے مین ڈور سے عدیل کو داخل ہوتے ہوئے دیکھا اس کا غصے سے بُرا حال ہو رہا تھا اس نے کھا جانے والی نظروں سے عدیل کو دیکھا۔

"آئی ایم سوری!" اس پر نظر پڑتے ہی عدیل نے دروازے سے ہی معذرت کرنی شروع کر دی تھی۔

"دفع ہو جاؤ۔" جان نے بہت غصیلے لہجے میں کہا۔

"ارے یار کیا کروں وہ میم میمونہ نے روک لیا تھا فائلنگ کروانے کے لیے اسی میں مصروف ہو گیا تھا اسی لیے وقت کا دھیان نہیں رہا۔" عدیل نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا اور سامنے رکھی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"وقت کا یا میرا دھیان؟" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اچھا بابا! اب معاف بھی کر دو یہ بتاؤ تم نے کچھ کھایا؟" عدیل نے ہتھیار ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں! اور اس کی ضرورت بھی نہیں۔ تم یہ بتاؤ مجھے یہاں کیوں بلایا ہے؟" اس کا غصہ اب کچھ کم ہوا تھا اور عدیل نے اسے بتانا شروع کیا تھا کہ وہ اپنے ڈیپارٹمنٹ میں ہونے والے میلاد کا فوٹو سیشن اس سے کرانا چاہتے ہیں۔ عدیل کی بات سنتے ہوئے اس کی نگاہ غیر ارادی طور پر ایک بار پھر اس بلیک چادر والی لڑکی پر جا رکی۔ وہ اب اپنی ٹیبل سے اٹھ کر باہر کی جانب جا رہی تھی وہ پھر سے اس کا تجزیہ کرنے لگا۔ اس نے پہلی بار کسی لڑکی کو چادر کا اتنا بھرپور استعمال کرتے دیکھا تھا یہاں تک کہ اس کے بال اور کپڑے بھی دکھائی نہیں دے رہے تھے۔

"یہ بلیک چادر والی لڑکی کون ہے؟" اس نے اسی پر نگاہیں ٹکائے عدیل سے پوچھا اور عدیل نے فوراً اس کی نگاہوں کا تعاقب کیا۔

"ارے وہ تو میری کلاس میٹ اور نیکسٹ ڈور نیبر عمیرہ عباد ہے۔" عدیل نے کچھ پُرجوش لہجے میں بتایا۔

※ ...... ※ ...... ※

زناٹے دار تھپڑ سے کمرے کی فضا گونج گئی تھی۔

"بکواس بند کرو اگر اب تم نے اپنے منہ سے ایک بھی کفریہ کلمہ نکالا تو میں تمہاری زبان کھینچ لوں گا۔" غصے کے سبب ان کے منہ سے جھاگ نکل رہے تھے اور آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر رقیہ بیگم نے ڈرتے ڈرتے انہیں مخاطب کیا تھا۔

"بس کریں اتنا غصہ آپ کی صحت کے لیے ٹھیک نہیں ہے۔" وہ تلملا کر ان کی طرف پلٹے۔

"غصہ نہ کروں؟ یہ آپ کہہ رہی ہیں رقیہ بیگم؟" ان کا غصہ مزید بڑھ گیا اور پھر انہوں نے پلٹ کر کمرے کے وسط میں کھڑے دانیال کی جانب اشارہ کرتے ہوئے انہیں مخاطب کیا۔

"کتنا ناز تھا ہمیں اپنے اس بیٹے پر کتنی امیدیں تھیں ہمیں اس سے..... لیکن کیا کیا اس نے خاک میں ملا دیں ہماری ساری خواہشات سارے خواب کیا کیا نہیں سوچا تھا ہم نے اور اس نے....." انہوں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور

غصے سے بھرپور نگاہ دانیال پر ڈالی تھی جو سر جھکائے کھڑا تھا۔

''کہہ دیں اس سے یہ جو چاہتا ہے وہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔'' انہوں نے رقیہ بیگم کو مخاطب کر کے کہا۔

''میں نے فیصلہ کرلیا ہے ابا جان! میں اپنی محبت کا ساتھ ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ آپ کو مجھے جتنا مارنا ہے مارلیں مگر میں اپنے فیصلے سے ایک قدم پیچھے نہیں ہٹوں گا۔'' اس نے حتمی انداز میں کہا۔

''بے حیا' بے شرم!'' وہ آگے بڑھ کر اس پر ٹوٹ پڑے دو تین تھپڑ مزید اس کے گالوں کو سرخ کر گئے اور وہ زمین پر گر پڑا تھا منہ کے بل اور اس کے ہونٹ سے خون بہہ نکلا تھا۔

''کیا ہوگیا ماں' بابا۔'' شور کی آواز پر برابر کے کمرے سے نائلہ بھاگ کر وہاں آئی اور دانیال کو فرش پر پڑا دیکھ کر وہ لپک کر اس کی طرف بڑھی تھی۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر نائلہ کی حالت غیر ہونے لگی تھی۔

''چھوڑ دو اس مرتد کو مت ہاتھ لگاؤ اسے۔'' وہ پوری قوت سے دھاڑتے ہوئے ایک بار پھر دانیال کی جانب بڑھے تھے مگر نائلہ اور رقیہ بیگم نے انہیں مضبوطی سے تھام لیا۔

''چھوڑ دو مجھے آج میں اسے جان سے مار ڈالوں گا۔'' وہ آپے سے باہر ہو رہے تھے۔

''ہاں مار ڈالیں مجھے' نہیں جینا چاہتا میں ایسی زندگی جو میری مرضی اور خواہش کے مطابق نہیں۔ آج تک آپ کی ہر بات مانی' ہر حکم کی تعمیل کی اور آپ سے بدلے میں صرف یہ امید رکھی کہ میں جس لڑکی سے محبت کرتا ہوں اسے آپ لوگ قبول کریں۔'' وہ الماری کا سہارا لیتے ہوئے کھڑا ہوگیا۔

''تُو نے خدمت کی ہماری' ہمارا کہنا مانا تو احسان نہیں کیا ہم پر۔'' افتخار صاحب اب اپنے آپ کو نائلہ اور رقیہ بیگم سے چھڑانے میں کامیاب ہوچکے تھے۔ ''بچپن سے لے کر شعور کی دہلیز تک ہم نے بھی اسی طرح تیری خدمت کی۔ راتوں کو جاگ کر تیری دیکھ بھال کی مگر کبھی تجھ پر احسان نہیں جتایا مگر تُو یہ کیسے سمجھ سکتا ہے تُو تو وہ انسان ہے جو اپنے رب کے احسانات کا منکر ہو رہا ہے تو ہمارے احسانات کیونکر تجھے یاد رہ سکتے ہیں۔'' انہوں نے شدید غصے اور طنز سے بھرپور لہجے میں کہا۔ وہ گردن جھکائے کھڑا سنتا رہا۔

''اس کا سب سے بڑا احسان تو یہ ہے تجھ پر کہ اس نے تجھے وہ قلب و ذہن عطا کیا جس میں اس کا کلام محفوظ ہو۔ تجھے وہ آواز دی جس سے تُو اس کی ثناء کر سکے اور تُو اس کا شکر ادا کرنے کے بجائے شرک کر رہا ہے۔'' ان کے لہجے میں تلخی تھی۔

''میں کافر نہیں ہوں۔'' دانیال نے کچھ تیز لہجے میں کہا۔

''ایک کافرہ سے محبت کفر نہیں تو اور کیا ہے۔'' انہوں نے تلملا کر کہا۔

''وہ کافرہ نہیں اہلِ کتاب ہے۔'' وہ کچھ سنبھل کر مخاطب ہوا۔ ''وہ تمام آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتی ہے جو اس کی قوم پر اور اس سے پہلے نازل ہوئیں۔'' دانیال کا لہجہ پُرعزم تھا۔

''اور اللہ کی وحدانیت پر؟'' افتخار صاحب نے طنز سے بھرپور لہجے میں پوچھا اور دانیال خاموش ہوگیا۔

''جو لڑکی اللہ کو یکتا و دانا ماننے کے بجائے اسے صاحب اولاد کہتی ہو نعوذ باللہ.....'' وہ شدتِ غم سے نڈھال ہوگئے تھے۔ انہیں سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اسے کیسے سمجھائیں۔

''ہر انسان کی زندگی میں ایک ایسا وقت آتا ہے جب اس کا ایمان جانچا جاتا ہے تاکہ اللہ ان میں جو صاحب ایمان ہیں اور ان میں جو صاحب ایمان ہونے کا صرف گمان کرتے ہیں فرق واضح کردے۔'' انہیں ایک مجذوب کا کہا ہوا قول یاد آیا تھا اور بہت افسوس سے انہوں نے دانیال کو دیکھا تھا۔ آج انہیں وہ ان لوگوں کی فہرست میں نظر آ رہا تھا جو صاحب ایمان ہونے کا صرف گمان رکھتے ہیں مگر حقیقتاً نہیں ہوتے۔ وہ آج اسے ان لوگوں کی فہرست میں دیکھ رہے تھے جن کا عمل ان کے دلوں میں نفاق کا سبب بنتا ہے اور وہ نفاق انہیں ان لوگوں میں شامل کردیتا ہے یعنی وہ لوگ جو حق بات کو نہ سن سکتے ہیں نہ دیکھ

سکتے ہیں اور نہ بجھ سکتے ہیں۔ سوچ کے اس بے ربط سلسلے نے افتخار صاحب کی ہمت توڑ دی تھی اور وہ زمین پر بیٹھتے چلے گئے تھے ان کو یوں گرتا دیکھ کر نائلہ اور رقیہ بیگم کی چیخیں نکل گئی تھیں۔ ان کی چیخوں پر دانیال نے ہڑبڑا کر سر اٹھایا اور بھاگ کر ان کی جانب آیا تھا۔

"نہیں! میرے قریب مت آنا۔" انہوں نے ہاتھ تھام کر اسے اپنے قریب آنے سے روکا۔ "میں تم سے آخری بار پوچھ رہا ہوں کیا تم اس لڑکی کا ساتھ نہیں چھوڑو گے؟" ان کا لہجہ حد درجہ مایوس تھا۔

"نہیں!" وہ نفی میں سر ہلاتا ہوا پیچھے ہٹ گیا تھا۔

"ٹھیک ہے' جیسا تم چاہو۔" وہ ہمت کرکے اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کے برابر سے گزر کر الماری کی طرف بڑھے' وہ تینوں ہی کچھ نا سمجھنے والے انداز میں انہیں دیکھ رہے تھے اور جب وہ واپس پلٹے تو ان کے ہاتھ میں کچھ دستاویزات تھیں۔

"تم نے تو بیٹے ہونے کا فرض نہیں نبھایا دانیال مگر میں اپنے باپ ہونے کا فرض ضرور نبھاؤں گا تاکہ روز محشر تم میرا گریبان نہ تھام سکو۔" انہوں نے بہت بجھے بجھے لہجے میں کہا۔

"یہ ہماری زمینوں کے کاغذات ہیں' جو میں نے بہت پہلے ہی تمہارے نام کردیے تھے۔ یہ کاغذات لو اور ابھی اسی وقت یہ گھر چھوڑ کر چلے جاؤ۔ تمہارے لیے اب اس گھر میں کوئی جگہ نہیں' اس گھر سے اور ہم سب سے تمہارا ہر رشتا آج ختم ہوگیا ہے۔" انہوں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور ان کی یہ بات ان تینوں کو ہی اپنی جگہ ساکت کرگئی تھی۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں افتخار!" رقیہ بیگم تڑپ کر بولیں۔

"یہی بہتر ہے رقیہ بیگم!" انہوں نے تھکسانہ لہجے میں کہا۔ "بھٹکے ہوئے دلوں کو ہدایت دینا اللہ عزوجل کا کام ہے ہم اپنے طور پر جس حد تک سمجھا سکتے تھے سمجھا چکے اب آخرت میں ہم اس کے جوابدہ نہیں ہوں گے۔" ان کی یہ بات رقیہ بیگم کو بے حال کرگئی تھی وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔ نائلہ نے آگے بڑھ کر انہیں اپنے گلے لگا لیا مگر خود اس کی آنکھوں سے بھی آنسو بہہ رہے تھے۔ دانیال اور نائلہ ہی تو ان کی کل کائنات تھے اور آج رقیہ بیگم کی وہ کل کائنات تہس نہس ہو رہی تھی۔ دانیال نے کانپتے ہاتھوں سے وہ کاغذات پکڑے اور اماں اور نائلہ کو دیکھا۔ وہ دونوں ہی اسے بہت عزیز تھیں اور وہ کسی بھی طور ان سے دور نہیں جانا چاہتا تھا۔

"کیا جینی کے مسلمان ہوجانے کے بعد بھی آپ اسے قبول نہیں کریں گے؟" اس نے پُرامید نگاہوں سے افتخار صاحب کو دیکھا۔ "مجھے یقین ہے وہ میری خاطر دین اسلام قبول کرلے گی۔" اس کا لہجہ پرامید تھا۔

"مجھے افسوس ہے دانیال کہ حافظ قرآن ہونے کے باوجود بھی تم دین اسلام کو نہیں سمجھے' یہ وہ دین نہیں جو محض کسی انسان کی خاطر قبول کیا جائے۔ یہ دین جس پاک ربّ کا پسندیدہ دین ہے یہ صرف اسی کی محبت کو محسوس کرکے قبول کیا جائے تو کوئی بھی دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا اہل مانا جاتا ہے ورنہ نہیں' اگر محض ایسا ہوتا کہ کلمہ پڑھنے سے لوگ مسلمان ہوجاتے تو اللہ پاک سورۃ بقرہ میں منافقوں کے لیے اتنی طویل آیات کو بیان نہ کرتا اور نہ ان کی منافقت پر عذاب دردناک کی وعید سناتا۔ اللہ پاک نے اپنی اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو ایمان کا حصہ قرار دیا ہے اور جس دل میں ان کی محبت نہ ہو اس دل میں ایمان کیونکر ہوسکتا ہے۔" ان کے لہجے میں کڑواہٹ اور غصے کے ملے جلے تاثرات تھے۔

"لو ان کاغذات کو اور دفع ہوجاؤ' کل کا سورج نکلنے سے پہلے۔" انہوں نے اپنا رخ اس کی جانب سے پھیر لیا تھا۔

"میں کہیں نہیں جاؤں گا۔" دانیال نے ہمت کرکے کہا۔

"کیسے نہیں جاؤ گے' تمہیں جانا پڑے گا۔ میں ایک مرتد کو اپنے گھر میں ہرگز جگہ نہیں دے سکتا۔" انہوں نے حتمی انداز میں کہا۔

"پلیز ابا جان! آپ کو مجھے جتنا بُرا بھلا کہنا ہے کہہ

لیں جتنا مارنا ہے مارلیں مگر گھر سے نہ نکالیں۔ میں آپ کے بغیر جی نہیں پاؤں گا' مرجاؤں گا۔" شدت غم سے دانیال کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔

"لگتا ہے تم ایسے یہاں سے نہیں جاؤ گے۔" انہوں نے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑا اور گھسیٹتے ہوئے کمرے سے باہر کی طرف بڑھے تھے۔ نائلہ اور رقیہ بیگم روتی پیٹتی ان کے پیچھے بھاگی تھیں۔

"آپ یہ کیا کررہے ہیں افتخار؟ ایک ہفتے کا انتظار تو کرلیں' ایک ہفتے کے بعد نائلہ کی شادی ہے۔ لوگ پوچھیں گے دانیال کا تو ہم کیا کہیں گے؟" انہوں نے پیچھے آتے ہوئے ملتجی لہجے میں کہا۔

"کہہ دینا مرگیا ہمارا بیٹا!" افتخار صاحب کے لہجے سے غم وغصہ عیاں تھا۔ ان کے اس جملے کے ساتھ ہی نائلہ اور رقیہ بیگم کے قدم تھم گئے تھے۔ وہ دانیال کو لیے دروازے تک پہنچ گئے تھے۔ وہ التجائیں کررہا تھا مگر انہوں نے اس کی ایک نہ سنی اور دروازہ کھول کر اسے باہر دھکیل دیا تھا۔ وہ اوندھے منہ سیڑھیوں پر گرا تھا۔ انہوں نے اس کے ہاتھ سے چھوٹ جانے والی کاغذات کی فائل بھی کھینچ کر اسے ماری تھی اور دروازہ بند کرلیا تھا۔ وہ کتنی ہی دیر سکتے کی حالت میں اس اندھیرے میں بیٹھا رہا تھا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ سب اس کے ساتھ ہورہا تھا۔ اس کے ساتھ جسے ماں باپ نے بے تحاشا شفقت اور محبت دی تھی۔ چھوٹی بہن جس پر اپنی جان چھڑکتی تھی۔ اپنی ہتھیلیوں سے آنسو صاف کرتا ہوا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ فائل تھامے وہ اندھیرے میں ہی چل پڑا اور یک دم ہی اس کا ذہن شیطان کے شکنجے میں آ گیا تھا۔

"کیا دیا اس دین نے مجھے' یہ انعام ملا مجھے حافظ قرآن ہونے کا۔ نہیں مانتا میں ایسے دین کو جس میں انسان کی خواہشات کوئی معنی نہیں رکھتیں۔ جس میں صرف نفس کشی ہے اور کچھ نہیں' کچھ بھی نہیں۔" اس کا نفس غیر محسوس طور پر غالب ہوگیا تھا۔ وہ رورہا تھا اور آستینوں سے آنسو صاف کررہا تھا۔ اس وقت اندھیرے میں چلتے ہوئے وہ اندازہ ہی نہیں کرپارہا تھا کہ وہ اب تک اندھیرے میں جی رہا تھا یا پھر اب اندھیرے میں آ گیا تھا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

"کیا ہوگیا ہے دانی! کچھ تو بتاؤ' تمہاری یہ خاموشی میرا دل دہلارہی ہے۔" جینی نے پریشان کن لہجے میں پوچھا۔ دانیال کو اس کے گھر آئے تقریباً ایک گھنٹہ ہوگیا تھا مگر وہ خاموشی سے ٹیبل پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے اور ہاتھوں پر سر لٹکائے بیٹھا تھا۔ اس کی کسی بات کا کوئی جواب نہیں دے رہا تھا۔

"کیا ہوا ہے دانیال؟" جینی نے بہت محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا اور اب کی بار دانیال نے سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا۔

"ہم ابھی شادی کرسکتے ہیں؟" دانیال کا انداز سوالیہ تھا۔

"اس وقت؟" جینی نے حیرت سے اسے دیکھا اور اس کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے اس کے چہرے پر تشویش کے آثار ابھرے تھے۔

"یہ تمہارے چہرے کو کیا ہوا ہے؟ جھگڑا ہوا ہے تمہارا تمہارے والدین سے؟" جینی نے اس کے چہرے پر ہاتھ رکھا جس پر جگہ جگہ انگلیوں کے نشان تھے اور ہونٹ کے کونے سے خون رس رہا تھا۔

"جینی میں نے سب کو چھوڑ دیا ہے صرف تمہارے لیے' اب تم میرا ساتھ مت چھوڑنا۔" اس نے جینی کا ہاتھ تھام کر بری طرح روتے ہوئے کہا۔

"ریلیکس دانیال! میں تمہارا ساتھ کبھی نہیں چھوڑوں گی لیکن مجھے یہ تو بتاؤ ہوا کیا ہے؟" جینی نے اسے مطمئن کرتے ہوئے کہا اور وہ دھیمے لہجے میں اسے سب کچھ بتاتا چلا گیا۔

"میں نے کہا تھا ناں دانی! تم سے' تمہارے والدین کبھی بھی مجھے قبول نہیں کریں گے۔ یہی تو فرق ہے تمہارے اور میرے دین میں۔ ہم کسی کو باؤنڈ نہیں کرتے مگر مسلمان یہی کرتے ہیں۔ اس سے ملو اس سے مت ملو

اس سے شادی جائز اس سے ناجائز ہے۔ وہ اپنا وقت تمام بے کار سوچوں میں ضائع کرتے ہیں۔" جینی نے نفرت اور حقارت سے بھرپور لہجے میں کہا اور دانیال نے سر جھکا دیا تھا۔ "خیر چھوڑو ماں بابا گھر پر ہی ہیں میں انہیں تمہارے آنے کے بارے میں بتاتی ہوں' تم اتنے میں اپنا حلیہ درست کرلو۔" جینی چیئر سے اٹھتے ہوئے بولی اور اسے ایک کمرے میں بھیج کر وہ اپنے والدین کے پاس چلی آئی تھی' کچھ دیر بعد جینی کے ساتھ اس کے والدین سامنے بیٹھا تھا۔

"ڈیئر سن! جینی نے ہمیں تمہارے بارے میں سب کچھ بتایا ہے' بہت افسوس ہوا تمہارے پیرنٹس کے رویے کے بارے میں جان کر۔ انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا لیکن اب کیا کیا جاسکتا ہے جب کوئی سمجھنا ہی نہ چاہے۔" جینی کی مما اس سے کہہ رہی تھیں اور وہ خاموشی سے سر جھکائے بیٹھا تھا جب کہ جینی اس کی چیئر پر ہاتھ رکھے ساتھ ہی کھڑی تھی۔

"ہمیں تم دونوں کی شادی پر کوئی اعتراض نہیں۔ ہم کل صبح ہی تمہاری شادی کرادیں گے لیکن پہلے تم ہمیں یہ بتاؤ کہ شادی کے بعد تم ہماری بیٹی کو کہاں رکھو گے' گھر تو تم چھوڑ چکے ہو؟" جینی کے فادر نے اسے مخاطب کیا۔

"ہم لوگ شہر چلے جائیں گے' میرے پاس جائیداد کے کچھ پیپرز ہیں انہیں بیچ کر میں اپنا کوئی کاروبار شروع کرلوں گا آپ اس بات سے بے فکر رہیں کہ میں آپ کی بیٹی کو بھوکا نہیں رکھوں گا۔" اس نے بہت دھیمے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی جینی کے فادر نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگالیا۔

وہ رات اس نے جینی کے گھر میں ہی گزاری تھی۔ صبح جینی نے آکر اسے بیدار کیا تھا' سات بج چکے تھے شاید یہ اس کی زندگی کی پہلی صبح تھی جب اس نے فجر کی نماز ادا نہیں کی تھی نہ ہی صبح بیدار ہونے کی دعا پڑھی تھی نہ کلمہ اور نہ درود شریف۔ اس کا ذہن بالکل خالی تھا' پچھلی رات کا کوئی زخم نہ اس کے دل پر تھا اور نہ جسم پر۔ ہر زخم ایسے مٹ گیا تھا جیسے ساحل سے ٹکرا کر لوٹنے والی لہریں اپنے ساتھ ساحل پر لکھے ناموں کو مٹا دیتی ہیں۔

"دانیال! شادی سے پہلے تمہیں اصطباغ (Baptism' عیسائی کرتے وقت دیا جانے والا غسل) لینا پڑے گا جسے عام زبان میں بپتسمہ بھی کہتے ہیں۔" جینی نے دھیمے دھیمے کہا تھا۔ دانیال نے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔

"بابا تمہارا باہر ویٹ کررہے ہیں' وہ تمہیں چرچ کے پادری کے پاس لے جائیں گے اور وہ تمہیں بپتسمہ دیں گے۔" جینی نے مسکرا کر تفصیل بتائی تو وہ اب بھی خاموش ہی رہا اور جینی اسی طرح مسکراتی ہوئی باہر نکل گئی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ جینی کے فادر اور چرچ کے پادری کے ساتھ ایک نہر کے کنارے کھڑا تھا۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ لوگ اسے یہاں کیوں لائے تھے۔

"مائی ڈیئر سن!" چرچ کے پادری نے اسے مخاطب کیا۔ "آج تم بہت بڑا کام کرنے جارہے ہو۔ یہ ایک بہت پاک غسل ہے' اس بپتسمہ کا مقصد اپنے آپ کو گناہوں کی گندگی سے پاک کرنا اور جیزز کرائسٹ کو دل سے تسلیم کرنا کہ بے شک وہ خداوند خدا ہیں۔ وہ خدا کے بیٹے ہیں۔" پادری نے بہت تقدس کے ساتھ ان جملوں کو ادا کیا تھا مگر اس کے یہ جملے دانیال کو ہلا گئے تھے جسے وہ کل تک شرک کہتا تھا آج وہ اسے قبول کرے گا۔ بہت بڑی حقیقت اس کے سامنے تھی مگر وہ خاموش ہوگیا۔ نہر سے نکلنے کے بعد پادری نے اس کے گلے میں صلیب باندھی اور کہا تھا۔

"آج تم ہمارے مذہب میں داخل ہوگئے ہو' آج سے تمہارا نام ڈینی ہے۔" پادری کا لہجہ مسرت سے بھرپور تھا۔ جینی کے فادر نے خوشی سے اسے گلے لگالیا تھا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

چرچ میں داخل ہوتے ہوئے اسے کچھ گھبراہٹ سی ہوئی تھی مگر جینی کی طرف دیکھتے ہی وہ بھی دور ہوگئی تھی۔ وہ اس وقت شادی کے لیے جینی' اس کی بہن' پیرنٹس اور کچھ عزیزوں کے ساتھ چرچ میں موجود تھا۔ وہ دونوں فادر کے

آگے کھڑے تھے وہ ہاتھ میں بائبل لیے دانیال سے مخاطب تھے۔

"میرے بیٹے ڈینی! کیا تم جینی کو اپنی بیوی کے طور پر تسلیم کرتے ہو؟" اس نے مسکرا کر جینی کو دیکھا اور پھر کہا۔

"ہاں میں تسلیم کرتا ہوں۔" اس کے بعد فادر نے جینی سے بھی یہی پوچھا اس نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا تھا وہ بہت خوش تھی اور خوشی اس کے ہر انداز سے عیاں تھی۔

❀ ...... ❀ ...... ❀
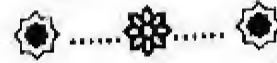
شادی کے فوراً بعد ہی وہ بس اسٹاپ کے لیے نکلے تھے۔ دانیال وہاں ایک لمحہ بھی نہیں رکنا چاہتا تھا۔ جینی کے پیرنٹس نے بہت اصرار کیا تھا رکنے پر مگر وہ نہیں مانا تھا۔ جینی نے اس کے فیصلے کی تائید کی تھی۔ وہ کچھ دیر بعد بس میں بیٹھے تھے' کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے دانیال کی نظر ایک بزرگ مجذوب پر پڑی تھی' وہ اسی کی طرف دیکھ رہے تھے اور اسے اپنی جانب دیکھتا پا کر وہ اس سے مخاطب ہوئے تھے۔

"حق اللہ...... موجود اللہ! سب کا خالق تُو' اللہ کرم کرے گا۔ اے بچہ! اس مجذوب کی یہ بات یاد رکھنا' جس نے تمام جہانوں کے مالک کو پالیا اس نے کچھ نہیں کھویا لیکن جس نے اسے گنوادیا اس نے تو کچھ پایا ہی نہیں۔ نا اس دنیا میں نا آخرت میں۔"

"ڈینی!" جینی نے اسے پکارا اور اس نے پلٹ کر اسے دیکھا اور جب دوبارہ کھڑکی سے باہر دیکھا وہ مجذوب کہیں نظر نہیں آیا' اس کا ذہن الجھ گیا تھا۔

"کیا کہہ رہا تھا وہ مجذوب!" اس نے ذہن پر زور دیا مگر اسے یاد نہیں آیا تھا۔ بس چل پڑی اور اس کی زندگی کے ایک نئے اور انجانے سفر کا آغاز ہو گیا تھا۔

❀ ...... ❀ ...... ❀
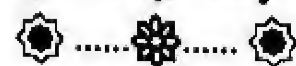
وہ ایک گھنے جنگل میں کھڑا تھا' چاروں طرف صرف لمبے اور گھنے درخت تھے اور ان کے اس قدر گھنے ہونے کے سبب ہی اندھیرا ہو رہا تھا۔ اس پر ایک عجیب وحشت اور خوف کی کیفیت طاری ہونے لگی تھی۔ اندھیرے کے سبب اسے اپنا وجود بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس نے حلق کے بل چیخنا شروع کیا مگر کوئی ہوتا تو اس کی مدد کو آتا' دور تک سناٹا اور گہری خاموشی تھی۔ اس نے چلنا شروع کیا تاکہ اپنے طور پر اس جنگل سے باہر نکل سکے۔ اسے اب اپنے سامنے دو راستے نظر آرہے تھے' ایک بالکل تاریک جب کہ دوسرا کسی حد تک روشن۔ اس نے دوسرے راستے کا انتخاب کیا' اس راستے پر چلتے ہوئے وہ مسلسل خدا کے بیٹے خداوند خدا کو یاد کررہا تھا اور راستے کے اختتام پر پہنچ کر وہ حیران رہ گیا وہ ایک تنگ گلی میں کھڑا تھا۔ بہ مشکل اس گلی میں سے گزر کر جب باہر نکلا تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی وہ ایک بار پھر اس گھنے جنگل میں ہی تھا' وہ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھتا چلا گیا اور اپنا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے کر ایک بار پھر چیخنا شروع کردیا۔

"کوئی میری مدد کرے۔" اس پر خوف کی کیفیت طاری ہونے لگی تھی۔ "اے خداوند! میری مدد کر...... او جیزز! میری مدد کر...... او میرے خدا! میری مدد فرما......" غیر محسوس طور پر اس کے لفظ بدلنے لگے اور پھر اس کے منہ سے اچانک ہی نکلا تھا۔

"اے میرے اللہ! میری مدد کر۔" اس جملے کے ساتھ ہی اس کے کانوں سے وہی پُروقار مردانہ آواز ٹکرائی' جو بچپن سے وہ ہمیشہ خواب میں سنتا آیا تھا۔

"اللہ اکبر...... اللہ اکبر (بے شک اللہ سب سے بڑا ہے)۔" اس پُروقار آواز کے لفظوں کا ترجمہ کوئی اسے بتا رہا تھا ایک بہت مہذب نسوانی آواز' وہ پہچانتا تھا اس آواز کو۔ ایک بار پھر وہی لفظ اس کے کانوں سے ٹکرائے تھے اور ساتھ ہی ان کا ترجمہ بھی۔ اس نے آنکھوں سے ہاتھ ہٹا کر اس آواز کی جانب دیکھنے کی کوشش کی تھی مگر ہاتھ ہٹاتے ہی ایک بہت تیز روشنی اس کی آنکھوں کو چندھیا گئی تھی۔ اس نے آنکھیں بند کرلی تھیں۔ "میں گواہی دیتی ہوں' اللہ ایک ہے۔" یہ جملہ بھی دوبار پڑھا گیا تھا۔ اس نے ایک بار پھر سر اٹھا کر دیکھا اور اب کی بار وہ دیکھ پایا تھا' سرتاپیر سفید چادر میں ملبوس بلاشبہ وہ نوری پیکر تھی مگر اس

نوری پیکر کا رخ اس کی جانب نہیں تھا وہ آہستہ سے قدم اٹھاتی اس رستے کی جانب بڑھ رہی تھی جسے خود اس نے چھوڑ دیا تھا۔ وہ حیرت سے دیکھ رہا تھا وہ نوری پیکر جہاں قدم رکھ رہی تھی وہ رستہ وہاں سے روشن ہوتا جارہا تھا۔ وہ اس کے پیچھے چل پڑا تھا۔

"میں گواہی دیتی ہوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔" وہ خود کو اس کے پیچھے ان جملوں کو دہراتا ہوا محسوس کررہا تھا۔ سحرزدہ انداز میں وہ اس کے قدموں کے نشان پر قدم رکھتے ہوئے چل رہا تھا۔ اس بات سے بالکل بے خبر کہ وہ نوری پیکر اسے کہاں اور کیوں لے جارہی تھی۔ بس وہ صرف یہ محسوس کرسکتا تھا کہ وہ نوری پیکر اسے جس راستے پر لے جارہی تھی وہ راستہ منزل کی طرف جاتا تھا' اس نے دیکھا وہ اب اس کی جانب پلٹ رہی تھی۔ وہی پُرنور آنکھیں اس کے روبرو تھیں۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلی تھیں اور پھر کھل گئی تھیں' وہ وہیں بیٹھا تھا چرچ کے Confession Box میں۔ (چرچ میں موجود ایک کمرا جہاں عیسائی اپنے عقیدے کے مطابق جیزز کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں)۔ اس کے ماتھے پر پسینے کے قطرے تھے۔ وہ ہر رات وہاں آیا کرتا تھا تاکہ جیزز سے دن بھر میں کی جانے والی غلطیوں کی معافی مانگ سکے۔ وہ ابھی کچھ سمجھنے کے لائق ہوا ہی تھا کہ کنفیشن بوکس کا دروازہ کھلا اور فادر جوزف حیران وپریشان اندر داخل ہوئے تھے۔

"کیا ہوا فادر؟" وہ چیئر سے اٹھتے ہوئے بولا۔

"وہ ہوا جو آج تک نہیں ہوا مائی سن؟" ان کے لہجے میں خوف تھا۔ "تمہاری جلائی ہوئی تمام کینڈلز بجھ گئیں' جیزز نے آج تمہاری توبہ قبول نہیں کی۔" ان کے لہجے میں خوف اب بھی تھا۔

"کیا.....؟" جان کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔

"جان! مجھے یہ بتاؤ آج تم سے ایسی کون سی بڑی غلطی ہوئی ہے جو جیزز تم سے ناراض ہوگئے ہیں۔" انہوں نے متفکر انداز میں پوچھا۔ جان سوچنے لگا وہ صبح عدیل سے ملنے اس کے ڈیپارٹمنٹ گیا تھا۔ گھر آکر سوگیا تھا اور پھر اٹھنے کے بعد سیدھا چرچ آیا تھا یک دم ہی اس کی ذہن میں وہ نوری پیکر ابھری تھی' جس کی پیروی اس نے کی تھی اور جس کے ساتھ ان جادوئی لفظوں کو دہرایا تھا۔ اس کے دل نے گواہی دی تھی یقیناً یہ سب اسی کی وجہ سے ہوا ہے۔

"کیا سوچ رہے ہو جان؟" فادر جوزف نے اس کا بازو پکڑ کر اسے ہلایا اور وہ ہڑبڑا گیا تھا۔

"ک.....ک.....کچھ نہیں۔" وہ بُری طرح ہکلایا۔

"م.....میں نے کوئی غلطی نہیں کی۔" وہ سمجھ نہیں پایا تھا کہ اس نے کیوں فادر جوزف کو اس لڑکی کے بارے میں نہیں بتایا۔

"تم میرے ساتھ آؤ۔" فادر جوزف اسے بوکس سے باہر لے آئے اور سینٹرل دیوار پر لگے جیزز کے بڑے سے پتلے کے سامنے کھڑا کرکے اسے صلیب دی اور تاکیداً کہا تھا۔

"تم ہمیشہ اسے یا تو کہیں رکھ کر بھول جاتے ہو یا پھر یہ تمہارے گلے سے ٹوٹ کر گر جاتی ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آتا کہ یہ صرف تمہارے ساتھ ہی کیوں ہوتا ہے' میں نے بھی صلیب پہنی ہے میرے ساتھ تو ایسا کبھی نہیں ہوا۔ تم صلیب نہیں پہنتے ہو اسی لیے آج یہ ہوا ہے۔" انہوں نے اس کے گلے میں صلیب باندھتے ہوئے قدرے خفیف لہجے میں کہا اور جان نے نگاہیں چرائی تھیں۔ وہ انہیں یہ سمجھانے سے قاصر تھا کہ وہ جب بھی اس صلیب کو پہنتا ہے اس کی حالت عجیب ہوجاتی ہے اور وہ بے قرار ہوکر اسے نوچ کر اپنے گلے سے پھینک دیتا ہے۔

"میں آج ہی تمہاری مما سے بات کروں گا کہ صلیب کے معاملے میں تم پر سختی کریں۔" انہوں نے ٹھوس لہجے میں کہا اور وہ خاموشی سے سر جھکائے چرچ سے باہر آگیا۔

"یہ سب کچھ صرف اس خواب کی وجہ سے ہوا ہے لیکن میں نے اسے کیوں دیکھا خواب میں؟" کار میں بیٹھتے اس کے ذہن میں وہ خواب گردش کررہا تھا بیک ویو مرر میں اس کی نظر اپنے گلے میں پڑی صلیب پر پڑی' اس نے صلیب پر ہاتھ رکھ کر تقویت محسوس کرنے کی کوشش کی مگر

ہمیشہ کی طرح اسے جھنجلاہٹ ہوئی تھی اور اس نے صلیب نوچ کر ڈیش بورڈ پر ڈال دی تھی۔

"کون ہے وہ؟ ایک انسان یا پھر نوری مخلوق! کیوں میں نے اس کی پیروی کی...... کیوں؟" اسے غصہ آرہا تھا۔

"وہ وہی تھی' وہی جس کی ایک نظر نے میرے پورے وجود کو ہلایا تھا۔ وہی عمیرہ عباد۔" اس نے حد درجہ نخوت سے سوچا تھا۔ وہ لڑکی جس کے نام کے سوا وہ اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا وہ چند لمحوں کے لیے آئی اور اس کی سالوں کی ریاضتوں کو برباد کر گئی تھی۔ اس نے غصے سے اسٹیئرنگ پر ہاتھ مارا تھا۔

"عمیرہ عباد!" اس نے دانت پیس کر کہا اور کار اسٹارٹ کردی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁
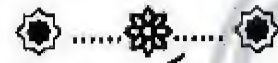
"میرے سجدوں میں کہیں ملاوٹ نہیں ہے میرے مالک! میں نے جب بھی سر جھکایا ہے پورے اخلاص کے ساتھ صرف تیری ہی عبادت کی ہے' تیری محبت اور عبادت میں کبھی کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا۔ جسے تُو نے پسند فرمایا اسے اختیار کیا اور جسے ناپسند کیا اس سے دور ہی رہی ہوں میں۔ میں بے حد گناہ گار ہوں میرے مالک! لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے میرے مولا کہ میں آپ کی اور آپ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی طلب گاروں میں ہوں۔ میں ان لوگوں میں شامل ہونا چاہتی ہوں اللہ پاک جو آپ کے نزدیک صالح اور متقی ہیں۔ میں ان میں سے ایک ہونا چاہتی ہوں جن کی طرف آپ روزِ محشر متبسم نگاہ ڈالیں گے۔" تقریباً پندرہ منٹ ہوگئے تھے اسے سجدہ میں دعا مانگتے' اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور سجدے کی جگہ گیلی ہو رہی تھی۔

"آپا...... آپا......" پھولی سانس کے ساتھ عالی اس کے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ عمیرہ نے سجدہ سے سر اٹھا کر گھور کر دیکھا اور عالی کی دھڑکنیں تھم گئی تھیں خوف کے سبب۔

"کتنی بار کہا ہے اس طرح پاگلوں کی طرح بھاگتی ہوئی نہ آیا کرو' زمین پر رحم کھاؤ تاکہ وہ اپنے رب کے حکم سے تم پر رحم کرے۔" عمیرہ نے جائے نماز تہہ کرتے ہوئے کہا۔

"احمد بھائی آئے ہیں۔" عالی نے ذومعنی انداز میں کہا۔

"ک...... ک...... کیا......؟" وہ بُری طرح ہکلائی۔

"کیوں آئے ہیں؟" عمیرہ نے بمشکل اپنا جملہ مکمل کیا۔

"آپ خود ہی پوچھ لیں۔" عالی نے حد درجہ بے فکری سے کہا۔

"تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے۔" عمیرہ کا لہجہ ڈپٹنے والا تھا۔ تبھی اس نے دروازے پر احمد کو کھڑا دیکھا' بلیک کلر کی ڈریس پینٹ اور اس پر قدرے شوخ کلر کی شرٹ۔

"میں اندر آسکتا ہوں۔" اس نے عمیرہ سے اجازت مانگی اور عمیرہ نے اس سے نگاہیں چرائی تھیں۔ اس کا دل بہت تیز دھڑک رہا تھا۔ منگنی کے بعد وہ پہلی بار اس کے روبرو کھڑا تھا۔ عمیرہ کے خاموش رہنے پر عالی مخاطب ہوئی تھی۔

"احمد بھائی! آپ کو تو اب کسی اجازت کی ضرورت نہیں ہے' اب تو آپ کو پکا سرٹیفکیٹ مل گیا ہے' کیوں آپا؟" عالی نے بہت شوخ لہجے میں کہا تو وہ مسکراتا ہوا اندر داخل ہوگیا۔

"عالی بیٹا! آپ میرے لیے ایک کپ چائے بنا لائیں۔" اس نے عالی کو مخاطب کیا اور وہ مسکراتی ہوئی باہر نکل گئی۔ اب وہ عمیرہ کی جانب متوجہ تھا۔ سفید چادر نماز کے انداز میں باندھے وہ زمین پر نگاہیں جمائے کھڑی تھی۔

"آپ کو یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔ اماں اور بابا دونوں ہی گھر پر نہیں ہیں۔" اس کے لہجے میں گھبراہٹ کا رنگ نمایاں تھا۔

"یہ ٹھیک نہیں ہے عمیرہ! ایک سال پہلے منگنی کے بعد جب میں اسپیشلائزیشن کے لیے امریکہ گیا تھا تب بھی آپ سے ملنے کی خواہش لیے ہی چلا گیا تھا اور اب واپس آیا ہوں تو بھی آپ میرا حال دریافت کرنے کے بجائے مجھے واپس جانے کا کہہ رہی ہیں۔ آپ نے مجھے تکلیف

دی ہے۔" احمد نے ناراضی کا اظہار کیا۔

"میرا وہ مطلب نہیں تھا۔" اس نے اب پہلی بار اس کی جانب نگاہیں اٹھا کر دیکھا۔ "مجھے معاف کردیں۔" عبیرہ کے لہجے میں شرمندگی تھی۔

"آپ بیٹھیں پلیز۔" عبیرہ نے چیئر کی جانب اشارہ کیا۔ وہ کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے بیٹھ گیا۔ کمرے میں فرنیچر کے نام پر صرف ایک چیئر تھی' جائے نماز رکھنے کا ایک ریک تھا جو سامنے والی دیوار پر لگا ہوا تھا۔ کچھ فلور کشنز تھے جو کھڑکی کے ساتھ رکھے ایک فرشی بیڈ پر بہت سلیقے سے رکھے۔ وہ خود بیڈ پر بیٹھ گئی تھی' اس کی نگاہیں اب بھی زمین پر ٹکی تھیں وہ مسکرادیا۔

"مجھے دیکھنے سے آپ کو گناہ نہیں ملے گا عبیرہ!" اس جملے پر عبیرہ نے نگاہیں اٹھائی مگر حیا کے سبب وہ دوبارہ جھک گئی۔ "اگلے مہینے ہماری شادی ہے آپ کو پتا ہے ناں عبیرہ!" عبیرہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ "اسی لیے میں آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنے آیا ہوں آپ جانتی ہیں عبیرہ! میں ایک براڈ مائنڈڈ لڑکا ہوں اور میرا سرکل ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے بہت بڑا ہے۔ میرا اٹھنا بیٹھنا بہت ہائی کلاس سوسائٹی میں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ مجھے سمجھنے کی کوشش کریں گی۔" وہ ایک لمحے کے لیے رکا اور عبیرہ بہت زیادہ تشویش کا شکار ہوئی تھی آخر ایسا کیا کہنے والا تھا وہ جو اتنی تمہید باندھ رہا تھا۔

"آپ مذہبی لڑکی ہیں' اچھی بات ہے' انسان کو کسی حد تک ہونا بھی چاہیے۔ مگر مجھے آپ کا اتنی بڑی بڑی ٹینٹ نما چادریں پہننا بالکل بھی پسند نہیں۔" اس کا یہ جملہ عبیرہ کے دل پر آری چلا گیا تھا۔

"اگر آپ اس حلیے میں میرے ساتھ پارٹیز میں جائیں گی تو میرے کولیگز' میرے جونیئر اور سینئر سب ہنسیں گے مجھ پر اور مجھے شکی مزاج کہیں گے اور یہ میرے لیے بہت انسلٹنگ ہوگا۔" عبیرہ غیر یقینی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ امریکہ جانے سے پہلے تک تو اسی عبیرہ کا چادر پہننا اچھا لگتا اور آج وہ اپنی ہی بات سے پھر گیا تھا۔

"مجھے پتا ہے کہ آپ کو یہ سب سمجھنے میں کچھ وقت لگے گا مگر امریکہ جانے کے بعد سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا۔ میں نے وہیں سیٹل ہونے کا سوچا ہے۔" عبیرہ دیکھ سکتی تھی اس کی ہر بات میں صرف "میں...... میں" تھا۔ اسے خود سے غرض تھی اور کسی کے جذبوں کی کوئی پروا نہیں تھی۔

"ماحول بدلنے سے دل نہیں بدل جاتے۔ میرا دل صرف ایک اللہ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں دھڑکتا ہے۔ میں دنیا کے کسی کونے میں بھی چلی جاؤں رہوں گی میں انہی کی تابع فرمان۔" عبیرہ نے حتمی لہجے میں کہا اور اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گئی تھی' اس کا یہ رویہ احمد کو بہت برا لگا تھا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

پورے کمرے میں معطر فضا تھی۔ میرون کلر کا بہت فائن ڈیزائن کا کارپیٹ بچھا تھا' دیواروں پر جابجا خانہ کعبہ اور مسجد نبوی کی تصویریں آویزاں تھیں۔ دیواروں کے ساتھ لکڑی کے شیلف رکھے تھے جن میں مختلف دینی کتابیں اور قرآن پاک کی تفاسیر رکھی تھی۔ وہ گلاس ٹیبل کے دوسرے طرف بیٹھی تھی' اس کے سامنے بڑی سی کرسی پر ایک بہت معزز شخصیت' پروفیسر خالد عباسی بیٹھے تھے۔ ان کی عمر ستر کے لگ بھگ تھی' ان کے چہرے پر بہت نور تھا۔ اس کے برابر والی کرسی پر اس کی دوست بیٹھی تھی' پروفیسر صاحب نے یک بارگی ان دونوں کو دیکھا اور پھر ہاتھ سینے پر باندھتے ہوئے اسے کہا۔

"پڑھو لا الہ الا اللہ۔" اس نے نمناک پلکوں اور بھیگے لہجے میں پڑھا وہ جو اللہ کی وحدانیت پر مبنی تھا۔ "محمد رسول اللہ" انہوں نے جملہ مکمل کیا۔ اس نے لڑکھڑاتی زبان سے مکمل کیا اور اپنے ہاتھ چہرے پر رکھ کر بے تحاشا رو دی تھی۔ وہ جانتی تھی اب وہ دائرہ اسلام میں داخل ہوچکی ہے' اب وہ ہر تنگ نظری اور بدظنی سے محفوظ ہوگئی ہے۔ اب وہ اس دین کا حصہ بن گئی ہے جو امن وسلامتی اور کاملیت کا مرکز ہے۔ اس نے چہرے سے ہاتھ ہٹا کر آنسو صاف کیے' اب اس کے چہرے پہ پُرسکون مسکراہٹ ابھری تھی۔ اس نے

نم پلکوں اور مشکور نگاہوں سے پہلے اپنی دوست اور پھر پروفیسر صاحب کو دیکھا۔ وہ دونوں بھی اسے دیکھ کر مسکرادیئے تھے۔

❁ ...... ❁ ...... ❁
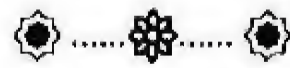
آدمی آدمی سے ملتا ہے
دل مگر کم کسی سے ملتا ہے

ایک بہت خوب صورت آواز پورے ماحول کو اپنے سحر میں لیے ہوئے تھی۔ وہ کچھ دیر پہلے ہی وہاں پہنچا تھا ایک عرصے کے بعد وہ غزل کی کسی محفل میں شرکت کررہا تھا' بلیک تھری پیس ود وائٹ شرٹ۔ گول میز کے گرد لگی چیئرز میں سے ایک پر وہ بیٹھا تھا۔ اس کے ساتھ کی دونوں چیئرز خالی تھیں۔ ٹیبل کی دوسری طرف اس کے کچھ کولیگز اور ورکرز بیٹھے تھے' سب ہی لوگ گفتگو میں محو تھے' مگر وہ ہمیشہ کی طرح اپنی خاموش طبع کے سبب آج بھی منظور نظر تھا' کتنی ہی نگاہیں اس پر جمی تھیں مگر خود اس کی نگاہیں کہیں اور تھیں کہیں بہت دور۔

بھول جاتا ہوں میں ستم اس کے
وہ کچھ اس سادگی سے ملتا ہے

"ستم!" اس کا ذہن بھٹکا۔ "نہیں! ہرگز نہیں' میں ایسے انسان کو اپنی زندگی کا حصہ نہیں بنا سکتی جو اللہ سے محبت نہیں رکھتا۔" ایک آواز اس کے کانوں میں گونجی اور اس کے چہرے پر ایک افسردہ سی مسکراہٹ ابھری تھی۔

آج کیا بات ہے کہ پھولوں کا
رنگ تیری ہنسی سے ملتا ہے

اس کے لبوں پر پھیلی مسکراہٹ ماحول میں سات رنگ بکھیر رہی تھی۔ وہ اس سے کچھ دور رکھی کرسی پر بیٹھی تھی' وہاں اب ان کے سوا کوئی بھی نہیں تھا۔ اذان بنا پلکیں جھپکائے اسے دیکھ رہا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا پلکیں جھپکنے کا انجام۔ وہ وہاں نہیں ہوگی۔

روح کو بھی مزا محبت کا
دل کی ہمسائیگی سے ملتا ہے

اس کے لب ہل رہے تھے وہ کچھ کہہ رہی تھی مگر کیا؟ وہ سن نہیں پا رہا تھا۔ اذان کی آنکھوں میں سوزش بڑھنے لگی اور ساتھ ہی دل کی دھڑکن بھی۔ وہ جانتا تھا کسی بھی لمحے جھپکنے والی پلک اسے اذان کی آنکھوں سے ایک بار پھر اوجھل کر جائے گی اور ایسا ہی ہوا تھا اور پندرہویں منٹ پر اس کی آنکھیں بند ہوگئی تھیں' اس نے آنکھیں نہیں کھولی تھیں وہ اسی احساس میں رہنا چاہتا تھا کہ وہ اب بھی اس کے روبرو ہے۔

"سر کیا ہوا آپ کو نیند آرہی ہے۔" اس کے پی اے نے اسے ہلایا تو اس نے دھیمے سے آنکھیں کھولی تھیں' اس کے سامنے رکھی وہ کرسی اب خالی تھی۔ وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا اب وہاں ایک پل بھی رکنا اس کے لیے مشکل تھا وہ اسے ہر جگہ ہی تو یاد آتی تھی۔ ایک وہی تو تھی جسے وہ خانہ کعبہ کے روبرو کھڑے ہوکر بھی نہیں بھولتا تھا۔ وہاں سے لے کر کار میں بیٹھنے تک اس کے لبوں پر ایک ہی دعا تھا۔

"یہ کیسی منافقت ہے میرے مالک! یہ کیسی منافقت ہے تیرا بندہ ہوکر میں' میں اس کی بندگی کررہا ہوں۔ تیری محبت میں خیانت کررہا ہوں' میں ایسا نہیں کرنا چاہتا۔ نہیں سوچنا چاہتا نہیں یاد رکھنا چاہتا میں اسے لیکن پھر بھی وہ یاد آتی ہے اتنی ہی شدت سے۔" کار اب مین روڈ پر آ گئی تھی۔ سردیوں کی رات تھی اسی لیے سڑک پر زیادہ رش نہیں تھا۔

"میں خالصتاً آپ سے محبت کرنا چاہتا ہوں مگر وہ مجھے ایسا نہیں کرنے دیتی۔ وہ میرے دل میں میری روح پر قابض ہے یا تو اس کی محبت کو میرے دل سے نکال دیجیے یا پھر...... یا پھر اسے ہمیشہ کے لیے میری زندگی کا حصہ بنا دیجیے۔" یک دم روڈ کے دوسری طرف سے ایک کار نمودار ہوئی تھی' سامنے سے آنے والی کار کی رفتار بہت تیز تھی۔ اس نے تیزی سے اسٹیئرنگ گھمایا تھا ورنہ وہ اس کی کار سے بُری طرح ٹکراتی خود اس کی کار پیڈیسٹرین کراسنگ پر چڑھ گئی تھی' پیچھے سے ایک دھماکے کی آواز سنائی دی' وہ فوراً کار سے اترا تھا۔ وہ کار ایک درخت سے ٹکرائی تھی' دروازہ کھلا تھا اور ایک دلہن کار سے باہر لٹک رہی تھی' اس کی چوڑیاں ٹوٹ کر کلائیوں میں گھس گئی تھیں۔ وہ نیم بے

ہوشی کی حالت میں اوندھے منہ پڑی تھی' اذان تیزی سے آگے بڑھا اور اس کے قریب پہنچ کر اسے سیدھا کیا تھا' اس کے چہرے پر نگاہ پڑتے ہی اذان اپنی جگہ منجمد رہ گیا تھا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

"ہم اس دنیا کے کسی کونے میں بھی چلے جائیں' کسی بھی شے پر نظر ثانی اور غور و فکر کریں' ہمیں ہر شے میں' ہر منظر میں' اس کی قدرت' اس کی شانِ کریمی' رحمت و نعمت اور عظمت و بزرگی کے سوا کچھ بھی دکھائی نہ دے گا۔ وہی پاکیزہ ہستی جس کا نام ہر انسان کے دل کی دھڑکن میں دھڑکتا ہے' وہی جو ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ وہی اللہ عزّ وجل! جو اس کائنات کا سب سے بڑا عالم ہے' جس کا نام بڑا بابرکت ہے۔ جس کا علم نہ تو محدود ہے اور نہ ہی اس کی کوئی معیاد ہے' اس کی ذات ہر برائی سے منزہ (پاک) ہے۔ وہ اپنی صفات اور اوصاف میں سب سے برتر و اعلیٰ ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے جب کچھ نہ تھا اور ہمیشہ رہے گا جب کچھ نہ ہوگا۔"

وہ کوریڈور سے گزر رہا تھا جب اس کے کانوں سے وہی آواز ٹکرائی تھی' جس نے اس کی زندگی اتھل پتھل کر دی تھی عمیرہ عباد کی آواز۔ اس نے ادھر اُدھر دیکھا تو کوریڈور خالی تھا۔ تبھی اس کی نگاہ ایک کلاس کے ادھ کھلے دروازے پر پڑی۔ وہ بہت دھیمے سے قدم اٹھاتا ہوا دروازے کے قریب پہنچا۔ وہ بورڈ کے سامنے کھڑی تھی اس کے ہاتھ اس کے گرد بندھے تھے اور اس کی نگاہیں اسٹوڈنٹس پر تھیں۔ اس نے نہ جانے کیا سوچتے ہوئے بہت آہستگی سے دروازہ کھولا کہ آواز پیدا نہ ہو اور آخری سیٹ پر بیٹھ گیا' وہ اسے بیٹھتے ہوئے دیکھ چکی تھی۔ اسٹوڈنٹس کی پشت پر ہونے کی وجہ سے کسی نے اسے دیکھا نہیں تھا۔ عمیرہ کے دیکھ لینے پر وہ سوچ رہا تھا کہ شاید وہ ٹیچر سے اس کی کمپلین کرے گی مگر ایسا نہیں ہوا اور نہ ہی کوئی دوسرا ٹیچر اسے کلاس میں نظر آیا تھا۔ بورڈ پر جلی حروف میں لکھا تھا۔

"عالم اور عالم!" وہی عالم ہے' جس نے انسان کو اوّل بار پیدا کیا' جو اسے موت دیتا ہے اور وہی اسے قیامت کے دن جلا اٹھائے گا۔ اسی کے اختیار میں علم غیب ہے اور اس علم میں سے وہ جتنا چاہتا ہے اپنے خاص بندوں کو عطا کرتا ہے جیسے انبیاء و رسول۔ وہی ہر ظاہر باطن کو جاننے والا ہے۔ وہ اسے بھی جانتا ہے جو اسے پہچانتا ہے اور اسے بھی جو اسے پہچان کر بھی نہیں پہچانتا۔ یعنی عالم کو تو مانتا ہے مگر عالم کو نہیں مانتا۔"

اس کے لہجے میں ایک عجیب سا سحر تھا دوسرے اسٹوڈنٹس کی طرح وہ بھی دم سادھے اب اس کی باتوں پر غور کر رہا تھا۔

"کیا آپ میں سے کوئی ہے جو اپنے وجود سے انکار کر سکے؟" مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

"نہیں' میرے خیال میں ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کہے گا' وہ لوگ بھی جو اللہ کو مانتے ہیں اور وہ بھی جو اللہ کو نہیں مانتے۔ جب ہم اپنے ہونے سے انکار نہیں کر سکتے جو اس عالم کی ایک نہایت عاجز اور حقیر سی مخلوق ہیں تو ہم اس کے نہ ہونے پر کیسے بحث کر سکتے ہیں۔ کیا ہمارا علم اس کے علم سے زیادہ وسیع ہے کہ ہم اس کے نہ ہونے پر دلائل پیش کریں وہ جس کے علم کے بارے میں قرآن مجید میں سورۃ الملک میں ارشاد ہے۔

"کیا وہ نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے اور وہ باریک بین اور پورا باخبر ہے۔" اور اسی طرح سورۃ المجادلہ میں ارشاد ہے: "کیا آپ نے اس پر نظر نہیں فرمائی کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے کوئی سرگوشی تین آدمیوں کی ایسی نہیں ہوتی جس میں چوتھا وہ (یعنی اللہ) اور پانچ کی (سرگوشی) ہوتی ہے' جس میں چھٹا وہ نہ ہو اور نہ اس (عدد) سے کم (میں) ہوتی ہے (جیسے دو چار آدمیوں) اور نہ اس سے زیادہ مگر وہ (ہر حالت میں) ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے خواہ وہ لوگ کہیں بھی ہوں پھر ان (سب) کو قیامت کے دن ان کے کیے کام بتلا دے گا۔ بے شک اللہ کو ہر بات کی پوری خبر ہے۔"

وہ حد درجہ حیرت کا شکار ہو رہا تھا ایسا کیسے ممکن ہے کہ اسے ایک ایک آیت یاد ہے اور وہ بھی معنوں کے ساتھ۔

وہ اب موازنہ کرنے لگا تھا۔

"فادر جوزف کو تو آج تک میں نے کبھی اس طرح بائبل کی Verses کو زبانی لوگوں کو سناتے ہوئے نہیں دیکھا اور میں نے خود بھی بائبل کو اتنی بار پڑھا ہے اس کے احکامات پر عمل کیا ہے مگر بھی اس کی Verses تو مجھے یاد نہیں رہ سکیں۔" ایک بار پھر عبیرہ کی آواز نے اس کی سوچوں کے تسلسل کو توڑا تھا۔

"عالم کو دیکھ کر تو عالم کے وجود سے انکار ہی ناممکن ہے اور یہ تو اللہ کی صرف ایک صفت ہے اس کا علم اگر ہم اللہ پاک کی دوسری صفات پر نظر ڈالیں تو ہمیں پتا چلے گا کہ کوئی بھی اس کے مثل نہیں۔ کیا کوئی ہے جو اس جیسا رحیم ہو مہربان کریم ہو کہ انسان کے کبیرہ گناہوں کے باوجود بھی وہ اسے اپنے نعمتوں سے محروم نہیں کرتا۔ اس کی سب سے بڑی نعمت زندگی اگر وہ حضرت آدم علیہ السلام کے وجود میں روح نہ پھونکتا۔ انہیں زندگی جیسی نعمت سے فیض یاب نہ کرتا تو کیا اس کی ذات کے حوالے سے ایسے شکوک پیدا ہوتے؟ اس نے انسان پر اپنی نعمتیں تمام کردیں اور اس کے بدلے میں کیا چاہا صرف خلوص دل سے اپنی عبادت صدق دل سے اپنی ذات سے محبت مگر ہم خود غرض اور احسان فراموش ناشکرے انسان اسے وہ بھی نہ دے سکے اگر قرآن پاک میں اللہ پاک نے یہ فرمایا ہے کہ "اے بنی آدم! تو نے میری وہ قدر نہ کی جیسی تجھے کرنی چاہیے تھی۔" تو بہت ٹھیک کہا ہے۔" وہ ایک لمحے کے لیے رکی اور پھر خاموشی طویل ہوگئی تھی جان کو بے چینی ہونے لگی تھی وہ کیوں خاموش ہوگئی۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا اس نے جب سر اٹھایا تو اس کے چہرے پر عجیب سی شرمندگی تھی وہ کس بات پر شرمندہ تھی جان سمجھنے سے قاصر تھا۔

"میری آپ تمام اسٹوڈنٹس سے گزارش ہے کہ خدارا پلیز اپنی حقیقت کو پہچانیے۔ ہم پر سب سے پہلا حق ہمارے خالق کا ہے اس کے بعد کسی دوسرے کا۔ وہی سب سے زیادہ مستحق ہے ہمارے سجدوں کا ہماری ریاضتوں کا اور کوئی بھی اس سب میں اس کا شریک نہیں ہرگز نہیں۔" وہ ایک بار پھر خاموش ہوگئی پھر وہ اسٹوڈنٹس سے مخاطب ہوئی تھی۔

"کوئی سوال!" کوئی سوال نہیں کیا گیا۔ سوال کی ضرورت بھی نہیں تھی بیل رنگ سنائی دی تھی غالباً پیریڈ ختم ہوچکا تھا۔ اسٹوڈنٹس آہستہ آہستہ آپس میں باتیں کرتے ہوئے باہر نکل رہے تھے مگر وہ اپنی جگہ پر بیٹھا رہا تھا۔ اسے دیکھتا رہا وہ اپنا فولڈر سیٹ کررہی تھی جان کو وہاں بیٹھا دیکھ کر عبیرہ کو لگا تھا شاید وہ کچھ پوچھنا چاہتا ہے۔

"کوئی سوال؟" عبیرہ نے خصوصی پوچھا۔

"کچھ نہیں۔" وہ جلدی سے اٹھا جیسے گہری نیند سے بیدار ہوا ہو۔

"کیا ہوگیا ہے جان تمہیں؟" وہ باہر نکلتے ہوئے خود کلامی کررہا تھا وہ دروازے سے کچھ آگے بڑھا تھا کہ اسے پیچھے سے قدموں کی آواز آئی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا عبیرہ کلاس سے باہر نکل کر اس کی مخالف سمت میں جارہی تھی وہ اسے دیکھتا رہا جب تک وہ نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوگئی اور اس کے بعد وہ خود بھی مخالف سمت میں مڑ گیا تھا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

"گھٹنوں کے گرد سیاہ چادر میں لپٹے ہاتھ ہاتھوں پر رکھا چہرہ اور آنکھوں کے کونوں سے بہتی نمی۔" وہ کس کے لیے رو رہی تھی اس طرح اکیلے بیٹھ کر جب سب میلاد میں مصروف تھے کس کے لیے اور کیوں؟ وہ گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا جب عدیل نے اسے جھنجوڑا۔

"یہ عبیرہ کی تصویر کب کہاں اور کیوں کھینچ لی تم نے؟" عدیل نے تصویر اس کی جانب بڑھاتے ہوئے غصے سے کہا۔ وہ دونوں اس وقت میکڈونلز میں بیٹھے تھے۔ صبح عدیل کے ڈیپارٹمنٹ میں میلاد تھا اور میلاد میں کھینچی جانے والی تصاویر جان عدیل کو دکھانے کے لیے لایا تھا جنہیں وہ اپنے ڈیپارٹمنٹ سے شائع ہونے والے ماہانہ میگزین میں شائع کرنے والا تھا۔

عدیل ان تصاویر کو دیکھ کر ان پر تبصرے کررہا تھا کہ اچانک ان تصاویر میں سے عبیرہ کی تصویر نکل آئی تھی۔

جان نے حیرت بھرے لہجے میں تصویر پکڑتے ہوئے کہا۔
"یہ کیسے ممکن ہے؟" جان نے دیکھا تھا تصویر اسی جگہ کی تھی جہاں اس نے عبیرہ کو اکیلے بیٹھے روتا دیکھا تھا۔
"یہ ممکن ہے یا نہیں، یہ تمہیں پتا ہونا چاہیے کیونکہ تصویریں تم کھینچ رہے تھے میں نہیں۔" جان نے پُرسوچ لہجے میں کہا اور عدیل نے گھور کر اسے دیکھا۔
"میں اتنی دیر سے اور کیا بکواس کررہا ہوں کہ تمہیں ڈیپارٹمنٹ کے اوپر والے پورشن میں بھیجا تھا، گیلری کی طرف کہ وہاں سے اسٹیج کی ایک مین تصویر بھی بنالو مگر تم نے نہیں بنائی۔" عدیل کا پارہ ہائی ہوگیا تھا۔ جان نے غور سے تصویر کو دیکھتے ہوئے مسکرانا شروع کیا اور پھر وہ مسکراہٹ ایک بلند و بانگ قہقہے میں تبدیل ہوگئی تھی۔ عدیل نے گھور کر اسے دیکھا۔
"سوری یار! وہ دراصل میں تصویر کھینچنے ہی گیا تھا اور کھینچی بھی تھی مگر وہ اسٹیج کے بجائے عبیرہ کی کھنچ گئی۔" جان نے ہنسی پر قابو پاتے ہوئے کہا۔
"جسٹ شٹ اپ! بہت اچھی حرکت کی ہے ناں جو ہنس رہے ہو۔ اب وجہ بھی بتادو کیوں کیا تم نے ایسا؟" عدیل نے خفا ہوتے ہوئے پوچھا۔
"کیوں کیا میں نے یہ......؟" جان کا اپنا انداز بھی سوالیہ تھا۔
"مجھے تو یہ بھی نہیں پتا کہ میں نے...... میں نے یہ کب کیا؟" جان کو اپنی وہ محویت یاد آئی جب وہ عبیرہ کو دیکھ رہا تھا اور تب تک دیکھتا رہا تھا جب تک اس نے آنکھیں نہیں کھول دی تھیں اور وہاں سے اٹھ کر نہیں چلی گئی تھی۔
"کیا تم پاگل ہوگئے ہو؟" عدیل نے تصویر اس کے ہاتھ سے کھینچ لی۔ "تمہیں پتا بھی ہے جو تم کہہ رہے ہو اس کا مطلب کیا ہے؟" عدیل نے اسے مشکوک نگاہوں سے دیکھا۔
"نہیں، مجھے نہیں پتا عدیل! مجھے کچھ بھی نہیں پتا۔ میں اپنی ہر بات ہر احساس کو سمجھنے سے قاصر ہوں۔ مجھے نہیں سمجھ آتا کہ کیوں مجھے اس میں ایک عجیب سی کشش محسوس ہوتی ہے، کیوں جب میں اسے دیکھتا ہوں تو مجھے کچھ اور دکھائی نہیں دیتا، اسے سنتا ہوں تو صرف اسی کو سننا چاہتا ہوں اور اسے سوچتا ہوں تو کچھ اور سوچنے کے لائق نہیں رہتا۔" عدیل کو اس کی باتیں بالکل پاگل پن لگ رہی تھیں۔
"تمہیں پتا ہے عدیل! جب میں نے اسے پہلی بار دیکھا تھا، اس کی وہ پُرنور نگاہیں میرے وجود میں اتر گئیں، آج تک میری زندگی کا سب سے بڑا المیہ یہ تھا کہ ایک مشہور راہب کا بیٹا ہونے کے باوجود میں خواب میں تم مسلمانوں کی اذان سنتا ہوں اور اب وہ ایک مسلمان لڑکی، وہ ہر رات مجھے خواب میں نظر آتی ہے۔ وہ مجھے روشنیوں سے بھرے ایک راستے پر لے جاتی ہے اور میں کسی زرخرید غلام کی مانند اس کی پیروی کرتا جاتا ہوں۔ اندھیروں سے نکل کر روشنیوں کی طرف چلتا جاتا ہوں۔ میں کیوں کرتا ہوں ایسا، میں نہیں جانتا۔ کیوں میں اسے اپنے حواسوں پر سوار ہونے سے نہیں روک پاتا، میں نہیں جانتا عدیل! میں نہیں جانتا۔" جان نے ہار جانے والے انداز میں کہتے ہوئے اپنا سر ٹیبل پر رکھ دیا اور عدیل حیرت سے اسے دیکھتا رہا۔ کیا یہ وہی جان تھا جو مسلمانوں سے خار کھاتا تھا، جسے پکے مسلمان ایک آنکھ نہیں بھاتے تھے، وہ جان ویراج چوہان آج ایک مسلمان لڑکی سے محبت کر بیٹھا تھا اور شاید اس بات سے بالکل بے خبر تھا۔ عدیل کی نگاہوں میں خوف کے سائے لہرا رہے تھے، جان اس کا عزیز دوست تھا اور وہ اپنے دوست کو کبھی ہارتے ہوئے نہیں دیکھنا چاہتا تھا مگر وہ جانتا تھا کہ جان یہ بازی روزِ اوّل ہی ہار چکا ہے۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

"احمد کی ماں نے کہا ہے کہ تمہیں شادی کے بعد اپنا رنگ ڈھنگ بدلنا پڑے گا کیونکہ یہ احمد کی خواہش ہے۔" وہ دونوں اس وقت کچن میں کھڑی تھیں اور رات کے کھانے کی تیاری کررہی تھیں۔
"اماں! آپ نے یہ بات سن کیسے لی۔ کیا تبدیلی لاؤں میں اس انسان کے لیے اپنے اندر اور کیوں لاؤں؟

میں جیسی ہوں وہ مجھے ویسے ہی اپنانے کے لیے تیار ہے تو ٹھیک ہے ورنہ...... ورنہ آپ یہ رشتہ ختم کردیں۔" اس نے اٹک کر یہ جملہ مکمل کیا۔

"دماغ خراب ہوگیا ہے تمہارا‘ رشتہ توڑنے کا مطلب سمجھتی ہو۔ کتنی بدنامی ہوگی ہماری۔ کتنی باتیں بنیں گی تمہارے بارے میں‘ کچھ اندازہ بھی ہے تمہیں اس بات کا۔" انہوں نے عبیرہ کو سمجھانے کی کوشش کی۔

"کوئی فرق نہیں پڑتا مجھے اماں! لوگوں کی عادت ہے دو چار دن باتیں کریں گے اور پھر بھول جائیں گے۔" عبیرہ کے انداز میں بے فکری تھی۔

"مجھے لگ رہا ہے کہ آج تم واقعی ہوش میں نہیں ہو۔ خیر جو بھی ہو‘ شادی کے بعد تو تمہیں وہی کرنا پڑے گا جو احمد چاہے گا کیونکہ وہ تمہارا مجازی خدا ہوگا۔" ان کا لہجہ حتمی تھا۔ عبیرہ نے بے بس نگاہوں سے انہیں دیکھا۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتیں گھر کے داخلی دروازے سے عباد صاحب داخل ہوئے اور بلند آواز میں سلام کیا‘ یہ ان کی عادت تھی وہ جب بھی نماز پڑھ کر گھر آتے تو سلام کیا کرتے تھے۔ وہ محلے کی چند معزز شخصیات میں سے ایک تھے اور ایک سرکاری اسکول میں بطور قاری اور اسلامیات کے ٹیچر تھے۔ گھر کا خرچ پورا کرنے کے لیے عبیرہ بھی ٹیوشن پڑھاتی تھی اور اس کی اماں سلائی کیا کرتی تھیں۔

"عبیرہ کی اماں‘ ذرا ادھر تو آئیں۔" انہوں نے صحن میں لگے درخت کے نیچے رکھے تخت پر بیٹھتے ہوئے کہا اور وہ فوراً ہی کچن سے نکل کر ان کے پاس آ بیٹھی تھیں۔

"آغا صاحب ملے تھے‘ وہ کہہ رہے تھے کہ اگلے ہفتے عبیرہ اور احمد کا نکاح کردیں تاکہ عبیرہ کا امریکہ کے لیے ویزا بن سکے۔ رخصتی اگلے مہینے ہی کردیں گے تو میں نے ہاں کردی ہے اب آپ لوگ تیاری کر لیجیے گا۔ اگلے جمعہ عصر کے بعد نکاح ہے۔" اس بات نے جہاں عبیرہ کی اماں کو بہت خوش کردیا تھا وہیں عبیرہ کو بہت مایوس کردیا تھا‘ مایوسی کو کفر ماننے والی لڑکی آج غیر ارادی طور پر کفر کر بیٹھی تھی۔

❀ ...... ❀ ...... ❀

"ماما میں آپ کو بہت یاد کرتا ہوں۔" وہ ان کے گلے لگ گئی بار یہ جملہ کہہ چکا تھا اور وہ مسکرا رہی تھیں۔

"میرا بیٹا مجھے یاد نہیں کرے گا تو پھر کسے کرے گا۔" انہوں نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے ماتھے کا بوسہ لیا۔ جان ان کی اکلوتی اولاد تھا اور انہیں بے حد عزیز بھی۔ جان کے والد اس کی پیدائش کے ایک ڈیڑھ سال بعد ہی وفات پاگئے تھے اور وہ بچپن سے ہی ان کے قصے سنتے ہوئے بڑا ہوا تھا۔ اس کے والد ایک گارمنٹ فیکٹری کے مالک تھے‘ سوشل لائف کے ساتھ ساتھ انہوں نے اپنی مذہبی لائف کو بھی نظر انداز نہیں کیا تھا وہ عیسائیت کی تبلیغ کے لیے مختلف شہروں میں جاتے تھے اور ان کی بدولت عیسائیت کو بہت ترقی مل رہی تھی اسی لیے مسلمان رہنماؤں نے انہیں قتل کروادیا تھا۔ یہ سب کچھ اسے اس کی مما نے بتایا تھا اور یہی وجہ تھی کہ اسے مسلمان رہنماؤں سے نفرت تھی۔

"اسٹڈیز کیسی جارہی ہیں تمہاری؟" انہوں نے کھانا کھاتے ہوئے پوچھا۔

"بہترین! آج کل ڈاکومینٹری پر بھی کام کررہے ہیں ہم لوگ۔" اس نے خوشی خوشی بتایا۔

"گڈ اور ماسٹرز کے بعد کیا ارادہ ہے‘ جاب یا پھر بزنس۔" انہوں نے مسکرا کر پوچھا۔

"آپ کو پتا ہے مما! بزنس میری فیلڈ نہیں ہے اگر ہوتی تو میں بی بی اے کرتا ماس کوم نہیں۔" اس نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

"ہوں‘ اسی لیے میں نے کبھی تمہیں فورس نہیں کیا۔" وہ کھانا ختم کرکے اب مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ تھیں۔

"جان! تمہاری صلیب کہاں ہے جو فادر جوزف نے لاسٹ ویک تمہیں دی تھی۔" انہوں نے اس کے چہرے پر نگاہیں جماتے ہوئے پوچھا اور ان کی اس بات پر جان سٹپٹا گیا۔

"و...... و...... وہ۔" اس نے گردن پر ہاتھ رکھ کر یاد کرنے کی کوشش کی تھی تبھی اس کی مما نے ہاتھ آگے بڑھایا

اور اسے ہتھیلی پر وہ صلیب دکھی نظر آئی تھی۔
"شاید اپنی کار کے ڈیش بورڈ پر پھینک آئے تھے ہے ناں۔" ان کے لہجے میں طنز تھا۔ جان نے آنکھیں چرائی تھیں۔
"پہنیں اسے۔" جان نے وہ صلیب ان کے ہاتھ سے لے کر گلے میں ڈال لی تھی۔
"آپ کو کچھ اندازہ بھی ہے جان آپ کی اس حرکت سے جیز زہم سے ناراض بھی ہوسکتے ہیں اور ہو گیا سکتے ہیں ہو رہے ہیں۔" ان کے اس جملے سے وہ سمجھ گیا کہ ان کا اشارہ پچھلے ہفتے ہونے والی بات پر تھا۔
"آئی ایم سوری ماما!" جان شرمندہ ہوا۔
"اگر اب آپ نے یہ کراس اتارا تو میں آپ سے کبھی بھی بات نہیں کروں گی۔" ان کا لہجہ دھمکی آمیز تھا۔ جان گھبرا کر اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے قدموں میں بیٹھ گیا اور ان کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولا۔
"آئی ایم سوری ماما! میں اب ایسا کبھی نہیں کروں گا پلیز آپ مجھ سے ناراض مت ہوں پلیز۔" جان کا لہجہ لجی تھا اس نے اپنا سر ان کی گود میں رکھ دیا تھا۔
"ٹھیک ہے۔" انہوں نے بہت پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا اور ایک گہری سوچ میں غرق ہوگئی تھیں۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

"یہ آپ کیا کہہ رہیں عمیرہ!" عباد صاحب کبھی عمیرہ کو دیکھ رہے تھے اور کبھی عمیرہ کی اماں کو۔
"آپ کو کچھ اندازہ ہے آپ کے اس فیصلے کا کیا نتیجہ ہوگا۔" انہوں نے حیرت سے عمیرہ کو دیکھا وہ تو بہت سلجھی ہوئی اور نرم مزاج لڑکی تھی مگر آج وہ حد درجہ بے عقلی کی باتیں کر رہی تھی۔
"میں اسے سمجھا کر تھک گئی ہوں اب آپ ہی اسے سمجھا سکتے ہیں۔" عمیرہ کی اماں نے عباد صاحب کو مخاطب کیا اور پھر کمرے سے باہر چلی گئی۔
"آپ احمد سے رشتہ اس لیے توڑنا چاہتی ہیں کیونکہ اس نے آپ کو چادر پہننے سے منع کیا ہے کیا یہ بات اتنی اہم ہے کہ جس پر آپ اتنا جذباتی قدم اٹھائیں۔" انہوں نے بہت نرم لہجے میں پوچھا۔
"کیا آپ کی نگاہ میں یہ بات اتنی اہم نہیں ہے بابا جانی۔" عمیرہ کو حیرت ہوئی تھی۔
"نہیں ہے آپ ادھر آئیں میرے پاس۔" انہوں نے بہت شفقت اور محبت سے کہا اور عمیرہ میکانکی انداز میں چلتی ان کے پاس آ بیٹھی تھی۔
"آپ اللہ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی محبت کرتی ہیں مجھے یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوتی ہے لیکن آپ ایک بات کو بھول گئیں دینِ اسلام میں اللہ پاک نے کچھ حدود بنائی ہیں اگر انسان ان حدود سے باہر نکلنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ حدِ اعتدال سے بڑھ جانے والوں میں یا پھر انتہا پسندوں میں شامل ہو جاتا ہے اور دینِ اسلام میں انتہا پسندوں کے لیے کوئی جگہ نہیں اور میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ آپ انتہا پسند ہوتی جا رہی ہیں عمیرہ!" انہوں نے اس کا سر اپنے سینے پر لگا کر اس کا سر سہلاتے ہوئے کہا اور عمیرہ کو عجیب سی تسکین مل رہی تھی۔
"آپ اللہ سے اتنی محبت کرتی ہیں کیا آپ یہ چاہیں گی وہ آپ کو اپنے ناپسندیدہ لوگوں شامل کرلے نہیں ناں تو پھر جو ہو رہا ہے اسے ہونے دیں کیونکہ اللہ کبھی بھی اپنے بندوں کے حق میں برا نہیں کرتا۔" انہوں نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا۔
"یہ میری دعا ہے آپ کے حق میں عمیرہ! ایک باپ کی دعا، جس کی رضا میں اللہ نے اپنی رضا ظاہر کی ہے اللہ پاک آپ کو ایک صالح شوہر کا ساتھ نصیب کرے جو آپ سے بے حد محبت کرے آپ کا بہت خیال رکھے، جیسی آپ ہیں ویسے ہی آپ سے محبت کرے اور ان شاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔" وہ رات گئے تک اپنے بابا جانی کی باتیں سوچتی رہی اور پھر اس کا دل مطمئن ہو گیا تھا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁
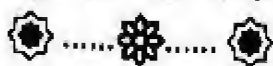
"تم ناراض تو نہیں ہو ناں عدیل!" جان نے بے

ترتیب ہوتی سانسوں کے ساتھ پوچھا۔ وہ دونوں اس وقت جاگنگ ٹریک پر تھے۔ عدیل نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"مجھے پتا نہیں میں اس دن کیا کیا بکواس کرتا رہا مگر مجھے اتنا پتا ہے کہ میں غلط تھا۔ تم ناراض تو نہیں ہو ناں۔" جان نے ایک بار پھر پوچھا۔ عدیل رک کر سانس درست کرنے لگا تھا۔ جان نے پلٹ کر اسے دیکھا۔

"کیا ہوا' رک کیوں گئے؟" جان نے الٹے قدموں پیچھے ہوتے ہوئے کہا پوچھا اور اچانک ہی وہ بہت زور سے کسی سے ٹکرایا تھا۔ جان کی کہنی پیچھے سے آنے والے شخص کے پیٹ میں پوری قوت سے لگی تھی اور وہ پیٹ پکڑ کر زمین پر بیٹھتا چلا گیا تھا۔

"اوہ آئی ایم سوری۔" جان جلدی سے پلٹا۔ "سوری میں آپ کو دیکھ نہیں پایا۔" جان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے تسلی دینے کی کوشش کی تھی مگر اس نے جان کا ہاتھ جھڑک دیا تھا۔

"اندھے ہو دکھائی نہیں دیتا' جب ٹریک پر چلنے کا طریقہ نہیں آتا تو شیخی دکھانے کی کیا ضرورت ہے۔" اس کا انداز بہت بدلحاظ تھا' جان کو بہت غصہ آیا تھا۔

"مائنڈ یور لینگویج مسٹر! اگر آپ مجھے اندھا کہہ رہے ہیں تو اپنے بارے میں کیا خیال ہے۔ میری تو پھر بھی آپ کی طرف پیٹھ تھی آپ تو مجھے دیکھ سکتے تھے یا میری طرح آپ بھی اندھے ہیں۔" جان نے اب کی بار اسی کے انداز میں بات کی تھی۔

"یو باسٹرڈ!" اس لڑکے نے اٹھتے ہوئے جان کا گریبان تھاما تھا' جواباً جان نے بھی یہی کیا تھا۔ اتنے میں عدیل اور کچھ لوگ بھی ان تک پہنچ گئے تھے۔ ان لوگوں نے بڑی مشکل سے ان کا بیچ بچاؤ کرایا تھا۔

"آئی ایم سوری احمد بھائی! جان نے دیکھا تھا عدیل اس بدلحاظ لڑکے کو جانتا تھا۔

"تم ایسے لوگوں سے دوستی کر رکھی ہے عدیل تم نے جنہیں بات کرنے کی تمیز نہیں ہے۔ آؤں گا میں انکل سے تمہاری شکایت کرنے۔" احمد عدیل پر بری طرح غصہ کر رہا تھا۔

"آپ کو کوئی حق نہیں پہنچتا میرے دوست سے اس طرح بات کرنے کا۔" جان غراتا ہوا اس کی جانب بڑھا تھا۔

"جان! خاموش ہو جاؤ' چلو یہاں سے۔" عدیل زبردستی اسے گھسیٹتا ہوا وہاں سے لے گیا۔

❁......❁......❁
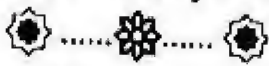
جان کا غصے سے برا حال ہو رہا تھا اور اسی لیے کار بہت تیز چلا رہا تھا۔

"تم بیچ میں کیوں آئے عدیل! میں مار مار کر اس کا وہ حال کرتا کہ اسے اپنی نانی یاد آجاتی۔" جان نے غصے سے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"اور تمہیں کیا ضرورت تھی اس سے یوں معافیاں مانگنے کی وہ انسان تو بات کرنے کے بھی لائق نہیں۔" جان نے دیکھا عدیل بالکل خاموش بیٹھا تھا۔ "تمہیں کیوں سانپ سونگھ گیا۔" جان نے اسے متوجہ کرنا چاہا اور عدیل نے کچھ عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھا۔ "کیا ہوا؟" جان کو الجھن ہوئی تھی۔

"وہ عبیرہ کا فیانسی ہے۔" عدیل کے اس جملے پر جان کی گرفت اسٹیئرنگ پر ڈھیلی ہوئی مگر دوسرے ہی لمحے اس نے خود کو نارمل ظاہر کیا تھا۔

"وہ عبیرہ کا فیانسی ہو یا شوہر آئی ڈونٹ کیئر۔" جان نے بےفکری سے کہا۔

"شوہر بھی بن جائے گا اگلے ہفتے۔" عدیل نے ایک اور بم پھوڑا اور جان کی رنگت مزید پھیکی ہوئی تھی مگر وہ خاموش ہو گیا تھا۔ عدیل کو اس کے گھر ڈراپ کر کے وہ خود بھی گھر آ گیا تھا مگر طبیعت کچھ بوجھل سی ہو گئی تھی۔

اس نے کمرے کا دروازہ بند کیا اور کار کی چابی بیڈ پر ہی ایک طرف ڈالتے ہوئے وہ خود بھی بیڈ پر دراز ہو گیا۔ بنا جوگنگ ڈریس تبدیل کیے اور جاگرز اتارے۔ وہ کتنی دیر بے حس و حرکت پڑا رہا تھا۔ جیسے وجود میں جان ہی نہ ہو جیسے دل ہی نہ دھڑک رہا ہو۔ اندھیرا ادم میں مزید بڑھ گیا

تھا' مگر ایک عجیب سی روشنی اسے اپنے وجود میں محسوس ہوئی تھی اس نے آنکھیں بند کی اور عمیرہ کا چہرہ اس کی آنکھوں میں ابھرا تھا اور اس نے آنکھیں کھول دی تھیں۔

"یہ اسی کی روشنی ہے' اسی کی......" اس نے خود کو مخاطب محسوس کیا تھا۔

"کیا تم میرے وجود میں کہیں ہو عمیرہ عباد؟" اس نے خود سے پوچھا تھا۔

"کہاں؟" وہ ایک بار پھر مخاطب تھا یک دم اس کی آنکھیں ایک انجانے خوف سے پھیل گئی اور وہ اپنی جگہ اٹھ بیٹھا تھا۔

"کہیں...... کہیں تم میرے دل کے نہاں خانوں میں تو مقید نہیں ہوگئی ہو عمیرہ!" اس کا پورا وجود لرز کر رہ گیا تھا۔

⊛ ...... ❀ ...... ⊛
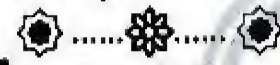
اس نے عمارت پر ایک گہری نگاہ ڈالی تھی' اسلامی طرز پر بنائی گئی وہ عمارت اسلامی طرز کا مرکز تھی۔ داخلی دروازہ شیشم کی لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ اس پر خوب صورت نقش کاری کی ہوئی تھی۔ دروازے کے آگے ماربل کی سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ سیڑھیوں کے دونوں طرف طویل کیاریاں بنی ہوئی تھیں جن میں موتیا اور گلاب کے پھول کھلے تھے۔ دروازے کے اوپر بلیک کلر کی بہت چوڑی اسٹرپ پر سلور کے جلی حروف میں لکھا تھا۔

"Institute of Islamic Studies" اس نے ایک گہرا سانس لے کر ڈیپارٹمنٹ کے اندر قدم رکھ دیا۔ وہ آج یہاں چوتھی بار آیا تھا' وہ پچھلے چار سال میں کبھی اس ڈیپارٹمنٹ میں نہیں آیا تھا۔ اسے اسلام میں نہ تو کوئی دلچسپی تھی اور نہ دین اسلام پر وعظ و تبلیغ کرنے والوں سے۔ عدیل ایسے لوگوں میں نہیں تھا شاید اسی لیے وہ جان کا سب سے قریبی دوست تھا اور شاید یہی وجہ تھی' جس کے سبب جان نے پہلی ملاقات میں عمیرہ کی کہی ہوئی بات پر حد درجہ ناگواری کا اظہار کیا تھا مگر اس ایک لمحے کے بعد اس نے کبھی عمیرہ سے ناگواری محسوس نہیں کی تھی۔ اس نے کلرک آفس میں داخل ہوکر ڈائریکٹر سے رابطہ کیا اور انہیں بتایا کہ وہ ایک اسائنمنٹ کے سلسلے میں ان سے ملنے آیا ہے اور انہوں نے اسے اپنے آفس میں بلالیا تھا۔

"سر میرا نام جان ویراج چوہان ہے۔ ماس کوم فائنل ایئر کا اسٹوڈنٹ ہوں۔ میرا یہاں آنے کا مین پرپز یہ ہے سر کہ مجھے آپ کے ڈیپارٹمنٹ کے اس سمسٹر کے بارے میں انفارمیشن حاصل کرنی ہے اور اسے مکمل کرکے اگلے ہفتے کے میگزین میں شایع کرنا ہے۔" جان نے اپنا تعارف کراتے ہوئے بہت تفصیلی طور پر بتایا۔

"اوکے مسٹر چوہان! میں آپ کے لیے کیا کرسکتا ہوں؟" ڈائریکٹر نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"مجھے آپ سے کچھ سوالات پوچھنے ہیں اور آپ کے کچھ ٹیچرز سے بھی۔" جان نے بہت سہولت سے جواب دیا تبھی ایک کلرک دروازہ کھول کر اندر آیا اور ایک سرٹیفکیٹ ڈائریکٹر کی طرف بڑھاتے ہوئے سائن کرنے کا کہہ کر چلا گیا۔ ڈائریکٹر نے وہ سرٹیفکیٹ اپنے سامنے ٹیبل پر رکھا اور ادھر اُدھر پین دیکھنے لگا تھا' جان نے اپنے ہاتھ میں پکڑا پین مسکرا کر ان کی طرف بڑھایا تو انہوں نے شکریہ کے ساتھ پین لیا اور سائن کردیے۔ پین واپس لیتے ہوئے جان کی نظر سرٹیفکیٹ پر پڑی تھی اور ایک لمحے کے لیے اس کا ہاتھ ہوا میں ہی رک گیا تھا۔ وہ عمیرہ کا انٹرشپ سرٹیفکیٹ تھا۔

"اس کا مطلب اس دن وہ ایک انٹرنی کے طور پر پڑھا رہی تھی اور میں اسے پریزنٹیشن سمجھ رہا تھا۔" جان ایک گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

"مسٹر چوہان۔" ڈائریکٹر نے اسے پکارا۔

"سر! کیا آپ میرا ایک کام کرسکتے ہیں؟" جان نے پین پکڑتے ہوئے کچھ پُرسوچ لہجے میں کہا۔

"یس پلیز۔" ڈائریکٹر نے اب بھی نرم لہجے میں کہا۔

"میں آپ کے اور ٹیچرز کے انٹرویوز کے علاوہ کچھ کلاسز بھی اٹینڈ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کو کوئی پرابلم تو نہیں ہوگی۔" جان نے بہت محتاط انداز میں کہا۔

"نہیں! بالکل بھی نہیں اگر آپ مینج کر سکیں تو بھلا ہمیں کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔" ڈائریکٹر نے حد درجہ خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا تھا۔

"ویسے آپ کون سے ایئر کی کلاسز اٹینڈ کرنا چاہیں گے؟" ڈائریکٹر نے پوچھا۔

"میں مس عمیرہ کی کلاسز اٹینڈ کرنا چاہوں گا وہ جس ایئر کو بھی پڑھاتی ہیں۔" جان نے جواب دیا۔

"آپ کو شاید غلط فہمی ہوئی ہے مسٹر چوہان! عمیرہ ہماری ایک قابل طالبہ ہیں اور آج کل ایک انٹرنی کے طور پر کلاسز دے رہی ہیں وہ پروفیسر نہیں ہیں۔" ڈائریکٹر نے اسے وضاحت دی۔

"میں جانتا ہوں میں نے ان کی ایک کلاس اٹینڈ کی تھی مجھے ان سے بھی کچھ سوالات پوچھنے ہیں۔" جان نہیں سمجھ پارہا تھا کہ وہ یہ سب کیوں کہہ رہا تھا مگر یہ بات اس کے دل کو ایک عجیب تسکین دے رہی تھی۔

"اوکے جیسے آپ کی مرضی۔" ڈائریکٹر نے رضامندی ظاہر کردی۔ اس کے بعد جان نے ڈائریکٹر اور کچھ ٹیچرز کے انٹرویوز لیے اور مطمئن دل کے ساتھ ڈیپارٹمنٹ سے واپس آ گیا تھا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁
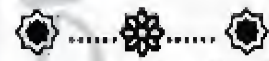
وفا جب مصلحت کی شال اوڑھے
سردُرت کا روپ دھارے دل کی آنگن سے گزرتی ہے
تو پلکوں پر ستاروں کی دھنک مسکانے لگتی ہے
کبھی خوابوں کے ان چھوئے ہیولوں سے کبھی
ان دیکھی سی انجانی سی خوشبو آنے لگتی ہے
کسی کے سنگ بیتے ان گنت لمحوں کی زنجیریں
اچانک ذہن میں جب گنگناتی ہیں
نفس کے تار میں سناٹا ایک دم چیخ اٹھتا ہے
تو یوں محسوس ہوتا ہے
ہوائیں آ کے سرگوشی سی کرتی ہیں
محبت کا تمہیں اب تو ادراک ہوگیا ہوگا
یہ جو بھی زخم دیتی ہے کبھی سینے نہیں دیتی
محبت روٹھ جائے تو کبھی جینے نہیں دیتی

وہ اپنے اپارٹمنٹ کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تھا' لائٹ آن کیے بغیر اندھیرے میں ہی اپنا بیگ ایک طرف ڈالا اور اپنے گلے میں پڑا کارڈ سینٹرل ٹیبل پر پھینکا تھا۔ اپنی ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے وہ صوفے پر بیٹھا تھا۔ ٹائی بھی کھول کر اس نے ٹیبل پر ڈال دی اور صوفے کی پشت گاہ سے ٹیک لگاتے ہوئے اپنے پاؤں ٹیبل پر رکھے' اپنے دونوں ہاتھ سر کے نیچے رکھتے ہوئے اس نے آنکھیں موند لی تھیں۔ تھکاوٹ اور بے زاری دونوں ہی اس کے چہرے سے عیاں تھیں۔ پورے دن کی روٹین یاد کرتے ہوئے اس کا ذہن ایک بار پھر انتشار کا شکار ہورہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ اب وہاں نہیں رہ پائے گا۔ ہر ملک' ہر شہر میں وہ زیادہ سے زیادہ چھ ماہ تک ہی ٹک پاتا تھا اور یہاں تو پھر بھی اس نے پورا ایک سال گزار دیا تھا۔

"جب ہماری کوئی بھی تدبیر کارگر ثابت نہ ہو' جب ہماری بہت کوشش کے باوجود بھی ہمارے مسائل حل نہ ہورہے ہوں اور ہماری پریشانیاں ہمارے جسم و روح کو گھائل کرنے لگیں تب ہمیں نماز قائم کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے کیونکہ نماز بندے کا اپنے ربّ سے براہ راست تعلق پیدا کرتی ہے' جب ٹوٹا دل اس عظیم الشان ربّ کے روبرو جھکتا ہے تو صرف لب تھرتھراتے ہیں' اپنی اوقات اور اپنے بے بس و حقیر ہونے کا احساس حاوی ہوتا ہے۔ دل سے ہر غرور اور تکبر مٹ جاتا ہے۔ اس کی بلندی اور اپنی بندگی کا احساس بندے کو اس کے ربّ کے بہت قریب لے جاتا ہے۔ عجز وانکسار کے ساتھ اپنے ربّ کے آگے جھکتا ہے اور بے شک اللہ پاک عجز وانکسار کو پسند کرتا ہے۔" اس کے کانوں میں اسی انسان کی آواز گونج رہی تھی جسے اس نے ہمیشہ آئیڈیلائز کیا تھا' اس نے آنکھیں کھولی اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اسے نماز پڑھنی تھی' ہر مشکل اور پریشانی میں اللہ کی سب سے بڑی مدد' نماز۔ کچھ دیر بعد اس کی انگلیاں بہت تیزی سے اپنے لیپ ٹاپ کی کیز پر چل رہی تھیں۔

رجسٹریشن مکمل ہو چکا تھا اس نے اپنا نام لکھا۔ ''کاشان فریدی'' اور اپنی کمپنی کے میلنگ ایڈریس پر بھیج دیا تھا۔ کافی کا کپ اٹھائے وہ کوریڈور میں کھڑا ہوگیا۔ سڑک پر دوڑتی گاڑیوں کو دیکھتے ہوئے اس کے ذہن میں کل کے پیپر میں چھپنے والی سرخی ابھرنے لگی تھی۔

''پاکستان کے مشہور جرنلسٹ میں سے ایک ''کاشان فریدی'' اپنے کیریئر کی بلندی پر اپنی جاب سے استعفیٰ دے چکے ہیں۔''

❁ ...... ❀ ...... ❁
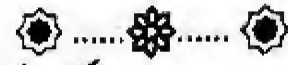
اس نے کسمساتے ہوئے آنکھیں کھولی تھیں۔ سر شدید درد کی لپیٹ میں تھا آنکھیں کھلتے ہی بند ہوگئی تھیں جس کا سبب کمرے میں جلنے والی لائٹ تھی یا پھر بہت دیر آنکھیں بند رہنے کی وجہ سے ایسا ہوا تھا۔ اس نے آہستہ آہستہ سے آنکھیں دوبارہ کھولی اور اب کی بار وہ کامیاب رہی تھی۔ وہ اس وقت اسپتال کے بیڈ پر تھی' ایک ڈاکٹر اس کا ہاتھ تھامے اس کی نبض چیک کر رہا تھا' اسے آنکھیں کھولتا دیکھ کر ڈاکٹر اس سے مخاطب تھا۔

''کیسی ہیں مس طوبیٰ آپ؟'' اس نے جواب دینے کے بجائے مسٹر اور مسز یامین کو دیکھا ان کی نگاہوں سے بے بسی اور مجبوری عیاں تھی۔ اس کے ذہن میں آج ہونے والا اس کی زندگی کا سب سے بڑا حادثہ سب سے بڑا سچ گھومنے لگا تھا۔ آج اس کی شادی اس کے بابا کے سب سے بہترین دوست کے بیٹے احرام سے ہو رہی تھی' پانچ سال منگنی کے بعد آج یہ رشتا تکمیل کو پہنچ رہا تھا اور آج کے دن ہی اس پر یہ انکشاف ہوا تھا کہ جنہیں وہ اپنا ماں باپ سمجھتی تھی ان کا تو اس سے کوئی رشتہ ہی نہیں تھا۔ یہ انکشاف اس پر آج بھی نہیں ہو پاتا اگر برات سے آدھا گھنٹہ پہلے احرام کی آمد نے اسے حیرت میں نہ ڈال دیا ہوتا۔ وہ دلہن بنی کمرے سے باہر نکلی تھی' پورے گھر میں سنسنی سی پھیلی ہوئی تھی۔ مہمانوں میں سرگوشیاں ہو رہی تھیں۔ وہ شرارہ سنبھالے اپنے بابا کے کمرے کے دروازے تک پہنچی تھی۔ اس کے کانوں سے احرام کی آواز ٹکرائی تھی۔

''انکل! مجھے یہ بات آج پتا چلی ہے اگر پہلے پتا چل گئی ہوتی تو میں طوبیٰ سے یہ بات نہ چھپاتا۔ مجھے حیرت ہے آپ لوگوں نے اسے یہ بات کیوں نہیں بتائی۔ یہ اس کا حق تھا کہ اسے پتا چلتا کہ وہ...... وہ آپ کی بیٹی نہیں ہے۔ اگر کل......'' اس کا جملہ ادھورا رہ گیا تھا وہ طوبیٰ کو دروازے پر کھڑا دیکھ چکا تھا وہ غیر یقینی نگاہوں سے ان تینوں کو دیکھ رہی تھی۔ وہ نفی میں سر ہلاتے پیچھے ہٹنے لگی۔

''نہیں...... یہ نہیں ہوسکتا۔ یہ جھوٹ ہے...... یہ......'' وہ برستی آنکھوں سے مڑی اور بھاگتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھ گئی احرام اس کے پیچھے آیا مگر طوبیٰ اس کی پہنچ سے باہر نکل گئی تھی۔ انہوں نے فوراً ہی پولیس کو انفارم کیا' کچھ دیر بعد ہی انہیں طوبیٰ کا پتا چل گیا تھا۔ اسپتال پہنچ کر ڈاکٹر سے بات کرنے پر پتا چلا تھا کہ زیادہ زخمی نہیں ہوئی تھی صرف ہاتھوں کی کلائیاں زخمی ہوئی تھیں۔ یہ سب کچھ یاد کرتے ہوئے اس کی آنکھوں سے آنسو پھر رواں ہوگئے تھے۔

''طوبیٰ! میری بچی...... تم صرف ہماری بیٹی ہو۔ صرف ہماری اور بس......'' مسز یامین نے جھک کر اس کے ماتھے کا بوسہ لیا اور بیڈ پر ہی اس کے برابر بیٹھ گئی تھیں۔ مسٹر حیات بھی آگے بڑھ آئے اور اس کا ہاتھ تھام کر بہت محبت سے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا تھا۔

''طوبیٰ! آپ صرف ہماری بیٹی ہیں اور کسی کی نہیں۔'' ان کی آنکھیں نم ہو رہی تھیں۔

''یہ حقیقت نہیں ہے بابا! اور آپ کے کہہ دینے سے حقیقت نہیں بدلے گی۔ کون ہوں میں؟ کیا ہے میری پہچان؟ اور کس خاندان سے ہے میرا تعلق؟'' وہ رندھے لہجے میں پوچھ رہی تھی۔ ''کم از کم آپ مجھے یہ ہی بتادیں کہ کہاں سے ملی تھی میں آپ کو؟'' وہ بُری طرح رونے لگی۔

''میں بتاتا ہوں کون ہیں آپ؟ کیا ہے آپ کی پہچان اور کس خاندان سے تعلق ہے آپ کا؟'' ایک باوقار آواز دروازے کی طرف سے ابھری تھی۔ ان تینوں نے ہی

دروازے کی جانب دیکھا۔ یہ وہی لڑکا تھا جسے اس نے بے ہوش ہونے سے چند سیکنڈ پہلے دیکھا تھا۔

"کون ہے یہ؟" اس کے ذہن میں کھلبلی مچ گئی تھی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

وہ پچھلے ایک گھنٹے سے اسی کلاس میں اسی چیئر پر بیٹھا تھا جس میں اس نے عمیرہ کا پہلا لیکچر اٹینڈ کیا تھا' کانوں میں ہینڈز فری لگائے وہ بیک اسٹریٹ بوائز کا سونگ کتنی بار سن چکا تھا۔

"کیا ہے میری خواہش؟ کیا میں واقعی عمیرہ سے کچھ سیکھنا چاہتا ہوں یا پھر...... ہمیشہ کی طرح...... صرف محویت کا شکار ہونا چاہتا ہوں۔" اس نے گانا بند کرکے خود سے پوچھا۔

"کیوں آیا ہوں میں یہاں' کس لیے؟" بے ترتیب لیکن بامعنی سوالات اس کے ذہن میں ابھر رہے تھے مگر زندگی میں پہلی بار اس کے پاس اپنے کسی سوال کا جواب نہیں تھا اور وہ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ ایک لمبے وقت اس کے پاس اپنے کسی سوال کا جواب نہ ہوگا' یک دم دروازہ کھلا اور اس نے پلٹ کر دیکھا' عمیرہ ہاتھوں میں بلیک رنگ کی فائل اٹھائے اندر داخل ہو رہی تھی۔ اس پر نظر پڑتے ہی وہ ٹھٹک کر رک گئی۔ غالباً میلاد والا دن اسے یاد تھا۔ جان نے اس کی آنکھوں کے تاثرات سے اندازہ لگایا تھا مگر پھر وہ قدرے سنبھلتے ہوئے آگے بڑھ آئی تھی۔

"باقی اسٹوڈنٹس کہاں ہیں آپ کی کلاس کے؟" خالی کلاس پر نظر ڈالتے ہوئے وہ غالباً جان سے مخاطب تھی۔ جان کے جواب نہ دینے پر فائل ٹیبل پر رکھ کر وہ پلٹی۔ جان اسے ہی دیکھ رہا تھا مگر اس کے کانوں میں ہینڈز فری لگا تھا۔ عمیرہ نے ہاتھ کے اشارے سے اسے ہینڈز فری نکالنے کا کہا' اس نے غیر محسوس مسکراہٹ کے ساتھ ہینڈز فری کانوں سے نکال دیا۔

"آپ کی کلاس کے باقی کلاس فیلوز کہاں ہیں؟" فائل سے اٹینڈنس شیٹ نکالتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"اور آپ نے سمسٹر کے اینڈ میں جوائن کیوں کیا ہے؟ آپ کی اٹینڈنس بہت شارٹ ہے آپ پیپر نہیں دے پائیں گے' آپ کا رول نمبر کیا ہے؟" اس نے ٹیک لگاتے ہوئے کہا تبھی کچھ اسٹوڈنٹس اندر داخل ہوئے اور عمیرہ کو سلام کرکے اگلی نشستوں پر بیٹھ گئے تھے۔

"یس مسٹر بیک سیٹر۔" اس نے پین سے اسے پوائنٹ آؤٹ کیا' وہ مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ عمیرہ اسے ایک اسٹوڈنٹ کی طرح ٹریٹ کر رہی تھی جب کہ وہ دونوں ہی ہم عمر تھے۔ وہ کچھ بول پاتا اس سے پہلے ہی کچھ اسٹوڈنٹس اور آ گئے تھے۔ تقریباً تمام اسٹوڈنٹس کے آ جانے کے بعد عمیرہ نے ایک بار پھر جان کی طرف دیکھا۔

"آپ کا نام؟" مگر شاید ابھی قسمت جان کے ساتھ نہیں تھی' دروازہ ایک بار پھر کھلا اور ڈائریکٹر عبدالرؤف اندر داخل ہوئے تھے' انہیں دیکھ کر سبھی حیران رہ گئے سوائے جان کے۔ انہوں نے آگے بڑھ کر جان سے ہاتھ ملایا جس نے عمیرہ سمیت سب کو حیرت میں ڈال دیا تھا۔ عمیرہ ان کے قریب پہنچ چکی تھی۔

"السلام علیکم سر! آپ یہاں کیسے؟" عمیرہ نے بہت شائستہ لہجے میں پوچھا۔

"وعلیکم السلام! آج ایک ضروری کام تھا اس لیے آنا پڑا۔ ان سے ملیں یہ مسٹر جان ویراج چوہان ہیں۔ ماس کوم فائنل ائیر کے اسٹوڈنٹ ہیں' انہیں اپنے اسائنمنٹ میں آپ کی مدد چاہیے یہ کچھ انفارمیشن جمع کر رہے ہیں۔ مجھے امید ہے آپ ان کی اچھی طرح مدد کریں گی۔" عمیرہ نے ان کی بات پر صرف سر ہلایا تھا۔

"اوکے گڈ لک مسٹر چوہان۔" انہوں نے ایک بار پھر جان سے ہاتھ ملایا اور باہر نکل گئے۔ اب عمیرہ جان کی طرف متوجہ ہوگئی۔

"آپ نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ آپ سیکنڈ ائیر کے اسٹوڈنٹ نہیں ہیں۔" عمیرہ کا لہجہ بہت نارمل تھا۔

"اس کا موقع ہی نہیں آ پایا۔" جان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ویسے ایک اور وجہ بھی تھی۔ مجھے لگا کہ آپ مجھے کلاس

سے نکل جانے کا کہیں گی کیونکہ میں ایک نون مسلم ہوں اور آپ کا یہ ڈیپارٹمنٹ اسلامک ٹیچنگ پر مبنی ہے۔" جان نے اسی انداز میں کہا۔

"کیا......؟" عمیرہ کو حیرت ہوئی تھی۔ "ایسی کوئی بات نہیں ہے' میری نظر میں ان کی بہت عزت ہے جو دین اسلام کو اپنی خواہش اور خوشی سے سمجھنا چاہتے ہیں۔" عمیرہ نے اب بھی نرم لہجے میں کہا تھا۔

"تو پھر؟" عمیرہ پہلی بار چونکی تھی مگر جان خاموش ہوگیا یہ تو خود اسے بھی نہیں معلوم تھا کہ وہ یہاں کیوں آیا تھا' کیا چیز تھی جو اسے واپس یہاں کھینچ لائی تھی۔

"اوکے' آپ اگلی نشستوں میں سے ایک پر بیٹھ جائیں۔" اس کے خاموش رہنے پر عمیرہ نے کہا اور پلٹ کر بورڈ کی جانب بڑھ گئی تھی۔ جان اپنا بیگ اور ریکارڈ اٹھا کر اس کے پیچھے چل پڑا تھا بالکل ویسے ہی جیسے خواب میں اس کے پیچھے چلا کرتا تھا' وہ بورڈ پر ٹاپک لکھ رہی تھی۔

"صدقہ وتقویٰ۔" وہ ہمہ تن گوش ہوکر سن رہا تھا' اس کے لیکچر کے دوران وہ ایک بار پھر فادر جوزف اور عمیرہ کا موازنہ کررہا تھا۔

......

"میں یقین رکھتا ہوں اسلام اور عیسائیت میں کوئی فرق نہیں ہے۔" وہ اپنی جگہ پر کھڑا بلند آواز میں کہہ رہا تھا' آج وہ عمیرہ کا چوتھا لیکچر اٹینڈ کررہا تھا۔ عمیرہ ابھی اٹینڈنس سے فارغ ہی ہوئی تھی کہ اس نے اپنا نظریہ پوری کلاس کے سامنے بلند آواز میں بیان کیا۔ جان کی اس بات نے اسٹوڈنٹس کو طیش دلا دیا تھا مگر عمیرہ کے ایکسپریشن سب سے مختلف تھے۔ اس نے پُرسوچ انداز میں مسکراتے ہوئے جان کو دیکھا۔ جان بھی اس کے ایکسپریشن پر چونکا تھا۔

"آپ ایسا کہہ سکتے ہیں مسٹر چوہان کہ اسلام اور عیسائیت میں کوئی فرق نہیں۔" عمیرہ کے ایکسپریشن کے ساتھ ساتھ اس کی بات بھی سب کو چونکا گئی تھی۔ "لیکن کیا آپ یہ واضح کریں گے کہ آپ یہ بات کس بنیاد پر کہہ رہے ہیں؟" عمیرہ نے اپنی جگہ کھڑے ہوکر پوچھا۔

"آپ کے پچھلے لیکچرز کی بنیاد پر میں نے یہ بات کہی ہے۔ جن میں آپ نے صدقہ' خیرات' تقویٰ' پرہیزگاری اور قیامت کے بارے میں اپنی مقدس کتاب سے حوالے دیئے۔ شیطان کے بارے میں بتایا اور کہا جو مقدس کتاب پر عمل نہیں کرے گا وہ شیطان کا ساتھی ہوجائے گا اور جہنم میں جائے گا۔ عیسائیت میں بھی یہی تصور کیا جاتا ہے۔ ہم میں بھی متقی و پرہیزگار وہی ہوتا ہے جو صدقہ خیرات کرے' عبادت کرے' بائبل پر عمل کرے اور قیامت پر یقین رکھے پھر آپ مجھے بتائیں فرق کہاں ہے؟" جان نے بڑے اطمینان سے پوچھا۔

"کیا کوئی مسٹر چوہان کے تصور کی حمایت کرے گا؟" عمیرہ تمام اسٹوڈنٹس سے مخاطب ہوئی تھی۔

"میرا نہیں خیال میم کہ ان کا یہ کہنا درست ہے کیونکہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ پاک کا بیٹا مانتے ہیں نعوذباللہ۔" ایک لڑکے نے کھڑے ہوکر بلند آواز میں کہا۔

"اگر ہم ایسا مانتے ہیں تو اس میں کیا غلط ہے' کیا جیزز کی پیدائش ایک معجزہ نہیں ہے؟" جان نے دوبدو کہا۔ اس لڑکے نے کچھ کہنا چاہا تھا مگر عمیرہ نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کردیا۔

"آبگینے! آپ کچھ کہنا چاہیں گی؟" عمیرہ نے ایک بہت اچھی اسٹوڈنٹ کو مخاطب کیا تھا۔

"نو میم!" اس کے لہجے میں بہت کڑواہٹ تھی۔

"کیا آپ واقعی عیسائیت پر یقین نہیں رکھتیں؟" عمیرہ نے تصدیق چاہی تھی۔

"یس میم!" اس نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"کیا کوئی آبگینے کی بات کی حمایت کرے گا۔" عمیرہ نے سب کو مخاطب کیا تھا تقریباً سب نے ہاتھ اٹھایا ماسوائے چند ایک کے۔

"عبداللہ آپ نے آبگینے کی حمایت کیوں نہیں کی؟" عمیرہ نے ان چند اسٹوڈنٹس میں سے ایک سے پوچھا۔

"میم آبگینے اپنے اس جملے سے نادانستہ طور پر اللہ کے دین سے انکار کررہی ہیں۔ اللہ کے دین سے انکار کا

مطلب جس نبی پر وہ دین وہ شریعت اتاری گئی اس نبی کا انکار اور ایک نبی کا انکار تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے انکار ہے۔ ایسا کرنے سے کوئی بھی مسلمان اپنے دین سے باہر نکل سکتا ہے کیونکہ اسلام کی اساس ہی یہی ہے کہ اسلام کا ماننے والا صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا نبی و رسول ماننے سے دینِ اسلام میں داخل نہیں ہوسکتا۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان رکھنا ضروری ہے کیونکہ انبیاء کرام پر ایمان اسلام کے چار بنیادی عقائد میں دوسرا بڑا عقیدہ ہے۔ جس کو اللہ نے توحید کے بعد لازم و ملزوم قرار دیا ہے۔" عبداللہ کے خاموش ہونے پر عیرہ کے چہرے پر ایک تیز چمک ابھری تھی۔

"شاباش عبداللہ! آپ نے اپنے نام کی لاج رکھی۔ جزاک اللہ خیراً۔" عبداللہ کے بیٹھنے کے بعد عیرہ باقی اسٹوڈنٹس سے مخاطب ہوئی۔

"آپ لوگوں نے مجھے بہت مایوس کیا' مجھے لگا کہ آپ میری ہر بات سمجھتے ہیں اور آنے والی زندگی میں آپ کو بھی اسلام کے حوالے سے کوئی الجھن نہیں ہوگی لیکن مجھے بہت افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ آپ نے صرف سنا' رٹا لگایا مگر سمجھا نہیں۔ یہی ہماری قوم' ہم امتِ مسلمہ کا المیہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہم تفرقے میں پڑے ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک نے دینِ اسلام کو تنگ نظری اور محدودیت کا مذہب بنا دیا ہے۔ بنا سوچے سمجھے ہم اللہ پر بہتان باندھ دیتے ہیں اور ہمیں پتا بھی نہیں چلتا۔ ہم اس کے حکم سے روگردانی کر کے بھی بے خبر رہ جاتے ہیں۔" عیرہ ایک لمحے کے لیے رکی تو آبگینے مخاطب ہوئی تھی۔

"آئی ایم سوری میم! لیکن میرا وہ مطلب نہیں تھا جو آپ نے سمجھا۔ میں صرف نون مسلموں کے حوالے سے اپنا پوائنٹ آف ویو بتا رہی تھی مگر کیا آپ وضاحت کرسکتی ہیں اپنے اس تصور کی کہ اسلام اور عیسائیت ایک مذہب ہیں ان میں کوئی فرق نہیں حالاں کہ آپ ہم سے بہتر جانتی ہیں کہ اسلام میں کہیں بھی شرک کی کوئی گنجائش نہیں اور عیسائی اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں اور آپ ایک مشرک کی حمایت کررہی ہیں ہم اتنے مسلمانوں کی مخالفت میں۔" آبگینے کا لہجہ ذومعنی تھا۔

"کیا آپ کو یقین ہے آبگینے آپ نے یا کلاس میں سے کسی نے بھی میرا جملہ پورے غور سے سنا تھا' جو آپ کے مطابق میں نے مسٹر چوہان کی حمایت کرنے کے لیے کہا؟" عیرہ نے بہت مدہم مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

"یس میم! آپ نے کہا تھا' مجھے بھی ایسا لگتا ہے کہ اسلام اور عیسائیت کے درمیان کوئی فرق نہیں۔" آبگینے نے بہت اطمینان سے کہا۔

"میں نے تو ایسا نہیں کہا تھا۔" عیرہ نے تردید کی اور سب دنگ رہ گئے تھے۔ جان سوچنے لگا تھا کیا کہا تھا عیرہ نے۔ اس نے ذہن پر زور دیا اور اسے زیادہ دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا اپنی بہترین یادداشت کے سبب' وہ بلند آواز میں بولا تھا۔

"مجھے بھی ایسا لگتا ہے کہ اسلام اور عیسائیت کے درمیان کوئی بنیادی فرق نہیں۔" کلاس میں یک دم خاموشی چھا گئی تھی۔

"بالکل! میں نے یہی کہا تھا آپ بیٹھ جائیے پلیز۔" عیرہ نے بہت پُرسکون لہجے میں کہا۔ "اب میں آپ سب سے پوچھتی ہوں ماسوائے مسٹر چوہان کے' کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ عزوجل کی توحید کے سوائے کوئی پیغام دیا تھا؟ کیا انہوں نے اپنے اللہ کا رسول ہونے کے دعوے کے سوا کوئی اور دعویٰ کیا تھا؟ کیا انہوں نے کہا تھا اپنی امت سے کہ ان کے دنیا سے جانے کے بعد وہ لوگ انہیں اللہ کا بیٹا کہنا شروع کردیں۔" اب پوری کلاس میں خاموشی تھی۔ "نہیں' انہوں نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا جس سے اللہ کی توحید کے علاوہ کوئی اور معنی نکلتے ہیں۔ انہوں نے کوئی اضافی بات نہیں کی' کوئی بہتان نہیں باندھا اللہ پر پھر میں آپ یا کوئی اور یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کا پیغام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لائے ہوئے پیغام سے مختلف ہے۔" اب جان سمیت پوری کلاس پر عیرہ کے جملے کا تصور کلیئر ہوگیا تھا۔

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی وحدانیت کا پیغام اس کی طرف سے نازل شدہ کتاب انجیل دے کر گئے تھے' اپنی امت کو مگران کی امت نے اللہ کی کتاب میں تحریف کی' مشابہت کیں' اس کتابِ الٰہیہ میں اپنی من گھڑت باتیں شامل کردیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نعوذ باللہ اللہ کے بیٹے ہیں اور....."

"آپ سراسر غلط کہہ رہی ہیں۔" جان نے کھڑے ہوکر بہت بلند آواز میں کہا۔ "خود بائبل میں یہ واضح طور پر لکھا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یوحنا سے بپتسمہ لیا تو خدا نے کہا کہ بلاشبہ یہ ہماری اولاد ہے اور جو اس پر ایمان لائے گا وہ بھی ہماری اولاد میں شامل ہوجائے گا۔ اب کیا آپ بائبل کو بھی جھٹلائیں گے' بقول آپ کے وہ ایک آسمانی کتاب ہے اور آسمانی کتاب کے انکار سے ایک مسلمان' مسلمان نہیں رہتا۔" جان کو غصہ آ گیا تھا۔ جان کے غصے کا کوئی نوٹس لینے کے بجائے عیرہ نے ٹیبل پر رکھا پانی کا گلاس اٹھایا اور جان کی طرف بڑھا دیا' جو جان نے ایک ہی گھونٹ میں پی لیا۔

"ریلیکس' ہم یہاں حق و باطل کی جنگ نہیں لڑ رہے ہیں مسٹر چوہان! حق و باطل کا فیصلہ محشر کے دن اللہ پاک خود فرمادیں گے۔ ہمارا یہاں مین پر پزیہ ہے کہ ہم آپ کی رائے کا تجزیہ کریں کہ آج کی عیسائیت اور اسلام میں کوئی فرق نہیں۔" عیرہ نے گلاس ٹیبل پر رکھتے ہوئے پلٹ کر اسے مخاطب کیا۔

"آپ نے اپنی رائے کو صحیح ثابت کرنے کے لیے تقویٰ کی مثال دی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے کے لیے آپ نے کہا کہ ان کی پیدائش معجزہ ہے۔ اس کائنات میں تو اللہ پاک کے بے شمار معجزات ہیں آسمانوں کا بنا ستون کے کھڑا رہنا' زمین کا گردش کرنا مگر محسوس نہ ہونا' ہوا کا چلنا مگر دکھائی نہ دینا اور حضرت آدم علیہ السلام کا بنا والد کے وجود میں آنا۔" اپنی بات مکمل کرکے عیرہ نے فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ جان کو دیکھا' وہ اپنی جگہ گنگ رہ گیا تھا جب کہ باقی اسٹوڈنٹس دل ہی دل میں عیرہ کے معترف ہوئے تھے کہ اس نے کتنے بہترین طریقے سے جان کی بات کو غلط قرار دیا تھا۔

"آپ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ایک معجزہ ہے کیونکہ بنا والد کے وجود میں آئے تو پھر حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں کیا کہیں گے؟ ان کے تو نہ فادر تھے نہ مدر۔ آپ کے مطابق پھر ان کا تو سب سے زیادہ حق ہے ابن اللہ ہونے کا۔ میں صحیح کہہ رہی ہوں نا؟" عیرہ کی اس بات نے تو اسے ہلا کر رکھ دیا۔ اس نے کبھی اس زاویئے سے تو سوچا ہی نہیں تھا۔ عیرہ اب پوری کلاس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"قرآن پاک میں اللہ عزوجل فرماتا ہے: "اللہ کے ہاں جیسے آدم ویسے عیسیٰ" اور ایک جگہ اور ارشاد فرمایا: "وہ جس کام کے کرنے کا ارادہ فرماتا ہے اسے کہتا ہے اور وہ ہوجاتا ہے۔"

"ان آیات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ایک معجزہ ہے مگر اس معجزے کے ہونے میں صرف اللہ کا ارادہ شامل ہے اس میں نہ حضرت آدم علیہ السلام کی اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کوشش ہے' وہ دونوں ہی پیغمبرِ اللہ تھے اور دینِ خدا پر عمل کرنے اور کروانے والے مگر ابنِ اللہ ہرگز نہیں۔" عیرہ ایک لمحے کے لیے رکی تھی۔

"آپ نے کہا تقویٰ کی بنیاد پر اسلام اور عیسائیت ایک ہی مذہب ہیں' بنیادی طور پر تقویٰ ہے کیا؟ ایک اچھائی؟ یقیناً ایک اچھائی۔ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ تقویٰ انسانی اخلاقیات کا جزو ہے اور انسانی اخلاقیات صرف کسی ایک مذہب کے لیے مخصوص نہیں ہیں' اس کی تعلیم ہر مذہب نے ہر دور میں کی ہے پھر چاہے وہ اسلام ہو' عیسائیت' یہودیت ہو یا پھر بت پرستی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اچھائی کی بنیاد پر سب مذہب ایک ہیں تو ہم اچھائی کی بنیاد پر تو دو مذہبوں کے درمیان فرق کو بیان نہیں کرسکتے تو پھر ہمیں وہ بنیاد ڈھونڈنی چاہیے' جس کی بنیاد پر یہ مذہب ایک دوسرے سے مختلف ہیں اگر ہم بت پرستی کو دیکھیں تو

وہ پتھروں کی عبادت کرتے ہیں یعنی اللہ کو جانتے ہی نہیں' یہودیت اور عیسائیت یہ اللہ کو مانتے ہیں مگر اسے صاحب اولاد بھی سمجھتے ہیں اور اسلام کو اگر ہم دیکھیں تو اس کے ماننے والے اللہ پاک کو اس کی ذات وصفات میں یکتا وتنہا مانتے ہیں۔ وہ واحد مذہب جو اللہ کو ماننے کا حکم دیتا ہے اور اسے ہر طرح کے شرک سے پاک بتاتا ہے' وہ واحد مذہب جس میں چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی تحریف نہیں ہوئی۔ وہ واحد مذہب جو اپنے ماننے والے کو اس بات کا ہرگز پابند نہیں کرتا کہ وہ ہر وقت صرف اسلام کا کلمہ پڑھتا رہے۔ سر پر ٹوپی رکھے ہاتھ میں تسبیح لیے پھرتا رہے۔ نہیں اسلام ایک پریکٹیکل سوچ رکھنے والے شخص کا مذہب ہے۔ کائنات کی تخلیقات پر نظر ثانی کر کے' اسے سمجھ کے ماننے والے کا مذہب ہے۔ جو انسان کو ہر مذہب کے مطالعے کی اجازت دیتا ہے اور میں نے ہر مذہب کا تفصیلی مطالعہ کرنے کے بعد اس بات کو دل کی گہرائیوں سے تسلیم کرلیا ہے کہ اسلام سے بہتر کوئی مذہب نہیں۔ وہ واحد مذہب جس کو اللہ پاک نے اپنا دینِ پسندیدہ قرار دیا ہے۔'' وہ ایک لمحے کے لیے رکی پھر جان سے مخاطب ہوئی۔

''مجھے یقین ہے مسٹر چوہان! اب آپ کو اچھی طرح سمجھ آ گیا ہوگا کہ دینِ اسلام اور عیسائیت میں کیا فرق ہے لیکن نظریات کے فرق کو سمجھنے کے لیے آپ کو ہر دین کے بارے میں تفصیلی مطالعے کی ضرورت ہے اور مجھے یہ بھی پتا ہے کہ سوائے اسلام کے ہر مذہب کے رہنما اپنے مذہب کے ماننے والوں کو صرف اپنے دین کے مطالعے پر پابند کرتے ہیں۔ آپ کے دینی علماء' راہب لوگ' بھی آپ کو ہر دوسرے دین اور خاص طور پر اسلام سے تو ہر حال میں دور رہنے کا کہتے ہوں گے' میں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا؟؟'' عمیرہ نے فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور جان نے سر جھکا دیا تھا جیسے اس کی بات کی تصدیق کر رہا ہو تبھی بیل بجی اور لاسٹ پیریڈ آف ہو چکا تھا۔

''میری آپ سب سے گزارش ہے براہ مہربانی حق و باطل کی باریکیوں کو سمجھنے کی کوشش کریں اور اس کے لیے ضروری ہے کہ مطالعہ کریں۔ حق اور سچ کی راہ پر مضبوطی کے ساتھ قدم آگے بڑھاتے رہیں' ایسا نہ ہو کہ آپ کے قدم ذرا سے ڈگمگائیں' ایمان ذرا سا متزلزل ہو تو نگاہوں کے سامنے منزل رہے اور نہ ہی قدموں تلے راستہ۔ حق اور سچ کا راستہ۔'' اسٹوڈنٹس آہستہ آہستہ کتابیں سمیٹتے ہوئے باہر نکل رہے تھے جب کہ کچھ عمیرہ کے گرد کھڑے اس سے معذرت کر رہے تھے جن میں آ تھینے بھی تھی۔ وہ اپنی جگہ خاموشی سے بیٹھا سب کی حرکات وسکنات دیکھ رہا تھا۔ عمیرہ کے چہرے پر ویسی ہی مسکراہٹ چھائی ہوئی تھی جیسی اسے خواب میں دکھائی دیتی تھی' وہی فاتحانہ مسکراہٹ' اس نے جان کو صرف اپنی باتوں سے منہ کے بل ایک اندھے کنویں میں گرا دیا تھا۔ جان کو وہاں کی ہر شے سے وحشت ہونے لگی تھی۔ وہ بہت تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

''مجھے یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔'' وہ حواس باختہ سا خود سے مخاطب ہوا تھا۔

''کتنا عجیب انسان ہے یہ۔'' عمیرہ نے اسے نکلتا دیکھ کر سوچا۔

⁂

کار بہت تیزی سے مین روڈ پر لاتے ہوئے اس نے ریڈیو ٹیون اون کیا' تقریباً تین مہینے بعد وہ سوسائٹی سے نکلا تھا' اپنی سوسائٹی میں ہی اس کی کپڑے کی دکان تھی جو چند ہفتوں میں بہت بزنس کرنے لگی تھی' گھر میں خوش حالی تھی۔ زندگی بہت پرسکون گزر رہی تھی اور آج اس کی زندگی کا سب سے خوب صورت دن تھا' زندگی نے اس کا ایک درجہ اور بلند کر دیا تھا۔ شوہر سے باپ۔ اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ ہی نہیں تھا۔ وہ اپنے بچے کے لیے دنیا بھر کی چیزیں خرید لینا چاہتا تھا۔ ریڈیو پر ایک بہت دل کش آواز سنائی دے رہی تھی' اس نے ہاتھ بڑھا کر آواز بلند کی۔ بہت باوقار مردانہ آواز۔ بہت محبت سے بھرپور لہجہ' بہت پرسوز انداز' وہ کیا پڑھ رہا تھا اسے سمجھنے میں وقت ہو رہی تھی۔

تو امیر حرم میں فقیر عجم
تیرے گن اور یہ لب میں طلب ہی طلب
تو عطا ہی عطا میں خطا ہی خطا
تو کجا من کجا' تو کجا من کجا

"کیا ہے یہ؟" اس نے ذہن پر زور ڈالا تھا مگر اسے لگا تھا جیسے اس کا ذہن کچھ پہچاننے سے قاصر ہو۔ "مجھے یہ آواز اتنی مانوس کیوں لگ رہی ہے' کون ہے یہ آدمی اور یہ کیا پڑھ رہا ہے؟"

تو ہے احرام انوار باندھے ہوئے
میں درودوں کی دستار باندھے ہوئے
کعبہ عشق تو میں تیرے چار سو
تو اثر میں دعا' تو کجا من کجا

وہ لفظوں پر غور کر رہا تھا

میرا ہر سانس تو خوں نچوڑے میرا
تیری رحمت مگر دل نہ توڑے میرا
کاسہ ذات ہوں تیری خیرات ہوں
تو سخی میں گدا' تو کجا من کجا

یک دم ہی ونڈ اسکرین پر ایک منظر ابھرا تھا۔ ایک خاتون ہاتھ میں دودھ کا گلاس اٹھائے ایک کمرے میں داخل ہو رہی تھیں' بہت سلیقے سے پہنا ہوا دوپٹا' چہرے پر مامتا سے بھرپور مسکراہٹ لیے وہ ایک کونے کی جانب دیکھ رہی تھیں جہاں ایک ٹیبل چیئر رکھی تھی اور اس پر ایک لڑکا بیٹھا تھا' وہ لالٹین کی روشنی میں کچھ لکھ رہا تھا' وہ اب اس کے قریب پہنچ گئی تھیں۔ ٹیبل پر دودھ کا گلاس رکھتے ہوئے انہوں نے اسے مخاطب کیا تھا۔

"بس بھی کرو بیٹا! کب تک لکھو گے اور کیا لکھ رہے ہو؟" اب اس لڑکے نے چہرہ اوپر اٹھایا اور یک دم اس کا دل دھڑک کر رہ گیا تھا۔ یہ کوئی اور نہیں بلکہ وہ خود تھا۔ ہاں وہی تو تھا اور وہ خاتون "اماں" اس نے بے خیالی میں کہا۔

"ہاں وہ اماں ہی تو ہیں' میں انہیں کیسے بھول گیا؟"

اب وہ لڑکا ان خاتون سے مخاطب تھا۔

"اماں آپ جانتی ہیں ناں مجھے ان کی محبت میں جاگنا' نعتیں لکھنا اچھا لگتا ہے۔ میں اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جانا چاہتا ہوں۔ اگر اللہ کے بعد مجھے سب سے زیادہ محبت اس دنیا میں کسی ہستی سے ہے تو وہ انہی سے ہے' آپ دیکھیں ان کی محبت' ان کی تعریف و توصیف میں' میں نے کتنی خوب صورت نعت لکھی ہے۔" اس نے کاغذ اپنی اماں کی طرف بڑھایا اور یک دم ونڈ اسکرین سے منظر یک دم غائب ہو گیا تھا اب ایک بار پھر سڑک نظر آنے لگی تھی۔

تو حقیقت ہے میں صرف احساس ہوں
تو سمندر میں بھٹکی ہوئی پیاس ہوں
میرا گھر خاک پر اور تیری راہ گزر
سدرۃ المنتہیٰ' تو کجا من کجا

اسے یاد آ گیا تھا یہ آواز اس کی تھی' خود اس کی اپنی آواز۔ یہ نعت اس نے نعتوں کے عالمی مقابلے میں پڑھی تھی۔ اس نے اپنے گالوں کو نم محسوس کیا تھا' ہاتھ لگانے پر پتا چلا تھا کہ وہ رو رہا تھا۔ وہ حیرت زدہ سا رہ گیا' وہ کہاں سے چلا تھا؟ کہاں چل رہا تھا؟ اور کہاں جائے گا؟ اس نے سڑک پر نگاہیں جماتے ہوئے سوچا تھا۔

ڈگمگاؤں جو حالات کے سامنے
آئے تیرا تصور مجھے تھامنے
میری خوش قسمتی میں تیرا امتی
تو جزا میں رضا' تو کجا من کجا

"میں اپنے آپ کو جب محبوب خدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی دیکھتا ہوں تو بہت خوش ہوتا ہوں کیونکہ میں اس امت کا ایک فرد ہوں۔ جسے کامل دین' کامل رسول اور کامل شریعت عطا کی گئی اور جس کے بعد نہ کوئی نئی امت ہے اور نہ ہی کوئی نیا رسول۔" یہ جملے اس نے ریڈیو اسٹیشن پر انٹرویو کے دوران کہے تھے جب وہ نعتوں کے عالمی مقابلے میں اول آیا تھا۔

دوریاں سامنے سے جو ہٹنے لگیں
جالیوں سے نگاہیں لپٹنے لگیں
آنسوؤں کی زباں ہو میری ترجماں

دل سے نکلے صدا' تو کہاں سن کہا

اس کا پورا وجود کانپ رہا تھا' وہ راستہ پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا' کیا وہ اسی راستے پر سفر کرنے کے لیے گھر سے نکلا تھا؟ اس نے کار روک دی تھی۔ وہ غلط راستے پر آ گیا تھا شاید آج بھی اور...... اس دن بھی۔ اس سوچ کے ساتھ ہی اسے شدید جھرجھری آئی تھی' اس کے ذہن میں اپنے بابا جان کے لفظ گونجنے لگے تھے۔

"رقت کا طاری ہونا اس بات کی دلیل ہے دانیال! کہ انسان کے دل میں ذرہ برابر ہی سہی ایمان موجود ہے۔ اس کے نفسِ واعظہ کی روح مکمل طور پر نہیں مری۔ وہ اب بھی وجود میں کہیں زندہ ہے' انسان کے اندر کہیں سانسیں لے رہی ہے۔ جسے عام انسانی آنکھ نہیں پہچان سکتی۔ جسے صرف وہ سمیع بصیر دیکھ اور سن سکتا ہے۔ جس کی بصارت اتنی وسیع ہے کہ وہ سات آسمان کے پار بیٹھ کر بھی نا صرف زمین کے اوپر بسنے والی مخلوقات کو دیکھتا ہے بلکہ زمین کی سات پرتوں اور سمندر کی اتاہ گہرائیوں میں کس وقت کون سی مخلوق کیا کر رہی ہے؟ کس طرح اس کا ذکر کر رہی ہے؟ کس طرح اس سے غافل ہو رہی ہے؟ وہ سب دیکھتا ہے۔ اس کی سماعت اتنی وسیع ہے کہ وہ صرف زبان سے ادا ہونے والے ہی نہیں بلکہ دل میں آنے والے ارادوں کو بھی سن لیتا ہے دانیال! آپ کے دل اور ارادوں کے درمیان حائل ہے وہ' اس لیے جب بھی رقت طاری ہو تو اپنے عظیم رب کی بارگاہ میں توبہ کریں کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ کو بخشنے کا ارادہ رکھتا ہے وہ چاہتا ہے کہ آپ اس سے معافی طلب کریں اور وہ رحمن و رحیم اپنے بندے کو معاف کر دے گا۔" آواز کا تسلسل ختم ہو گیا تھا۔

"استغفار...... توبہ!" اس نے ذہن پر زور دے کر یاد کرنا شروع کیا اور یہ جاننے کے بعد اس کا پورا وجود لرز کر رہ گیا تھا کہ اسے استغفار یاد نہیں تھی۔

"یہ...... یہ...... کیسے ممکن ہے میں تو حافظ قرآن ہوں۔ میں استغفار کیسے بھول سکتا ہوں۔ مجھے...... مجھے کوئی آیت پڑھنی چاہیے۔" وہ آنسو پونچھتے ہوئے خود کلامی کر رہا تھا۔ اس نے ذہن پر زور ڈالا تھا سب کچھ دھندلا تھا' بہت سی آیات اس کے روبرو تھیں مگر وہ ان لفظوں کو پہچاننے سے قاصر تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ منہ پر رکھ کر زور سے چیخنا شروع کر دیا تھا۔

"مجھے کچھ یاد نہیں آ رہا' کچھ بھی نہیں۔ یہ میرے ساتھ کیوں ہو رہا ہے؟ میں تو آج اتنا خوش تھا پھر یہ سب مجھے آج ہی کیوں یاد دلایا جا رہا ہے۔" کوئی جواب نہیں آیا تھا' اسے اپنے اردگرد ہر چیز گھومتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

"جو انسان اپنے خالق کے احسانات کا منکر ہو سکتا ہے تو بھلا وہ انسانوں کے احسانات کا کیونکر شکر گزار ہو سکتا ہے' میں سب کچھ بھول گیا ہوں۔" اس نے بلک بلک کے رونا شروع کر دیا تھا۔ اس کا ذہن ماؤف ہونے لگا تھا۔ اس کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں ختم ہو گئی تھیں اور آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا تھا اور وہ دنیا ومافیہا سے بے خبر ہو گیا تھا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁
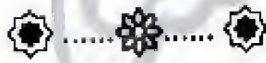
اسے ہوش آیا تو اس نے خود کو بیڈ روم میں بیڈ پر موجود پایا تھا۔ جینی اس کے سرہانے بیٹھی اس کے سر پر پانی کی پٹیاں رکھ رہی تھی' اسے ہوش میں آتا دیکھ کر اس کے چہرے پر خوشی کے تاثرات ابھرے تھے۔

"شکر ہے ڈینی! تمہیں ہوش آ گیا۔ میں تو بہت پریشان ہو گئی تھی' بخار اتنا شدید تھا کہ دو دن تک تم بے حس و حرکت پڑے رہے ہو۔" دانیال بے تاثر نگاہوں سے اس چہرے کو دیکھ رہا تھا جس کے لیے اس نے اپنا دین' اپنا ایمان سب کچھ گنوا دیا تھا۔

"تمہیں پتا ہے ڈینی! ٹریفک کانسٹیبل نے مجھے بتایا کہ تم ون وے میں گھس گئے تھے اور حیران کن طور پر تمہاری کار کسی بھی کار سے ٹکرائے بغیر بہت تیزی سے اس راستے پر دوڑ رہی تھی۔ کانسٹیبل کے روکنے کے باوجود تم نے کار نہیں روکی اور جب روکی تو کار کے دروازے جام ہو گئے تھے' بہت مشکل سے کھڑکیاں توڑ کر تمہیں باہر نکالا گیا۔ وہ یہ بھی کہہ رہا تھا کہ کار میں انٹرنل وائرنگ شارٹ ہو گئی تھی

جس کی وجہ سے کار میں دھواں پھیل گیا تھا اور تم بے ہوش ہوگئے۔" جینی ایک ہی سانس میں کہتی چلی گئی تھی جس سے پتا چلتا تھا کہ وہ اپنی گزشتہ دو دنوں کی ٹینشن ریلیف کرنا چاہتی ہے۔ دانیال نے کوئی جواب دیئے بغیر آنکھیں بند کرلی تھیں۔

"میں کچھ دیر اکیلا رہنا چاہتا ہوں۔" اس نے حد درجہ بے رخی سے کہا۔

"میں تمہارے کھانے کے لیے کچھ لاؤں' دو دن سے تمہارے منہ میں ایک دانہ بھی نہیں گیا۔ تم بہت کمزور ہوگئے ہو۔" جینی نے اس کی بے رخی کی وجہ طبیعت کی خرابی سمجھی تھی۔

"نہیں' مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔" اس کا انداز اب بھی وہی تھا۔ جینی کچھ ثانیے اسے دیکھتی رہی پھر اٹھ کر باہر نکل گئی۔ دروازہ بند ہونے پر دانیال نے آنکھیں کھولی تھیں۔ اس کی آنکھوں میں آنسو اور پچھتاوے کے گہرے سائے تھے۔

"صرف تین چار ماہ میں' میں سب کچھ بھول گیا یعنی میں نے کفر کی ہر حد پار کردی۔ جب ہی تو میرے ربّ نے میرے دل' میری روح سے اپنا اور اپنے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مٹادیا۔" آنسو بہت تیزی سے بہنے لگے تھے وہ پھر سے اسی کیفیت کا اسی تکلیف کا شکار ہورہا تھا۔

"مجھے معاف کردیجیے' اللہ مجھے معاف کردیجیے۔ میں نے خود پر اپنے آپ ظلم کیا' آپ پر بہتان باندھا' آپ کی پاک ذات کے ساتھ شرک کیا میں نے۔ مجھے معاف کردیجیے' میں معافی چاہتا ہوں اپنی ہر غلطی' اپنی ہر خطا کی' آپ تو عفوو درگزر کرنے والوں میں سب سے بڑے عفوو درگزر کرنے والے ہیں' رحم کیجیے مجھ پر۔ معاف کردیجیے مجھ پر۔" اس نے اپنے ہاتھ جوڑے تھے' وہ عجیب احساسِ شرمندگی کا شکار تھا۔ بے تحاشا روتے ہوئے وہ ایک بار پھر نیند کی آغوش میں چلا گیا تھا۔

⊛ ...... ❁ ...... ⊛

"میں نے گھر تبدیل کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔" اس نے ناشتے کی ٹیبل پر جینی کو مخاطب کیا۔ ایک ہفتے بعد وہ آج بیڈ سے اٹھا اور اس دوران جینی نے اس کے رویئے میں ایک عجیب تغیر دیکھا تھا اور آج تو اس نے جینی کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

"لیکن کیوں ڈینی! یہاں کیا پرابلم ہے سب کچھ اتنا اچھا چل رہا ہے پھر یہاں سے جانے کی کیا ضرورت ہے؟" جینی کو کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔

"میں نے ایک بہت اچھے علاقے میں اپنے دوست کے ذریعے گھر خرید لیا ہے اور ہم اگلے ہفتے ہی وہاں شفٹ کررہے ہیں۔" وہ حتمی انداز میں کہتا ہوا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور جینی بے بسی سے اسے جاتا دیکھتی رہی تھی۔ کیا ہوا تھا ایسا جو اس کے رویئے میں اتنی تبدیلی آئی مگر خود اس کے پاس اس بات کا کوئی جواب نہیں تھا۔

⊛ ...... ❁ ...... ⊛

وہ قبرستان کے باہر پچھلے آدھے گھنٹے سے کھڑا تھا۔

"کیا مجھے یہاں بھی آنا تھا اور وہ بھی ان لوگوں کی قبروں پر جن کا دل دکھایا تھا میں نے اور جن سے معافی مانگنے کا موقع بھی نہیں ملا مجھے۔" آنسو پانی کی طرح بہہ رہے تھے' ان پانچ چھ مہینوں میں وہ جتنا رویا تھا شاید اس سے پہلے کبھی نہیں رویا تھا۔ اس کی زندگی کتنی بدل گئی تھی' سب کچھ ختم ہوکر رہ گیا تھا۔

"اور کتنا رونا ہے مجھے میرے مالک! میرے گناہوں کی سزا انہیں کیوں ملی' مجھے مرنا چاہیے تھا مجھے....." غم کی شدت کے سبب وہ زمین پر ہی دہرا ہوگیا تھا۔ تبھی کسی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اس نے سر اٹھایا تھا' یہ وہی مجذوب تھے جنہیں اس نے بس اسٹینڈ پر دیکھا تھا۔

"کہا تھا ناں' میں نے تجھ سے' جس نے تمام جہانوں کے بادشاہ کو پالیا اس نے کچھ نہیں کھویا اور جس نے اسے گنوادیا اس نے تو کچھ پایا ہی نہیں۔" ان کے اس جملے نے اسے مزید شرمسار کردیا تھا۔ اماں بابا کی موت نے اسے ویسے ہی نڈھال کردیا تھا اب تو وہ آہ و بکا کرنے لگا تھا۔

"وہ جب تڑپ دیتا ہے تو تسکین بھی دیتا ہے اس سے مانگ تسکین، صبر اور اس کی مدد پھر دیکھ تو رحمن کو رحیم ہی پائے گا۔ بندہ بدلتا ہے مولیٰ نہیں۔ وہ اپنے بندوں کو اپنا محتاج رکھنا چاہتا ہے انہیں ان کے فیصلوں میں آزادی دے کر بھی۔ وہ بے تاج بادشاہ ہے اس دنیا کا بھی جہاں تک تیری نظر پہنچ سکتی ہے اور اس کا بھی جو تجھ سے پوشیدہ ہے۔ توبہ کر اپنی ہر غلطی سے اور جھکا دے اپنا سر اس وحدہ لاشریک کے آگے۔ سجدہ کر اس رب رحیم کو جو مانگنے پر بھی دیتا ہے اور نہ مانگنے پر بھی۔ جو دیتا ہے خوشی سے اور کہتا نہیں کسی سے۔ مانگ اسی سے مانگ وہ تو یہ قبول کرنے والا ہے ضرور کرے گا۔ حق اللہ موجود اللہ سب کا خالق تو اللہ کرم کرے گا تو حق اللہ۔" وہ بزرگ اپنا مخصوص جملہ دہراتے ہوئے وہاں سے چلے گئے تھے۔ وہ کانپتے ہوئے اٹھا اور قبرستان میں داخل ہوگیا تھا۔ اس کے ذہن میں آدھے گھنٹے پہلے کے واقعات گردش کرنے لگے تھے۔

وہ گاؤں آیا تھا اپنے ماں بابا سے ملنے ان سے اپنی غلطی کی معافی مانگنے۔ وہاں آکر اسے پتا چلا تھا کہ اس کے جانے کے دو ہفتے بعد ہی وہ دونوں خالق الٰہی سے جا ملے تھے۔ نائلہ کی شادی ہوچکی تھی اس کے بابا کے ایک قریبی دوست نے اسے بتایا تھا کہ انہیں پتا تھا کہ دانیال بہت جلد واپس آئے گا اس لیے نائلہ کی شادی کے بعد گھر کے کاغذات بھی انہوں نے اس کے نام کردیئے تھے۔ بھیگی پلکوں سے کتبے پڑھتے ہوئے اس کا دل بوجھل ہونے لگا تھا وہ دونوں قبریں برابر برابر تھیں اور ایک بڑا سا درخت ان پر سایہ فگن تھا۔ وہ قبروں کی طرف دیکھتے ہوئے قدموں میں بیٹھ گیا تھا۔

"مجھے معاف کردیجیے ماں بابا! مجھے معاف کردیجیے۔ آپ کی زندگی میں میں نے آپ کو بہت دکھ دیئے لیکن میں نے اپنی بدسلوکی کا پھل پالیا ہے۔ آپ دونوں ناراضگی کی حالت میں ہی اس دنیا سے چلے گئے اور میں آپ کو آخری بار دیکھ بھی نہیں سکا۔" وہ روتے روتے زمین بوس ہوگیا تھا۔

"یا اللہ پاک میری مدد فرما میں نے ان دونوں کی زندگی میں ان کا کوئی حق ادا نہیں کیا مگر میرے مالک! اب مجھے ان کے لیے فاتحہ پڑھنے کی توفیق تو عطا کردے۔ مجھے یاد نہیں مگر تو میری مدد فرما میرے قلب کو توفیق عطا فرما۔" وہ کتنی ہی دیر اسی طرح گڑگڑاتا رہا اور پھر اسے توفیق عطا کردی گئی تھی اسے بخش دیا گیا تھا۔ اس نے اپنے لبوں میں جنبش محسوس کی تھی وہ فاتحہ پڑھ رہا تھا ان کی مغفرت کی دعا کررہا تھا اسے محسوس ہورہا تھا کہ اس کے دل کو تسکین مل رہی تھی وہ اٹھ بیٹھا کچھ دیر وہیں بیٹھنے کے بعد وہ باہر آگیا تھا اسے پتا تھا یہاں سے جانے کے بعد اسے سب سے پہلا کام کیا کرنا ہے ایک بار پھر اسے دائرہ اسلام میں داخل ہونا ہے۔

❁ ..... ❁ ..... ❁

"تم اس لڑکی سے دور رہو وہ فتنہ ہے فتنہ۔ تمہیں اس کے پاس جانا ہی نہیں چاہیے تھا جب کہ تم دیکھ چکے تھے خواب میں کہ وہ تمہیں تمہارے راستے سے ہٹا رہی ہے۔ تمہیں بہکا رہی ہے پھر بھی تم اس کے پاس گئے۔ کیا ضرورت ہے تمہیں اسلام کے بارے میں معلومات لینے کی؟ تم نے نہیں پڑھا انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا ان کے بعد کوئی نبی نہیں اور ہمیں ان کا دین پوری دنیا میں پھیلانا ہے۔" وہ کچھ دیر پہلے ہی فادر جوزف کے پاس سے آیا تھا۔ عمیرہ کے لیکچر نے اسے ہلا کر رکھ دیا تھا اور اسی لیے وہ فادر جوزف کے پاس چلا گیا تھا مگر فادر جوزف نے سب کچھ جاننے کے بعد عمیرہ کے بارے میں جو کہا تھا وہ جان کے لیے حد درجہ ناگوار تھا لیکن وہ ان کی عمر اور منصب کا لحاظ کرتے ہوئے خود کو ملامت کرتا گھر واپس آگیا تھا۔ ٹیرس پر کھڑا وہ آسمان پر پھیلے ستاروں کو دیکھ رہا تھا۔

"کیا ہے سچ؟ وہ جو عمیرہ کہتی ہے یا پھر وہ جو فادر جوزف کہتے ہیں؟ میں ان سب باتوں کو سمجھنے سے قاصر ہوں جن پر عمیرہ یقین رکھتی ہے اس کی باتیں مجھے میرے دین کے بارے میں مشکوک کرتی ہیں۔ کیا ہم غلط ہیں؟

اگر ہم غلط ہیں تو پھر صحیح کون ہے؟" اس کا دل مخاطب تھا اور اس کے لب خاموش تھے۔

"میں صحیح راستہ اختیار کرنا چاہتا ہوں اگر میں غلط ہوں اور اگر میں صحیح ہوں تو میں اس بات کو ثابت کرنا چاہتا ہوں۔" اس کا دل ایک بار پھر مخاطب ہوا۔

"جان! مجھے تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے' مجھے ڈرائنگ روم میں آ کر ملو۔" اس کی ماما نے بہت تیز لہجے میں کہا تھا اس نے پلٹ کر انہیں دیکھا اور میکانکی انداز میں سیڑھیاں اترنے لگا۔ اسے پتا تھا فادر جوزف نے مما کو سب کچھ بتا دیا ہوگا اس کے ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہی اس کی ماما اس سے مخاطب ہوئیں۔

"جان! میں نے سوچا ہے کہ تمہارا فائنل ائیر ہونے کے بعد تمہاری شادی کردوں' اسی لیے میں اگلے ہفتے تمہارے بابا کی برسی کے بعد تمہاری اور ریٹا کی منگنی کررہی ہوں۔" ان کی یہ بات سن کر جان سناٹے میں آ گیا۔ کچھ لمحے اس کی زبان سے کوئی بات ادا نہیں ہوسکی تھی۔ اسے لگا جیسے کسی نے اس کا دل مٹھی میں لے کر بھینچ دیا ہو۔

"ماما...... مم...... میں شادی نہیں کرسکتا۔ میں ابھی اتنا اسٹیبلش نہیں ہوں۔" اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیوں منع کررہا ہے ریٹا ایک بہت اچھی لڑکی تھی اور وہ اسے بہت اچھی طرح سے جانتا تھا۔

"یہ تو کوئی ٹھوس وجہ نہیں ہے جان!" انہوں نے بہت مضبوط لہجے میں کہا۔ وہ بے جان ہوتے ہاتھ پاؤں کے ساتھ ان کے سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"مجھے نہیں پتا لیکن میں کسی اور سے شادی نہیں کرسکتا۔" جان کا لہجہ بہت کمزور تھا۔

"کسی اور؟ کیا مطلب ہے اس بات کا؟" انہیں حیرت ہوئی تھی مگر جواباً وہ خاموش رہا تھا۔

"کیا کوئی اور ہے تمہاری زندگی میں؟" انہوں نے کن انکھیوں سے اسے دیکھا۔ "یہ وہی مسلمان لڑکی تو نہیں ہے جان! جس کے بارے میں مجھے فادر جوزف نے بتایا ہے..... عمیرہ!" ان کے لہجے میں کچھ خفگی تھی۔

"مجھے نہیں پتا ماما! وہ میرے لیے نہیں ہے پھر بھی میں اسے محسوس کرتا ہوں۔ جب میں اسے دیکھتا ہوں تو مجھے کچھ اور دیکھنے کی خواہش نہیں ہوتی۔ میں خود کو اس کے آگے بہت بے بس محسوس کرتا ہوں۔" اس کے ہر ہر لفظ میں بے بسی تھی۔ انہیں ترس آیا تھا اس پر۔

"تم یہ کیا کہہ رہے ہو جان! اپنی زندگی ایک ایسی لڑکی کی محبت میں تباہ کررہے ہو جو کسی بھی طور پر تمہاری زندگی کا حصہ نہیں بن سکتی۔" ان کے لہجے میں افسوس تھا اور جان نے چونک کر انہیں دیکھا ان کی بات میں صرف ایک لفظ ہی تھا جس نے جان کو بری طرح چونکایا تھا۔

"محبت۔" اس نے حیرت سے وہ لفظ دہرایا۔

"ریٹا ایک بہت اچھی لڑکی ہے' تمہیں بہت خوش رکھے گی۔" انہوں نے اس کی دل جوئی کرنا چاہی مگر اب وہ ان کی بات سن ہی کب رہا تھا۔ وہ آج تک خود جس نتیجے پر نہیں پہنچ سکا تھا انہوں نے اسے پہنچا دیا تھا۔

"میں نے کب محبت کی اس سے؟" وہ اب بھی خود سے ہم کلام تھا۔

"جان! میں تم سے مخاطب ہوں' تم کہاں کھوئے ہوئے ہو؟" انہوں نے بہت تیز لہجے میں کہا۔ جان نے بے تاثر نگاہوں سے انہیں دیکھا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

"کہاں جارہے ہو جان!" انہوں نے حیرت سے پوچھا۔

"جس سوال کا جواب میں خود ڈھونڈ نہیں پایا اس کا جواب مجھے آپ نے دے دیا ہے ماما۔ مجھے آج تک عمیرہ کے لیے اپنے جذبات سمجھ نہیں آئے تھے مگر آج مجھے معلوم ہوچکا ہے کہ وہ محبت تھی۔ اس لیے اب کسی اور کی بات سننا بھی میرے لیے بے معنی ہے اور آپ کے لیے بھی۔ اس لیے بہتر ہوگا آپ جنیفر آنٹی کو منع کردیں' میں کسی سے بھی شادی نہیں کروں گا۔" اس نے بہت مضبوط لہجے میں کہا اور ڈرائنگ روم سے باہر نکل گیا اور وہ بے بسی سے اسے جاتا دیکھتی رہی تھیں۔

❁......❁......❁

"تم یقین نہیں کرو گی عالیہ! مجھے پل بھر تو کچھ سمجھ ہی نہیں آیا تھا کہ میں اس بے وقوف انسان کو کیا جواب دوں۔ میں ایک ٹیچر کے طور پر وہاں کھڑی تھی اور معلم کی طرح ہی مجھے اسے سمجھانا تھا' اس لیے میں نے اسی کے کہے ہوئے لفظوں کو کچھ تبدیلی کے ساتھ کہا اور پھر ایک کے بعد ایک میرے ذہن میں پوائنٹس آگئے اور مجھے لگا میں کسی حد تک اس کا تصور کلیئر کرنے میں کامیاب رہی۔"

وہ دونوں اس وقت لائبریری میں تھیں اور اپنی مطلوبہ کتاب ڈھونڈ رہی تھیں۔

"یہ وہی لڑکا ہے ناں عیبرہ! جو اس دن کینٹین میں ہمیں گھور گھور کر دیکھ رہا تھا۔ بہت ہی بدلحاظ اور بدتمیز لگا تھا مجھے۔" عالیہ نے تبصرہ کیا۔

"اوں ہوں عالیہ! کسی کے بارے میں بنا سوچے سمجھے ایسی رائے قائم کرنا غلط بات ہے۔" عیبرہ نے شیلف سے مطلوبہ کتاب نکالتے ہوئے کہا اور پھر وہ کتاب لیے اس ٹیبل پر آ بیٹھی تھیں جہاں اسٹوڈنٹس کم تھے۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں مس عیبرہ!" ایک مدھم اور مانوس آواز پر ان دونوں نے نگاہیں کتاب سے ہٹا کر سر اوپر اٹھائے تھے۔ بلیک کلر کی ڈریس پینٹ لائٹ براؤن کلر کا سوئیٹر' گلے میں لٹکا اسٹوڈنٹ کارڈ' سلیقے سے بنے بال' اجلی رنگت' مگر بجھی ہوئی آنکھیں۔ کوئی پہلی بار میں اندازہ نہیں کر سکتا تھا کہ وہ نو مسلم ہے شاید اسی لیے جب ڈائریکٹر نے اس کا تعارف کرایا تھا تو وہ حیران رہ گئی تھی۔

"آپ یہاں اس وقت مسٹر چوہان! ابھی تو کلاس میں دو گھنٹے سے بھی زیادہ ٹائم ہے۔" عیبرہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"شاید میں کلاس اٹینڈ نہیں کر پاؤں گا۔" جان کا لہجہ کھویا کھویا تھا۔ "لیکن میں ابھی آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا ویسے بھی میری وجہ سے لاسٹ ٹائم کلاس میں بہت زیادہ بدمزگی ہوگئی تھی۔" اس کا لہجہ بھی ویسا ہی تھا۔

"نہیں' نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں بلکہ آپ کی وجہ سے بہت اچھی ڈسکشن ہوئی تھی اور مجھے یہ بھی پتا چلا تھا کہ میرا لیکچر کتنے اسٹوڈنٹس کو سمجھ آ رہا ہے۔" عیبرہ کے لہجے میں خفگی نہیں تھی۔

"میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟" جان نے اب بھی مدھم لہجے میں پوچھا۔

"جی!" اس نے عالیہ کو دیکھتے ہوئے کہا اور عالیہ نے مسکرا کر اسے گھورا جب کہ عیبرہ صرف کندھے اچکا کر رہ گئی تھی۔ جان ٹیبل کے دوسری طرف ایک چیئر پر بیٹھ گیا تھا۔ اب وہ دونوں اس کے مخاطب ہونے کا انتظار کرنے لگی تھیں مگر وہ سر جھکائے خاموش ہی بیٹھا رہا تھا۔ عالیہ نے تیکھی نظروں سے عیبرہ کو دیکھا اور کتاب بند کر کے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"عیبرہ میں کلاس میں جا رہی ہوں تم فری ہو کر آ جانا۔" عیبرہ نے آنکھوں کے اشارے سے اسے روکنے کی کوشش کی مگر وہ نظر انداز کرتی چلی گئی تھی۔

"مسٹر چوہان! آپ کو مجھ سے کچھ پوچھنا ہے؟" عیبرہ کا انداز سوالیہ تھا۔

"کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے مس عیبرہ! بہت سے سوال انسان کے روبرو ہوتے ہیں مگر وہ سمجھ نہیں پاتا کون سا سوال اسے مطلوبہ منزل تک پہنچا سکتا ہے۔ میں اسی کشمکش میں ہوں کہ میں شروعات کہاں سے کروں؟" جان نے اب پہلی بار سر اٹھایا تھا۔

"وہ سوال منتخب کرنا چاہیے جو اپنے آپ میں ایک دنیا ہو۔" عیبرہ نے فلسفیانہ انداز میں کہا۔

"جیسے؟" جان نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"جیسے اسلام کیا ہے؟" عیبرہ نے بہت مدھم اور پرسکون مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور جان کی نگاہوں میں ایک رنگ آ کر گزرا۔ "آپ اسلام کو سمجھنا چاہتے ہیں نا؟" عیبرہ نے تصدیق چاہی تھی۔

"مجھے نہیں پتا میں کیا چاہتا ہوں مس عیبرہ! کیا ہے جو مجھے اتنا مضطرب کر رہا ہے کہ میرا دل کسی عبادت میں نہیں لگ رہا۔ میں بیٹھا تو چرچ میں ہوتا ہوں مگر میرا دھیان کہیں اور ہوتا ہے۔ میں دیکھتا کہیں اور سوچ کی پرواز کہیں

ہوتی ہے۔ مجھے فادر جوزف اور ماما نے منع کیا تھا کہ میں آپ کے لیکچرز اٹینڈ نہ کروں کیونکہ ایسا کرنے سے جیزز مجھ سے ناراض ہوجائیں گے اور وہ ویسے بھی مجھ سے ناراض ہیں کیونکہ میں ان کی صلیب نہیں پہنتا اور......" ایک لمحہ رک کر اس نے نگاہیں اٹھا کر عمیرہ کو دیکھا۔

"مجھے خواب میں اذان سنائی دیتی ہے۔" اس نے اپنے جملے کے ساتھ عمیرہ کی نگاہوں میں حیرت ابھرتی دیکھی تھی۔ "پہلے میں ان جادوئی لفظوں کو سمجھ نہیں پاتا تھا لیکن ایک دن جب میں عدیل کے گھر تھا تو میں نے خواب کے علاوہ حقیقت میں اذان سنی۔ میں نے یہ بات ماما کو بتائی تو انہوں نے مجھے کہا کہ میں اپنا زیادہ وقت فادر جوزف کے ساتھ گزاروں۔ تبلیغ میں ان کے ساتھ جاؤں' صبح شام چرچ جاؤں' کینڈلیز جلاؤں لیکن اتنا سب کرنے کے بعد بھی میرے ذہن سے وہ آواز محو نہیں ہوسکی۔ میں مضطرب ہی رہا اور یہ اضطراب اس وقت اور بھی بڑھا جب میں نے آپ کا پہلا لیکچر اٹینڈ کیا۔ آپ نے لیکچر کے لاسٹ میں جو لائنز کہیں انہوں نے مجھے جھنجوڑ کر رکھ دیا "ہم پر سب سے پہلا حق ہمارے خالق کا ہے' اس کے بعد کسی دوسرے کا۔ وہی سب سے زیادہ مستحق ہے ہمارے سجدوں کا' ریاضتوں کا اور کوئی بھی اس سب میں اس کا شریک نہیں۔" اس نے جان کو دیکھا تھا اسے حرف بہ حرف عمیرہ کی بات یاد تھی۔

"میں بہت دنوں یہی سوچتا رہا کہ آخر آپ نے جیزز کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ ہم تو اپنی تمام تر ریاضتوں کا صحیح حق دار جیزز کو ہی سمجھتے ہیں' صبح چرچ میں جا کر ہم لوگ انہی کی صلیب کے آگے سجدہ کرتے ہیں۔ انہی کی تصویر کے آگے کھڑے ہوکر بائبل پڑھتے ہیں لیکن آپ کی باتوں نے میری عبادتوں میں خلل ڈال دیا۔ آخر اسلام میں ایسا کیا ہے جو مسلمان عیسائیوں کی نہیں مانتے؟ مگر میرے پاس کوئی دلیل' کوئی جواب نہیں تھا آپ کی طرح اور آپ کے لاسٹ لیکچر نے تو مزید الجھا دیا مجھے' میں یہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ آپ اور فادر جوزف میں سے کون صحیح ہے' میں خود کوئی نتیجہ اخذ کرنے کے لائق نہیں کیونکہ میرے پاس کوئی علم نہیں' جس سے میں یہ اندازہ لگا سکوں کہ کون حق پر ہے۔ میرا ہر علم محدود ہے اپنے دین کے حوالے سے اور کسی اور دین کا علم میں نے آج تک حاصل نہیں کیا تو میں یہ کیسے کہہ سکتا ہوں کہ کون صحیح ہے اور کون غلط۔" وہ ایک طویل گفتگو کے بعد خاموش ہوگیا تھا۔

"مسٹر جان!" عمیرہ نے پہلی بار اسے اس کے نام سے مخاطب کیا تھا۔ "میں آپ سے ہرگز یہ نہیں کہوں گی کہ آپ اسلام قبول کرلیں۔" جان نے حیرت سے اسے دیکھا۔ "کیونکہ اسلام وہ مذہب نہیں جو الجھنوں سے پیچھا چھڑانے کے لیے اختیار کیا جائے یا کسی زور زبردستی یا پھر کسی انسان کے لیے اختیار کیا جائے۔ یہ پریکٹیکل سوچ رکھنے والے انسان کا مذہب ہے' جسے انسان صرف ایک اللہ کے لیے' اس کی محبت' اس کے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے حصول کے لیے اختیار کرتا ہے اور صرف دماغی ہی نہیں دلی طور پر اسے تسلیم کرتا ہے کیونکہ اس کا تعلق دماغ سے نہیں دل کی گہرائیوں سے ہے جسے اللہ عزوجل نے اپنا گھر بنایا ہے۔ اسلام وہ شمع ہے جو ہوتی تو دل میں روشن ہے مگر اس کا نور گردشِ خون کے ساتھ سفر کرتا ہے اور انسان کا پورا وجود منور ہوجاتا ہے' یہ نور انسان کو وہ بصارت عطا کرتا ہے جس سے وہ قدرت کی تخلیقات میں اپنے رب کی حکمتوں کو تلاش کرتا ہے یہ وہ واحد دین ہے جسے آج تک زور بازو سے نہیں بلکہ خلوص و اخلاق کی جنگ سے رائج کرایا گیا ہے۔" عمیرہ نے بہت مدھم پرسکون لہجے میں کہا تھا۔ جان کو اس کی بات پر شک نہیں تھا یقیناً یہ عمیرہ کا خلوص و اخلاق ہی تو تھا کہ جان کی گزشتہ بدتمیزی کے باوجود وہ آج بھی اسے سمجھا رہی تھی اس کے بگڑے ہوئے ویوز کو ایک بار پھر نئی راہ دکھا رہی تھی۔

"میں آپ کو یہ مشورہ دوں گی کہ آپ ہر دین کا مطالعہ کریں اور اس کے بعد آپ اسلام سے بہتر کسی کو نہیں پائیں گے۔ آپ نے جس انجیل کو اپنا رہنما مانا ہے وہ تحریف شدہ ہے اس میں آپ کے آباء اجداد نے اپنی

مرضی کی باتیں اپنے فائدے کے لیے شامل کردی ہیں کیونکہ یہود ونصاریٰ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیم نہیں کرنا چاہتے تھے جب کہ خود انجیل اور تورات میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی پیشن گوئی موجود تھی۔" جان نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"آپ کس بنیاد پر ہماری کتاب کو تحریف شدہ کہتی ہیں مس عمیرہ! آخر آپ کے پاس ایسا کون سا ثبوت ہے جس کی بنیاد پر آپ یہ بات کہتی ہیں؟" جان مکمل طور پر اپنے دل کی تسلی چاہتا تھا۔

"قرآن پاک اس بات کی تصدیق کرتا ہے اور وہ اللہ پاک کی وہ آسمانی کتاب ہے جس میں چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی تحریف نہیں ہوئی۔" عمیرہ ایک لمحے کے لیے رکی تو جان فوراً بولا۔

"آپ یہ کیسے کہہ سکتی ہیں کہ آپ کی کتاب میں تحریف نہیں ہوئی؟"

"کیونکہ قرآن پاک کی حفاظت کا ذمہ اللہ پاک نے خود اٹھایا ہے اور جب خالق خود اپنے کلام کا محافظ ہو تو پھر بھلا کس کی ہمت ہے کہ اسے تبدیل کرسکے۔" اب کے وہ خاموش ہی رہا تھا پھر بولا تھا۔

"کیا تحریف ہوئی ہے ہماری کتاب میں؟ اور کب ہوئی یہ تحریف؟"

"اس تحریف کی ابتداء حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد ہوئی۔" ایک بار پھر جان نے اس کی بات کاٹی تھی۔

"اور یہ کب ہوا کہ جیزز کو آسمان پر اٹھالیا گیا' انہیں تو صلیب پر چڑھادیا گیا تھا اور موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا بادشاہ ہیرودیس کے حکم پر پھر اس کے بعد ان کی روح کو بارہ رسولوں نے دیکھا تھا جنہیں انہوں نے یہ پیغام دیا تھا کہ ان کے بعد کوئی رسول نہیں اور انہیں ان کا دین پوری دنیا میں پھیلانا ہے۔" جان کو اس کی ہر بات سے اختلاف ہو رہا تھا۔

"بے صبرے لوگوں کے ہاتھ کبھی کچھ نہیں آتا جان! منزل انہی کے قدم چومتی ہے جو صبر کرتے ہیں' مشکلیں برداشت کرتے ہیں۔" عمیرہ نے تحمل سے کہا اور جان شرمندہ ہوگیا تھا۔

"آئی ایم سوری!"

"کوئی بات نہیں' یہ انسان کی فطرت ہے اسے ہمیشہ وقت سے پہلے اور ضرورت سے زیادہ چاہیئے ہوتا ہے۔ خیر کوئی بات نہیں مجھے پتا ہے کہ آپ لوگ اس بات پر یقین نہیں رکھتے کہ حضرت عیسیٰ کو آسمان پر اٹھالیا گیا' متی کی انجیل کے مطابق انہیں موت کے گھٹ اتارا گیا پھر دفنایا بھی گیا اور اس کے بعد مختلف لوگوں نے ان کی روح کو دیکھا لیکن حقیقت اس سے مختلف ہے۔ اللہ پاک نے خود اس حقیقت کو واضح فرمادیا ہے قرآن کریم میں کہ حضرت عیسیٰ کو آسمان پر اٹھایا گیا اور ایک شخص کو حضرت عیسیٰ کی شکل دے دی گئی' جسے سولی پر چڑھایا گیا۔ آپ کے آباؤ اجداد یہ سوچتے رہے کہ وہ داؤ بہترین طریقے سے جیت گئے مگر حقیقتاً اللہ عزوجل نے نبی کو قتل کرانے کی سازش کی سزا میں انہیں ہمیشگی کی گمراہی عطا کردی۔ ان کے دلوں کو سخت کردیا کہ حق کے سامنے ہوتے ہوئے بھی انہوں نے حق کو بدل دیا۔ حضرت عیسیٰ کے بعد ان کی قوم تین فرقوں میں بٹ گئی' ایک وہ جنہوں نے حضرت عیسیٰ کو اللہ کا رسول ہی مانا' دوسرے وہ جنہوں نے انہیں ابن اللہ کہا اور تیسرے وہ جو تثلیث کے عقیدے پر یقین رکھتے ہیں۔" عمیرہ اب خاموش ہوگئی تھی۔

جان کو لگا کہ اب اس کے پاس کچھ پوچھنے کے لیے نہیں بچا۔ عمیرہ نے تو اسے اس کے دین کے بارے میں وہ باتیں بھی بتائی تھیں جو خود اسے بھی نہیں معلوم تھیں۔

"جستجو وہ چیز ہے مسٹر جان! کہ جب انسان کے دل میں پیدا ہوجائے تو وہ اللہ کے حکم سے پہاڑوں کو بھی اپنی جگہ سے ہلاسکتا ہے۔ ڈھونڈیئے اپنے اصل دین کو جو آپ کے آباؤ اجداد نے اپنے ہاتھوں سے گنوادیا ہے۔" عمیرہ بات مکمل کرکے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اوکے اب آپ کلاس میں آئیں۔" اس نے بہت

پرسکون لہجے میں کہا تھا۔

"میں نہیں آؤں گا۔" اس نے خود کو کہتے سنا تھا مگر عمیرہ بدستور مسکراتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھ گئی تھی جب کہ جان ایک عجیب انتشار کا شکار ہو رہا تھا۔

"کس کا ساتھ تمہیں اتنا مطمئن اور خوش رکھتا ہے؟ اور کیوں میں اتنا مضطرب رہتا ہوں؟" مگر اسے کوئی اطمینان بخش جواب نہیں مل پایا تھا خود سے۔

"میں کیوں یہاں آتا ہوں بار بار؟ یہ آپ کی محبت ہے یا اسلام کی جستجو؟" اس کی سوچیں منتشر تھیں۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

"حد ہوگئی ہے عمیرہ! میم کی اتنی امپورٹنٹ اور لاسٹ کلاس تم نے اس لڑکے کی وجہ سے چھوڑ دی۔" عالیہ بہت زیادہ خفا نظر آ رہی تھی۔ "ایسا کیا کہنا چاہ رہا تھا وہ تم سے جو میرے سامنے اس کے منہ سے نہیں نکلا؟" عالیہ کا لہجہ متجسس تھا اور عمیرہ نے رجسٹر سے نگاہیں ہٹا کر اسے دیکھا تھا۔

"تمہیں اندازہ بھی ہے تم کیا کہہ رہی ہو عالیہ؟" عمیرہ کا لہجہ بالکل سنجیدہ تھا۔

"ارے نہیں عمیرہ! تم میرا مطلب غلط لے رہی ہو۔" عالیہ بوکھلا گئی تھی۔ "میرا مطلب تھا کہ ایسا کون سا گناہ تھا جس کا اعتراف وہ میرے سامنے نہیں کرنا چاہتا تھا۔" عالیہ نے اپنے سوالات کی وضاحت کی تھی۔

"وہ کسی گناہ کا اعتراف کرنے نہیں آیا تھا۔ وہ صرف اپنے احساسات کو پہچاننے کی کوشش کر رہا ہے۔" عمیرہ نے پرسوچ لہجے میں کہا۔

"ایک بات کہوں عمیرہ! اگر تم مائنڈ نہ کرو؟" عالیہ نے بہت محتاط لہجے میں کہا۔

"اگر خلاف توقع نہیں ہوگا تو یقیناً مائنڈ نہیں کروں گی۔" عمیرہ نے مسکرا کر کہا۔

"میں نے محسوس کیا تھا کہ دوسرے نامحرم لڑکوں کے مقابلے میں اس لڑکے سے بات کرتے ہوئے تمہارے لہجے میں بہت شائستگی تھی۔" عمیرہ نے پین پر کیپ لگا کر بہت غور سے عالیہ کو دیکھا تھا۔

"تمہیں پتا ہے عالیہ! جب ہم نے کینٹین میں اسے پہلی بار دیکھا تھا تو مجھے وہ حد درجہ بدتمیز انسان لگا تھا جسے خوامخواہ دوسرے لوگوں پر تبصرہ کرنے کی بیماری ہے مگر میں غلط تھی۔ دوسری بار جب اس نے میرا لیکچر اٹینڈ کیا تو مجھے لگا تھا کہ شاید وہ صرف تفریحاً وہاں آ گیا تھا لیکن میں تب بھی غلط تھی اور تیسری بار جب میلاد والے دن میں نے اسے خود کو گھورتے دیکھا تو مجھے بہت زیادہ غصہ آیا لیکن اس کے بعد کی تمام ملاقاتوں میں میرا اس سے انٹریکشن ایک معلم اور طالب علم کا رہا اور میری اس کے بارے میں قائم شدہ ہر رائے غلط ثابت ہوئی کیونکہ میں نے اسے ان لوگوں میں نہیں پایا جن کے بارے میں قرآن کریم میں آیا ہے کہ "ان کے دلوں پر غلاف چڑھے ہیں کہ حق بات سننے سمجھنے اور دیکھنے سے قاصر ہیں۔" بلکہ میں نے محسوس کیا وہ ان لوگوں میں ہے جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا: "اور اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے لیے خاص کر لیتا ہے۔" اور جسے اللہ رحیم و کریم اپنی رحمت' اپنے کامل دین کے لیے خاص کر لے اس کے بارے میں ہم تم جیسے لوگ کچھ بھی سوچیں' کچھ بھی کہیں' کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ رحمٰن کی نگاہوں میں اپنا ایک مقام بنالیا ہے انہوں نے لیکن وہ کیا فعل ہے جس نے اسے رب کائنات کی نگاہوں میں اتنا بلند کیا کہ اس کی پاک ذات نے اس کے کبیرہ گناہ' اس کے شرک کو بھی نظر انداز کیا اور اسے اپنے پسندیدہ دین' اپنی سب سے بڑی رحمت سے نوازنا چاہتا ہے اور ایسا بھی تو ہو سکتا ہے عالیہ کہ اس نے کبھی دل سے شرک کیا ہی نہ ہو' بس جب میرے ذہن میں یہ باتیں آتی ہیں تو میرے دل میں اس کا احترام بڑھنے لگتا ہے شاید یہ اللہ کی مرضی ہے جو مجھے اس سے نرم گفتار ہونے پر مجبور کر دیتی ہے۔" عمیرہ آج پہلی بار عالیہ کو عجب محویت کا شکار محسوس ہوئی تھی۔

"کیا تمہیں اندازہ ہے عمیرہ! تم کیا کہہ رہی ہو؟" عالیہ نے تصدیق چاہی۔

"ہاں عالیہ! مجھے پتا ہے میں کیا کہہ رہی ہوں۔ میں

دیکھ سکتی ہوں اس کی نگاہوں میں حقیقی رب کی جستجو ہے۔ وہ تلاش کرنا چاہتا ہے دینِ حق کو اور یہ جستجو اللہ صرف ان ہی کو دیا کرتا ہے جن کے دل میں وہ ایمان کی ہلکی سی روشنی بھی دیکھتا ہے اور اس کے دل میں وہ روشنی ہے عالیہ! مگر افسوس یہ ہے کہ نہ تو وہ اس روشنی کو محسوس کر پا رہا ہے اور نہ ہی سمجھ پا رہا ہے۔'' عمیرہ کہتی جارہی تھی اور اس وقت خود اسے بھی نہیں معلوم تھا کہ وہ جس نورِ ہدایت کی بات کررہی ہے جان اس سے بے خبر نہیں بس وہ اس کے لیے نورِ ہدایت نہیں بلکہ خود ''عمیرہ عباد'' ہے۔

❁ ...... ❁ ...... ❁
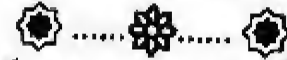
وہ جب سے گھر آیا تھا تب سے عمیرہ کی دی ہوئی اس کتاب کو دیکھ رہا تھا جو کلاس کے اختتام پر عمیرہ نے اسے دی تھی۔ وہ انکار کے باوجود اس کی کلاس اٹینڈ کرنے گیا تھا۔ وہ اس کی بات ٹال ہی نہیں سکتا تھا اور نہ ہی اس نے کوشش کی تھی۔

''کیا مجھے یہ کتاب پڑھنی چاہیے؟'' وہ دھڑکتے دل کے ساتھ سوچ رہا تھا۔ ''اگر ماما کو پتا چلا تو کیا ہوگا؟'' اس کے دل کو ایک عجیب خدشہ لاحق ہوا تھا۔ ''میں ہرگز نہیں کہوں گی کہ آپ دینِ اسلام قبول کرلیں۔'' اس کے کانوں میں عمیرہ کی آواز گونجی تھی۔

''اگر آپ یہی چاہتی ہیں تو پھر آپ نے مطالعہ کے لیے مجھے اپنی کتاب کیوں دی؟'' اس نے کتاب کے فرنٹ پیپر پر نظر ڈالی تھی جس پر لکھا تھا۔ ''عقائدِ اسلام'' اس نے دراز کھول کر کتاب اس میں رکھ دی اور آنکھیں بند کرکے عمیرہ کے آج کے لیکچر پر غور کرنے لگا تھا۔

''توحید سے مراد اللہ کو اس کی ذات و صفات میں یکتا و تنہا اور متفرد ماننا'' کوئی انسان اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک وہ دل سے تسلیم نہ کرلے کہ اللہ عزوجل اپنی ذات میں اکیلا ہے یعنی اس کے مثل کوئی نہیں اور نہ ہی کسی کو اس قدر حیثیت حاصل ہے کہ اس کے اوصاف میں اس کا شریک و محرم بن جائے یعنی اگر دوسرے لفظوں میں کہا جائے کہ وہ ہر طرح کے شرک سے پاک ہے تو بہتر ہوگا'' کوئی بھی انسان یہ دعویٰ ہرگز نہیں کرسکتا کہ نعوذباللہ وہ اللہ عزوجل جیسے اوصاف رکھتا ہے نہ تو یہ دعویٰ آج تک اللہ کے کسی ماننے والے نے کیا ہے اور نہ کسی دوسری مخلوق نے جیسے جنات۔ ہاں اگر انہوں نے ضرور کیا جو اللہ کو نہیں

بھیگا دسمبر نکھرا سال

گزرتے لیل و نہار میں اس گردشِ ماہ و سال میں جہاں بھیگا بھیگا دسمبر آن پہنچا ہے، وہیں 2014 کا سال بھی قصہ پارینہ کا حصہ بننے کو بے تاب ہے۔ تاریخ کا ایک اور باب اپنے اختتام کو پہنچا۔ ماہِ دسمبر کی اداس و یخ بستہ شامیں اور کہر آلود صبحیں اداسی کے پیرہن میں لپٹی اس سال کو الوداع کررہی ہیں۔ جہاں یہ سال رخصت ہونے کو ہے وہیں 2015ء کا آفتابِ صبح امیدوں کے نئے جگنو تھما کر ہمیں اپنی بانہوں میں سمونے کو بے قرار ہے۔ خوش آئندہ مستقبل کی امید لیے نئے خوابوں کی جوت جگائے، جہاں ہم نئے سال میں داخل ہورہے ہیں وہیں ایک سال یادوں کے ان مٹ نقوش ہمارے ذہن پر مرتب کرکے کتابِ ماضی کا حصہ بن جائے گا اور ساتھ ہی ہماری زندگی کا ایک سال خاموشی سے ہماری کوتاہیوں پر افسوس کرتا ہم سے بچھڑ جائے گا۔ ہماری جانب سے قارئین کو سال نو مبارک ہو، نئے سال کے حوالے سے خصوصی سروے کا اہتمام کیا گیا ہے سوال یہ ہیں۔

۱:۔ آپ کے نزدیک ''دسمبر استعارہ ہے'' خوشی کا یا غم کا اگر دونوں کا تو کیونکر؟
۲:۔ گزشتہ سال آپ کے لیے کون سی خوشگوار و ناگوار تبدیلیاں لانے کا سبب بنا؟
۳:۔ اس سال آپ کی ذات میں رونما ہونے والی کوئی اچھی بات یا آپ کی دیرینہ خواہش جو رواں سال پوری ہوئی؟
۴:۔ اس نئے سال میں آپ خود کو کہاں دیکھتی ہیں؟
۵:۔ اپنے وطن عزیز کے لیے نئے سال میں کیا سوچ رکھتی ہیں؟
۶:۔ نئے سال کو کس طرح خوش آمدید کہتی ہیں؟
۷:۔ نئے سال میں آپ ماہنامہ آنچل میں کیا تبدیلیاں دیکھنا چاہتی ہیں؟

ان سوالات کے جوابات مختصر اور جامع تحریر کرکے ہمیں 8 دسمبر تک ارسال کردیں۔

مانتے تھے جیسے فرعون و نمرود۔ اب یہاں زیر غور بات یہ بھی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام بھی اللہ کے منتخب شدہ ہونے کے باوجود تھے بشر ہی ان کا درجہ ان کا رتبہ بے شک اور بلا شبہ عام انسانوں سے بلند ہے لیکن اللہ عزوجل کے مقابل ہرگز ہرگز نہیں اور جب انبیاء کرام علیہم السلام اس کے برابر نہیں تو عام انسان جیسے عارفین' اولیاء کرام' علماء' فقہاء وغیرہ۔ کوئی بھی قدرت نہیں رکھتا ہے کہ وہ اللہ کی مرضی کے بغیر کسی کو رزق ہی پہنچا سکیں' کسی کی کوئی مراد منت پوری کریں۔ اللہ پاک خود اگر چاہتا ہے تو اپنے اختیارات میں بہت قلیل حصہ اپنے مقرب اور محبوب بندوں کو عطا کر دیتا ہے جیسے اس نے حضرت موسیٰ کو معجزات عطا کیے تھے۔ جیسے اس نے حضرت سلیمانؑ کو ہر جان دار کی زبان سکھائی' جنات کو قابو کرنے کا فن عطا کیا۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نور سے بنایا کہ دھوپ میں بھی ان کا سایہ نہیں بنتا تھا۔ وہ امی تھے مگر عقل و فہم کی وہ باتیں لوگوں کو بتاتے جو ان کے وقت کے قابل سے قابل لوگ بھی نہ بتا سکتے تھے۔ انہوں نے اللہ کے حکم سے انگشت کے اشارے سے چاند کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور اسی طرح اللہ پاک نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بہت سے معجزات عطا کیے جیسے اندھوں کو آنکھ یعنی بینائی عطا کر دینا' کوڑھی کو ٹھیک کر دینا' مردوں کو جلا دینا اور مٹی سے پرندے بنا کر انہوں نے زندہ کیے مگر ان تمام معجزات میں کسی بھی نبی یا رسول کا اپنا کوئی عمل دخل نہیں تھا مگر ہم نفس کے تابع انسانوں نے ان معجزات کی بناء پر انہیں اللہ کا درجہ دینا شروع کر دیا اور کچھ نے جیسے یہود و نصاریٰ اپنے نبیوں کو (نعوذ باللہ) اللہ کے بیٹے ماننے لگے۔ یہود نے کہا کہ حضرت عزیر علیہ السلام ابن اللہ اور نصاریٰ نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن اللہ ہیں لیکن یہ سراسر شرک ہے' اللہ پر بہتان ہے اور اللہ پاک نے یہود نصاریٰ کے اس بدقول کو اس طرح مسترد کیا ہے۔

سورۃ مریم کی آیت نمبر 35 میں ارشاد ہے "اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ اولاد کو اختیار کرے (کسی کو) وہ بالکل پاک ہے' وہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو بس اس کا ارشاد فرما دیتا ہے کہ ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے۔" اسی طرح سورۃ الکہف میں بھی فرمایا: "اور تاکہ ان لوگوں کو ڈرائے جو یوں کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے نہ تو اس کی کوئی دلیل ان کے پاس ہے اور نہ ان کے آباؤ اجداد کے پاس تھی۔ بڑی بھاری بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے اور وہ لوگ بالکل ہی جھوٹ بولتے ہیں۔"

یک دم دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور ماما اندر داخل ہوئی تھیں اور ان کے چہرے پر پریشانی کے سائے لہرا رہے تھے۔ وہ جلدی سے اٹھ کر ان کی طرف بڑھا تھا۔

"کیا ہوا ماما! سب ٹھیک تو ہے؟" اس نے انہیں تھامتے ہوئے پوچھا۔

"جان! تمہارے نانا کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے' ہمیں ابھی نکلنا ہے۔ تم پیکنگ کر لو ہم تمہارے بابا کی برسی کے بعد ہی واپس آئیں گے۔" وہ بہت تیزی سے کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئی تھیں۔ جان چند ثانیے حیران پریشان کھڑا رہا تھا پھر الماری کی طرف بڑھ گیا تھا۔ اپنے کپڑے فولڈ کرتے ہوئے اس کے ذہن میں ایک ہی سوچ گردش کرنے لگی تھیں۔

"کل کا عمیرہ کا لیکچر مس ہو جائے گا اور پھر کل کلاسز کا بھی لاسٹ ڈے ہے۔ ایک ہفتے بعد پیپرز ہوں گے اور پھر یونی سے میرا تعلق ختم' میرا ماسٹر مکمل ہو جائے گا۔ یونی سے تعلیم ختم یعنی عمیرہ سے رابطہ ختم۔" اس کے کپڑے فولڈ کرتے ہوئے ہاتھ یک دم تھم گئے۔ "او مائی گاڈ!" وہ بیڈ پر بیٹھتا چلا گیا تھا۔ "اب میں سمجھا آپ نے مجھے کتاب کیوں دی تھی عمیرہ! آپ جانتی تھیں کہ انسان کی زندگی میں کبھی کل نہیں آتی اور اسی لیے آپ نے مجھے کتاب دی کہ اگر آپ مجھ سے نہ مل سکیں تو وہ کتاب مجھے صحیح اور غلط کا فرق بتا دے۔" وہ بے خیالی میں بڑبڑاتا چلا گیا تھا۔

(جاری ہے)

کرو سجدہ ایک خدا کو

سیدہ غزل زیدی

مانا کہ زندگی سے ہمیں کچھ ملا بھی ہے
اس زندگی کو ہم نے بہت کچھ دیا بھی ہے
ہم پھر بھی اپنے چہرے نہ دیکھیں تو کیا علاج
آنکھیں بھی ہیں، چراغ بھی ہے، آئینہ بھی ہے

"اللہ اکبر...... اللہ اکبر!" اس نے بچے کو ہاتھ میں لیتے ہی پہلے اس کے ماتھے کا بوسہ لیا اور پھر اس کے کان میں اذان دی اور مخاطب ہوا۔

"تم مسلمان ہو میرے بیٹے! تم نے مسلمان گھر میں آنکھیں کھولی ہیں۔ تمہارے باپ کا اختتام بھی ایمان پر ہوگا ان شاء اللہ اور میری دعا ہے تمہارے لیے کہ تم بھی اپنی زندگی ایمان کی راہ پر سفر کرتے ہوئے گزارو۔ میں تمہیں اسلام کی تعلیم کرتا ہوں' اسلام سب سے بہتر دین ہے' اس پر عمل پیرا ہونے والے لوگ دنیا کے بہترین لوگ ہیں اس لیے میں تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ کچھ بھی ہوجائے اپنی حقیقت مت بھولنا' میں رہوں نہ رہوں حق کا راستہ مت چھوڑنا۔ ہم سب کا رب ایک ہی ہے اللہ عزوجل اور وہی عبادت کے حقوق کا وارث ہے۔ اس کا حق مت مارنا' کبھی بھی اس کی محبت کو اپنے دل سے محروم مت ہونے دینا' ایمان قائم رکھنا' ایمان قائم رکھنا۔ میں تمہارا نام اذان رکھتا ہوں۔ "اذان" اللہ کی طرف سے بلاوا ہے اس کے مومن بندوں کے لیے اور میں تمہیں ان مومنوں میں سے ایک دیکھنا چاہوں گا اذان۔" اس کی آنکھوں سے بہنے والے آنسو بچے کے چہرے کو بھگونے لگے تھے۔

"میں نے اپنے دین کو چھوڑ کر جو کبیرہ گناہ کیا تھا اس کی سزا میں نے یہاں تو نہیں پائی لیکن وہاں مجھے اس گناہ کی سزا ضرور ملے گی اگر تم نیک اور صالح بنے اذان تو میری بخشش ممکن ہوجائے گی۔ اب میری اُخروی زندگی کی رہائی تمہارے عمل پر ہے بیٹے!" اس نے ایک بار پھر اپنے بیٹے کا بوسہ لیا۔

"سر آپ کی بیوی کو ہوش آ گیا ہے۔" نرس نے بتایا تو وہ سر ہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا' بچے کو گود میں اٹھائے وہ روم میں آ گیا۔ جینی اسپتال کے بیڈ پر لیٹی مسکرا رہی تھی۔ وہ بیڈ کے نزدیک رکھے اسٹول پر بیٹھ گیا اور اذان کو جینی کے برابر لٹاتے ہوئے اس نے مسکرا کر جینی کو دیکھا۔ جینی یاد کرنے کی کوشش کررہی تھی کہ دانیال نے کتنے وقت بعد اسے مسکرا کر دیکھا تھا' مگر وہ اندازہ نہیں کر پائی تھی۔

"میں بہت خوش ہوں' بہت زیادہ۔ تمہیں پتا ہے میں نے اپنے بیٹے کا نام کیا رکھا ہے؟ اذان رکھا ہے۔" اس نے خود ہی سوال کیا اور پھر خود ہی جواب بھی دے دیا۔ جینی کو یہ بات پسند نہیں آئی تھی۔

"جینی میں تم سے ایک بار پھر مسلمان ہونے کی درخواست کرتا ہوں۔" اس نے نرم لہجے میں کہا۔

"دیکھو دانی! تم نے دوبارہ اپنا مذہب اختیار کیا' میں نے تمہیں نہیں روکا' تم نے ایک ہی گھر میں رہنے کے باوجود مجھے بالکل تنہا کردیا' میرے ساتھ اٹھنا بیٹھنا' کھانا پینا' ہنسا بولنا' بات کرنا سب ترک کردیا' میں نے پھر بھی شکوہ نہیں کیا اور آج میری مرضی کے بغیر تم نے میرے بیٹے کو مسلمان بنادیا میں پھر بھی تم سے شکوہ نہیں کررہی لیکن میں اسلام قبول کرلوں یہ ناممکن ہے دانی! تمہاری اس دین سے محبت مجھے اس دین سے نفرت بڑھاتی جاتی ہے۔" جینی نے حد درجہ نفرت سے کہا اور اپنا رخ دوسری طرف پھیرلیا' جب کہ دانیال اس کی باتوں کو نظر انداز کرتا اپنے بیٹے کی طرف متوجہ ہوگیا تھا۔

❁......❁......❁

"آج اذان پورے ایک ماہ کا ہوچکا تھا جینی اسی لیے میں تم سے یہ بات بہت واضح الفاظ میں کہتا ہوں کہ تم اسلام قبول کرلو ورنہ......" وہ ایک لمحے کے لیے رکا تھا۔ جینی اس وقت گارڈن میں اذان کے ساتھ بیٹھی باتیں کررہی تھی۔

"ورنہ کیا دانیال؟" جینی نے غیر یقینی انداز میں اسے دیکھا۔

"ورنہ مجھے تمہیں چھوڑنا پڑے گا کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میرا بیٹا ایک مشرک کی گود میں پرورش پائے۔" اس نے بہت ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا اور جینی اس کا منہ دیکھتی رہ گئی تھی' اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ کیا یہ وہی دانیال ہے جس نے اس کے لیے سب کچھ چھوڑا تھا' وہ ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے جاتا دیکھتی رہی اور پھر اپنے کمرے میں چلی آئی۔ کتنی ہی دیر روتی رہی تھی وہ۔ اسے زندگی میں پہلی بار دانیال سے شدید نفرت محسوس ہورہی تھی' اس نے آنسو صاف کرکے سامنے راہداری میں بنے کمرے کی طرف دیکھا جس کے کھلے دروازے میں سے اسے دانیال نظر آرہا تھا وہ اذان کو ہاتھوں میں اٹھائے اس کے کان میں کچھ کہہ رہا تھا۔

"کیا باتیں کرتا رہتا ہے یہ میرے بیٹے سے دن رات۔ نہیں میرے بیٹے کو اپنی طرح پکا مسلمان نہ بنالے۔" اس کے دل میں عجب وسوسے آنے لگے۔

"نہیں میں ایسا نہیں ہونے دوں گی لیکن میں کیا کروں او جیز ز!" اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔

"بی بی جی! آپ کے گھر والے آئے ہیں آپ سے ملنے۔" ایک ملازمہ نے اندر داخل ہوکر کہا اور جینی بجلی کی رفتار سے کمرے سے باہر نکلتی چلی گئی تھی۔

❁......❁......❁

دور تک پھیلا صحرا دھوپ کی تیزی کے سبب جل رہا تھا۔ انسان تو بہت دور کی بات کسی حیوان کے وہاں ہونے کا اور وہ بھی زندہ سلامت' تصور ہی ناممکن تھا مگر اچانک ہی بہت دور ریت کے اونچے ٹیلے پر سیاہ نقطہ سا ابھرتا اور پھر دھیرے دھیرے بڑھنے لگتا ہے...... وہ ایک زندہ انسان تھا۔ سرتاپیر سیاہ چادر میں ملبوس انسان۔ اس کا چہرہ اس چادر میں کہیں گم تھا' ننگے پاؤں اس تپتی ریت پر چلتے ہوئے اس کے پاؤں زخمی ہوگئے تھے اور اس حد تک سرخ ہوگئے تھے کہ ان سے خون رسنے کا گمان ہورہا تھا۔ وہ کون ذی روح تھا جو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر اس تپتے صحرا میں آ گیا تھا' اب نقاب ہٹنے لگا تھا پہلے ہونٹ نمایاں ہوئے تھے' ہونٹوں کی رنگت پپڑیاں جمنے کے سبب سیاہ ہورہی تھی ایسے جیسے بہت مدت سے پانی کی ایک بوند بھی ان ہونٹوں کو نہ چھوئی ہو۔ نقاب مزید اوپر ہوا اور ناک کے نتھنوں کے درمیان ایک بڑی سی بالی لٹکی نظر آنے لگی تھی۔ جو پرانے دور میں غلاموں کو پہنائی جاتی تھی۔ نقاب مزید اٹھا تو یک دم فضا میں بھونچال سا آ گیا' وہ بڑی بڑی سیاہ آنکھیں ایک بار اس کے روبرو تھیں مگر آج ان میں وہ نور نہیں تھا' وہ بہت اجاڑ ویران سی محسوس ہورہی تھیں۔ ان سے بہنے والے آنسو بہت زیادہ مجبوری اور بے بسی کا تاثر لیے ہوئے تھے یک دم ہی صحرا میں ایک طوفان اٹھنے لگا تھا اور ریت کے بگولے اسے اپنی لپیٹ میں لے چکے تھے اور پھر سب کچھ گہرے اندھیرے میں ڈوب گیا تھا۔ وہ اس کی نگاہوں سے اوجھل ہوچکی تھی۔

اس نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھولیں' اس کا دل بہت بے ترتیب دھڑک رہا تھا۔ اس کا وجود شدید ٹھنڈ کے باوجود پسینے میں شرابور تھا۔ اس نے گہرے سانس لیتے ہوئے اردگرد کا جائزہ لیا تو وہ صحرا نہیں بلکہ وہ نہر تھی جس کے کنارے وہ بیٹھا تھا اپنی خالہ کے گھر سے واپسی پر۔ وہ جب بھی اپنی مما کے ساتھ ان کے قصبے آتا تو اپنی خالہ کے گھر ضرور جایا کرتا تھا گو کہ اس کی مما اور نانا نانی' خالہ سے نہیں ملا کرتے مگر وہ پھر بھی جاتا تھا ان کے منع کرنے کے باوجود بھی اور آج بھی گیا تھا ہمیشہ کی طرح واپسی پر وہ نہر کے کنارے ایک درخت کے نیچے بیٹھا تو گہری نیند کی آغوش میں اس نے عبیرہ کو دیکھا اور وہ بھی اتنی بری حالت میں۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اس نے ایسا خواب کیوں دیکھا' اس نے نہر کا ٹھنڈا پانی چہرے پر ڈالا تو اس کی حالت کسی حد تک بہتر ہوئی تھی اور دماغ کچھ

سوچنے کے قابل ہوا تھا۔

"کہیں ایسا تو نہیں کہ عبیرہ کسی پرابلم میں ہو۔" اچانک ہی اس کے ذہن میں یہ خیال آیا اور اس نے فوراً موبائل نکال کر عدیل کا نمبر ڈائل کیا مگر جان کی قسمت آج اس کے ساتھ نہیں تھی بارہا ملانے کے باوجود بھی عدیل کا نمبر نہیں مل رہا تھا جس کا مطلب تھا کہ اس علاقے میں سگنلز نہیں آ رہیں۔ اس نے پوری قوت سے اپنا ہاتھ درخت پر مارا اور اس کے ہاتھ سے خون رسنا شروع ہوگیا۔ اس نے بہتے خون کو دیکھا۔

"اگر انسان کو لگے کہ اس پر یا اس کے کسی اپنے پر کوئی مصیبت آنے والی ہے تو اسے چاہیے کہ اللہ کی راہ میں اپنی یا اس شخص کی طرف سے صدقہ کرنے سے وہ مشکل یا تو ٹل جائے گی یا پھر کسی حد تک کم ہوجائے گی۔ صدقہ و خیرات کی کوئی بھی صورت ہوسکتی ہے جیسے غریب اور مسکین کو کھانا کھلانا' آبی مخلوق کو کھلانا یعنی فش فوڈ دینا۔ چرند پرند کو دانہ وغیرہ ڈالنا بھی صدقہ و خیرات کی قسمیں ہیں۔" وہ تیزی سے کار کی جانب بڑھا پھر رومال سے خون صاف کرتے ہوئے اس نے اپنے ذہن میں اگلے چند گھنٹے ترتیب دیئے' اسے صدقہ دینا ہے عبیرہ کی طرف سے ان تینوں طریقوں سے جو عبیرہ نے صدقہ و خیرات والے لیکچر میں بتائے تھے۔

❁......❁......❁

ٹھنڈی ہوا اس کے وجود سے ٹکرا رہی تھی وہ دریچے میں بچھی بنچ پر بیٹھا تھا۔ اس کا دل کسی حد تک مطمئن ہوا تھا' وہ صدقہ کرچکا تھا عبیرہ کی طرف سے اور اب آسمان پر ٹمٹماتے ستاروں کو دیکھتے ہوئے وہ اس ہستی سے مخاطب تھا جس پر عبیرہ ہر ہستی سے زیادہ یقین رکھتی تھی۔

"میں نے عبیرہ کی طرف سے صدقہ کیا ہے تیری راہ میں' سچے دل سے۔ اسے قبول فرما اور عبیرہ کو ٹھیک رکھ' وہ بہت بھروسا کرتی ہے تجھ پر' اس کا یقین' ایمان' اس کا دین ہے تو۔" جان نے اپنے دل میں ایک سکون سا محسوس کیا تھا۔

"جان کہاں گئے ہوئے تھے میں کب سے تمہیں ڈھونڈ رہی تھی؟" اس کی مما نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے جھنجوڑا اور اس نے پلٹ کر انہیں دیکھا۔

"مما! کیا ہم ابھی گھر چل سکتے ہیں؟" جان نے کہا۔

"کیوں...... تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟" انہوں نے نا سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھا۔

"میں ٹھیک ہوں مام! بس مجھے اپنے پیپرز کی ٹینشن ہورہی ہے اور ویسے بھی اب تو نانا جی کی طبیعت بھی ٹھیک ہے اور بابا کی برسی بھی ہوگئی ہے۔" جان نے توجیہہ پیش کی۔

"پیپرز کی وجہ سے تم نے کب سے پریشان ہونا شروع کردیا۔" انہوں نے ذومعنی انداز میں کہا۔

"مام پلیز! میں گھر جانا چاہتا ہوں اور بس۔" اسے الجھن ہورہی تھی ان کے سوالات سے۔

"اوکے چلو' میں پیکنگ کرتی ہوں۔" انہوں نے محسوس کیا کہ جان کو ان کے سوالات سے الجھن ہورہی ہے اسی لیے انہوں نے کوئی مزید سوال نہیں کیا۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد وہ قصبے کی حدود سے نکل رہے تھے انہوں نے محسوس کیا تھا کہ جان کار بہت تیز چلا رہا تھا اور گھر پہنچ کر اس نے سب سے پہلے عدیل کو کال کی تھی پہلی ہی بار میں کال ریسیو ہوگئی تھی۔

"تم کہاں ہو جان اس وقت؟" رسمی علیک سلیک کے بعد عدیل نے اس سے سب سے پہلا سوال کیا تھا۔

"گھر پر ہوں۔" جان نے خود کو بہت نارمل ظاہر کرنے کی کوشش کی۔

"ویسے وہاں سب خیریت ہے نا...... میرا مطلب ہے عبیرہ......" جان اپنا جملہ مکمل نہیں کر پایا تھا اسے سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا' وہ عدیل سے عبیرہ کے بارے میں کیسے پوچھے یک دم دونوں طرف ہی خاموشی چھا گئی تھی بالآخر جان نے ہر احتیاط کو بالائے طاق رکھا' یہاں تک کہ عدیل کے خفا ہونے کو بھی۔

"عدیل! عبیرہ کیسی ہے؟ مجھے نہیں پتا لیکن مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ وہ کسی مصیبت میں ہے۔" وہ ایک ہی سانس میں کہتا چلا گیا۔

"میں خود بھی نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ میں تمہیں کیسے بتاؤں' میں نے خود ہی تمہیں عبیرہ سے دور رہنے کا کہا تھا اب اس کی اتنی پرابلم میں تمہیں کیسے شامل کروں؟" عدیل کے لہجے میں شرمندگی تھی۔

"کیا ہوا عدیل! عبیرہ کو...... وہ ٹھیک تو ہے نا؟" جان کے ذہن میں اس کی خواب والی حالت ابھر آئی اور اس کا دل اس کے حلق میں آ گیا تھا۔

"وہ جیل میں ہے۔" عدیل کا یہ جملہ جان کو سُن کر گیا۔

"کیا......؟" اس کی آواز ڈوبتی چلی گئی تھی۔

"اس پر سنیتا نام کی لڑکی کے اغواء کا الزام ہے' ہم لوگ جیل ہی میں آئے ہوئے ہیں مگر کچھ ہو نہیں پا رہا۔ احمد کی بھی کوئی سفارش کام نہیں آ رہی' سخت مشکل میں مبتلا ہیں جان! پلیز تم کچھ کرو جان! ہم علاقائی پولیس اسٹیشن میں ہیں۔" عدیل کا لہجہ ملتجی تھا۔

"میں آ رہا ہوں۔" جان نے اتنا کہہ کر کال منقطع کردی' وہ ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا' بہت تیزی سے اس نے اپنا رخ مما کے کمرے کی جانب کیا' وہ جانتا تھا صرف وہی واحد تھیں جو عبیرہ کو جیل کے اندھیروں سے باہر لاسکتی تھیں۔

❁......❁......❁

علاقائی اسٹیشن میں ڈی آئی جی کو داخل ہوتا دیکھ کر سب ہی یک دم چاق و چوبند ہوگئے تھے۔ ڈی آئی جی کے ساتھ جان کو دیکھ کر عدیل کی جان میں جان آئی تھی' جان نے بھی ان تینوں کو دیکھا تھا۔ عدیل اور احمد کے ساتھ ایک ضعیف العمر شخص تھا ان کا چہرہ نورانی تھا' سفید داڑھی اور سر پر سفید عمامہ تھا۔ اس نے ایک نظر میں جائزہ لیا تھا یقیناً وہ عبیرہ کے فادر تھے۔ ڈی آئی جی کی آمد پر انسپکٹر' سب انسپکٹر سب ہی حاضر ہوگئے تھے' انسپکٹر نے آگے بڑھ کر ڈی آئی جی سے ہاتھ ملایا تھا۔

"سر آپ یہاں...... سب خیریت تو ہے؟" اس نے جان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"میں ایک پرسنل کیس کے سلسلے میں آیا ہوں' تم نے

عمیرہ عباد کو سنیتا کے اغواء کے الزام میں گرفتار کیا ہے اسے فی الحال چھوڑ دو آگے کے معاملات میں خود سنبھال لوں گا۔" انہوں نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"لیکن سر اس پر کشور مہرا کی بیٹی کے اغواء کا الزام ہے اور آپ جانتے ہیں نا انہیں......" اس نے ذومعنی انداز میں کہا۔

"میں نے کہا نا میں خود سنبھال لوں گا۔" اب کی بار ان کا لہجہ تھوڑا تیز تھا۔

"او کے سر۔" اس نے مزید کوئی بات نہیں کی اور انہیں ساتھ لیے ایک طرف بڑھنے لگا۔

"چلیں جان!" انہوں نے جان کو مخاطب کیا تو وہ ان تینوں سے مل چکا تھا۔ عمیرہ کے فادر اس کے بہت مشکور تھے مگر احمد کے چہرے کے تاثرات بہت ناگوار تھے۔ وہ مزید کوئی بات کیے بغیر ڈی آئی جی کے پیچھے چل پڑا وہ اب تہہ خانے کی سیڑھیاں اتر رہے تھے اس نے دیکھا وہاں بہت اندھیرا تھا۔ صرف ایک چھوٹا سا بلب تھا جو دو طرفہ بنی کال کوٹھڑیوں کے وسط میں تھا' جان کا دل ڈوبنے لگا اس کا دل چاہا کہ وہ وہاں سے بھاگ جائے یا پھر پھوٹ پھوٹ کر رو دے۔

"وہ یہاں ہے ان درندہ صفت لوگوں کے درمیان' کیوں؟ اسے یہاں نہیں ہونا چاہیے تھا۔ عمیرہ جیسی پاکیزہ لڑکی کیوں ان ناپاک لوگوں کے درمیان ہے...... کیوں؟ وہ تو اپنے رب سے بہت محبت کرتی ہے پھر اس نے کیوں اسے یہاں ان اندھیروں میں لا چھوڑا؟ اس نے آج تک کوئی گناہ نہیں کیا' کوئی غلط کام نہیں پھر کیوں دی جا رہی ہی اسے یہ سزا...... کیوں؟" اس کا ذہن بری طرح سے انتشار کا شکار تھا۔ ڈی آئی جی اور انسپکٹر کے قدم رکے اور ساتھ ہی جان کو اپنی دھڑکن تھمتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ اس نے سینے پر ہاتھ رکھ کر دھڑکن محسوس کرنا چاہی تھی مگر وہاں کوئی آواز نہیں تھی۔

"نہیں عمیرہ! میں آپ کو قبول نہیں کر سکتا' ہرگز نہیں۔ ان میلی نگاہوں کے درمیان میں تصور بھی نہیں کر سکتا آپ کا۔" وہ سر جھکائے خود سے ہم کلام تھا۔

"آپ میرے ساتھ آئیے سر۔" انسپکٹر نے اسے مخاطب کیا اور اس نے نہ سمجھنے والی نگاہوں سے ڈی آئی جی کو دیکھا۔

"جان! وہ اندر کی طرف ہے لیڈیز پورشن میں۔" اور گردن ہلاتا ایک بار پھر انسپکٹر کے پیچھے چل پڑا' اندھیری راہداری میں چلتے ہوئے انسپکٹر اس سے مخاطب ہوا تھا۔

"بڑی پکی سفارش لائے ہو آپ تو' اس لڑکی کے لیے۔ ورنہ اس کا چھوٹنا تو بہت مشکل تھا۔ آپ کو پتا ہے اس نے کشور مہرا کی بیٹی کو اغواء کروایا ہے' شہر کے چند نامور تاجروں میں سے ایک ہیں۔" جان کے قدم یک دم رک گئے تھے اس جملے پر۔

"کیا ہوا سر! آپ رک کیوں گئے؟" اس نے پلٹ کر پوچھا' مگر وہ بنا جواب دیئے چل پڑا اور انسپکٹر پھر اس سے مخاطب ہوا۔

"ویسے رشتا کیا ہے آپ کا اس لڑکی سے جو آپ اس کے لیے اتنی بڑی سفارش لے آئے ہیں؟ کچھ تو خاص ہوگا آپ دونوں کے بیچ؟" اس کا لہجہ بہت ذومعنی اور انداز بہت ہی گھٹیا تھا۔ جان کا دل چاہا کہ وہ اس کا سر پکڑ کر ان سلاخوں میں دے مارے مگر اس نے ایسا نہیں کیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس کی کوئی بھی حرکت عمیرہ کو ان سلاخوں کے پیچھے ہمیشہ کے لیے مقید کر سکتی ہے۔

"اور کتنی دور ہے؟" اس نے بے تاثر لہجے میں پوچھا۔

"لیجیے بس پہنچ گئے۔" اس نے چند قدم آگے بڑھ کر تالا کھولتے ہوئے کہا اس نے دیکھا سر سے پیر تک سفید چادر میں ملبوس' دعا میں ہاتھ اٹھائے وہ آنکھ بند کیے بیٹھی تھی۔ اس کے گالوں پر آنسو بہہ رہے تھے' دروازہ کھلنے کی آواز پر اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا اور انسپکٹر سے ہوتی ہوئی اس کی نگاہیں جان پر آ رکیں۔ اس کی آنکھوں میں حیرت وخوشی کے ملے جلے تاثرات ابھرے تھے۔

"آ جاؤ تمہاری ضمانت ہوگئی ہے۔" انسپکٹر نے کرخت لہجے میں کہا۔

"آپ ٹھیک تو ہیں نا عمیرہ!" جان نے اس کے باہر نکلتے ہی پوچھا۔

"میں...... میں ٹھیک ہوں۔" اس کا لہجہ بہت نم تھا غالباً وہ بہت دیر سے رو رہی تھی۔

"مجھے گھر لے چلیں جان پلیز! مجھے یہاں بہت ڈر لگ رہا ہے۔" آنسو اب بھی بہت تیزی سے بہہ رہے تھے۔ انسپکٹر نے کھنکار کر انہیں اپنی طرف متوجہ کیا۔

"چلیں سر! ڈی آئی جی صاحب ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے۔" انسپکٹر نے دبی دبی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"چلیں!" اس نے عمیرہ سے پوچھا اور اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ دونوں ساتھ ساتھ چل پڑے تھے تبھی پیچھے سے آتا ہوا انسپکٹر عمیرہ کے برابر چلنا شروع ہوگیا۔ عمیرہ نے خفیف سی نگاہوں سے جان کو دیکھا اور جان نے سمجھ جانے والے انداز میں سر ہلایا' وہ چند قدم آگے بڑھا اور اس طرح لڑکھڑایا جیسے اندھیرے میں کسی چیز سے ٹکرایا ہو' انسپکٹر نے جلدی سے آگے بڑھ کر اسے پکڑا اور اس دوران عمیرہ کو اپنی جگہ چینج کرنے کا موقع مل گیا وہ پہلے جان کے بائیں طرف چل رہی تھی اب دائیں طرف آ گئی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں۔" جان نے اپنے بازو سے انسپکٹر کا ہاتھ ہٹاتے ہوئے کہا اور سر جھکا کر چلنا شروع کر دیا اگر وہ عمیرہ کی جانب دیکھتا تو وہ دیکھ پاتا وہ اس کی کتنی مشکور تھی۔

❀ ❀ ❀

اس کی نگاہیں ایک بار پھر بیک ویو مرر پر اٹھی تھیں۔ وہ اب بھی اپنے بابا کے سینے پر سر ٹکائے رو رہی تھی' اس کے آنسو بھی اس کے کردار کی طرح شفاف اور چمک دار تھے۔ اس نے دیکھا احمد ایک بار پھر اسے گھور رہا تھا عمیرہ کو دیکھنے پر۔ اس نے اپنی نگاہیں ایک بار پھر ونڈ اسکرین سے باہر روڈ پر جما دی تھیں مگر تھوڑی دیر بعد پھر اس کی نگاہیں بیک ویو مرر پر اٹھی تھیں۔ عمیرہ کی آنکھوں سے بہتا ہوا ایک ایک آنسو اسے اپنے دل پر گرتا ہوا اور دل پگھلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اب کی بار اس نے احمد کی جانب نہیں دیکھا وہ جانتا تھا احمد اسے دیکھ رہا ہے اور احمد کو وہ اپنی دلی کیفیت بتانے اور سمجھانے سے قاصر تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے کار عدیل کے گھر کے آگے روکی' وہ سب کار سے اترے تھے۔ عباد صاحب نے ایک بار پھر جان کا شکریہ ادا کیا' عمیرہ کے آنسو اب تھم گئے تھے مگر وہ بالکل نڈھال ہو چکی تھی اور عباد صاحب کے سینے پر سر ٹکائے کھڑی تھی۔

وہ تینوں اب گھر کی طرف بڑھ گئے تھے۔ عدیل نے جان کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور نفی میں سر ہلایا تھا تبھی ان دونوں نے ایک ساتھ عباد صاحب کے گھر کی جانب دیکھا اور اسی وقت عمیرہ نے بھی پلٹ کر مشکور نگاہوں سے جان کی جانب دیکھا تھا مگر احمد یک دم درمیان میں حائل ہوگیا تھا اور وہ لوگ گھر میں داخل ہوگئے تھے۔ عدیل جان کے گلے لگا اور پھر شکریہ کہتے ہوئے گھر کی طرف بڑھ گیا تھا۔ جان نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے سوچا تھا۔

"انسان کو ہمیشہ زندگی میں مشکل فیصلے کیوں لینے پڑتے ہیں' مجھے آج تک یہ سمجھ نہیں آیا مگر آج سمجھ گیا ہوں۔ حقیقتاً کوئی بھی فیصلہ مشکل نہیں ہوتا بلکہ ہمیں اپنی زندگی اور اپنے پیاروں کی خوشیوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہوتا ہے اور ہم ہمیشہ اپنے پیاروں کی خوشیاں مقدم رکھتے ہیں اپنی زندگی پر اور میں نے بھی آج یہی کیا ہے عمیرہ عباد۔"

❀ ❀ ❀

پانچ سال بعد وہ اس سرزمین پر قدم رکھ رہا تھا' حدِ نگاہ تک پھیلے ائرپورٹ کو دیکھتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا جب وہ پانچ سال پہلے یہاں سے گیا تھا تو بہت ناامید اور بےزار تھا اور آج وہ لوٹ کر آیا ہے تو کس قدر پُرامید...... وہ تو ساری کشتیاں جلا کر گیا تھا پھر کیوں لوٹا' انہی فضاؤں میں۔ جن میں صرف رنج وغم کی آگ کا دھواں تھا۔ صرف آنسو' صرف آہیں تھیں۔ اس نے گہرا ایک سانس لیا۔

"اس کا جواب تمہارے پاس نہیں ہے کاشان فریدی! اور نہ ہو سکتا ہے۔" وہ اس وقت اسلام آباد ائرپورٹ پر کھڑا تھا۔ پانچ سال قبل پاکستان سے جاتے وقت اس کا ارادہ واپس لوٹ کر آنے کا نہیں تھا مگر وہ آج بنا ارادے ہی آ گیا

تھا۔ اس نے ایک ٹیکسی میں بیٹھتے ہوئے گھر کا ایڈریس سمجھایا اور گھر کے باہر اترتے ہوئے اس نے ایک نگاہ گھر کے داخلی دروازے پر ڈالی پھر پلٹ کر ٹیکسی ڈرائیور کو کرایہ ادا کیا اور اپنا سامان اٹھا کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ چوکیدار نے اسے دیکھ کر دروازہ کھول دیا تھا' سب کچھ ویسا ہی تھا آج بھی سرخ چھوٹے سائز کی اینٹوں سے بنی راہداری جس کے دونوں طرف گارڈ تھا۔ جس میں انواع و اقسام کے پھول لگے تھے' جو مالک کے اعلیٰ ذوق کی ترجمانی کررہے تھے اور وہ جانتا تھا وہ مالک کون ہے؟ اس کی نانو بی...... سفید ماربلز سے بنی عمارت شام کے سائے میں دل کش منظر پیش کررہی تھی' وہ کار پورچ سے گزر کر براؤن لکڑی کے دروازے سے اندر داخل ہوا تھا۔

''کتنی بار کہا ہے میں بلڈ پریشر کی مریض ہوں' کھانے میں نمک تھوڑا ہولے ہاتھ سے ڈالا کرو مگر مجال ہے جو تم میری ایک بھی سن لو۔'' وہ غالباً کسی ملازم کو ڈانٹ رہی تھیں' وہ دبے پاؤں ان کے پیچھے آیا اور ملازم کو ہاتھ کے اشارے سے چپ رہنے کو کہا' اس نے ان کی گلاسز لگی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔

''ارے یہ کون ہے؟'' وہ ایک لمحے کے لیے بوکھلا گئی تھیں مگر کاشان کے ہاتھ رکھتے ہی انہیں فوراً پتا چل گیا۔

''کاشان! تم آگئے؟'' ان کے لہجے میں حیرت تھی۔ اس نے ان کی آنکھوں سے ہاتھ ہٹائے' انہوں نے دھند لائی ہوئی آنکھوں سے اسے دیکھا' اس کے ماتھے کا بوسہ لیتے ہوئے انہوں نے اسے اپنے گلے لگا لیا۔ بہت دیر تک وہ اس سے شکوے کرتی رہی اور وہ مسکرا کر سنتا رہا اور جب ان کے شکوے ختم ہوئے تو وہ ان سے مخاطب ہوا۔

''اچھا بابا سوری! اب آپ کو تنگ نہیں کروں گا' کہیں نہیں جاؤں گا' مگر اذان کے پاس تو جانے کی اجازت ہے نا مجھے؟'' اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

''لیکن زیادہ دن کے لیے نہیں اور ہاں اب تم آگئے ہو تو میں تمہیں کسی نہ کسی کھونٹے سے باندھ ہی دوں گی تاکہ تم یہاں سے جا ہی نہ سکو۔'' انہوں نے اپنے دوپٹے کے آنچل سے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

''ہم دونوں آج ڈنر باہر کریں گے نانو بی...... اوکے۔'' اس نے ان کی بات نظر انداز کردی تھی۔

''تم نے سنا میں نے کیا کہا؟'' انہوں نے ایک بار پھر اسے متوجہ کیا۔

''نانو بی! اگر آپ مجھے کسی کھونٹے سے باندھنے کی کوشش کریں گی تو میں اسی دنیا میں گم ہوجاؤں گا۔ جس سے میں واپس آیا ہوں' فیصلہ اب آپ کے ہاتھ میں...... جس طرح پانچ سال قبل میرے ہاتھ میں تھا۔'' اس کا لہجہ سلگا ہوا تھا' وہ اسے دیکھتی ہی رہ گئی تھیں' وہ باغی نہیں تھا مگر خفا تھا۔

❁......❁......❁

''خوش آمدید مسٹر کاشان فریدی!'' اذان سمیت اس کے تمام اسٹاف نے کاشان کا بہت خوش دلی سے استقبال کیا تھا۔

''کیسے ہو؟'' وہ دونوں اب اذان کے آفس میں موجود تھے۔

''بالکل ٹھیک ہوں' آپ سنائیں کیا حال ہیں؟'' کاشان نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

''یہاں بھی الحمدللہ ٹھیک ہی ہیں۔ تم بتاؤ پاکستان سے دور زندگی کیسی گزری؟ دوسرے لوگوں کے ساتھ کام کرنے کا تجربہ کیسا تھا؟'' اذان نے انٹر کام کا ریسیور اٹھا کر کافی اور بسکٹ کا آرڈر دیا۔

''تجربہ تو بہت اچھا تھا لیکن دل کہیں نہیں لگا کیونکہ وہ تو یہیں رہ گیا تھا آپ کے پاس۔'' کاشان مسکرایا اور اذان اس کے جملے پر ہنس رہا دیا۔

''چلو اب تھوڑی بہت سنجیدہ گفتگو ہوجائے' میرے پراجیکٹ کے بارے میں کیا سوچا' کرو گے اس پر کام میرے ساتھ؟'' اذان اب بالکل سنجیدہ تھا۔

''آپ جانتے ہیں اذان! میں صرف آپ کے پراجیکٹ کی وجہ سے پاکستان آیا ہوں ورنہ میرا کوئی ارادہ نہیں تھا تو پھر میں آپ کے پراجیکٹ پر کیسے کام نہیں کروں گا۔'' کاشان نے بہت نارمل انداز میں کہا۔

''مجھے پتا ہے کاشان!'' اذان نے کافی کا سپ لیتے ہوئے کہا۔

''مجھے آپ کے ساتھ کام کرکے بہت سکون ملتا ہے اذان اور جو عروج میں نے آپ کے ساتھ کام کرکے پایا وہ کسی اور کے ساتھ کام کرکے نہیں پایا۔ میں آپ سے بہت دور ہو کر بھی کبھی آپ کی باتوں کو نہیں بھولا' ہر مشکل وقت میں نے وہی کیا جو میں نے ہمیشہ آپ کو کرتے ہوئے پایا۔'' کاشان بہت دھیمے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

''عروج اور زوال سب اللہ پاک کے ہاتھ میں ہے' وہ جس کو جو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اب مجھے ہی دیکھ لو کون جانتا ہے کون تھا اذان؟ کیا تھی اس کی حقیقت؟ اور اب کون ہے وہ؟ اس دنیا میں لوگ اسی کی مانتے ہیں جو اللہ کی مانتا ہے جو وہ دے اسے خوشی سے قبول کرلو پھر چاہے اس میں بظاہر آپ کی ہار ہو۔'' اذان نے ہمیشہ کی طرح پھر اسے الجھایا' وہ کوئی نہ کوئی ایسی بات ضرور کرتا تھا جس سے کاشان یہ سوچنے پر مجبور ہوجاتا تھا کہ اذان کی زندگی میں کوئی بہت بڑا تغیر آیا ہے لیکن کیا؟ یہ وہ آج تک نہیں سمجھ پایا تھا۔

''آپ خود کو اتنا کم تر کیوں سمجھتے ہیں اذان! میری نگاہ سے دیکھیں آپ ایک مکمل انسان ہیں' ایک مکمل مومن مسلمان۔ جسے بہت سے لوگ آئیڈیلائز کرتے ہیں مجھ سمیت۔'' کاشان نے بہت اطمینان سے کہا۔

''تم جانتے ہو میں خود کو......'' کاشان نے اس کی بات کاٹ دی۔

''مجھے پتا ہے آپ خود کو دوسروں کا آئیڈیل بننے کے لائق نہیں سمجھتے کیونکہ آپ کے مطابق صرف نبی آخر الزماں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایک مسلمان کا آئیڈیل ہونے چاہئیں۔'' کاشان نے دیکھا تھا اذان کے لب ہل رہے تھے وہ درود شریف پڑھ رہا تھا۔

''کیا میں غلط کہتا ہوں؟'' اب اذان اس سے مخاطب تھا۔

''نہیں آپ غلط نہیں مگر انہیں آئیڈیلائز کرنے کے لیے ہمیں آپ کے جیسا مومن بندہ بننا پڑے گا جو کہ بہت مشکل کام ہے۔'' کاشان نے مسکراتے ہوئے کہا جب کہ اذان بالکل سنجیدہ تھا۔

''کاشان! مجھے کسی خوش فہمی میں مبتلا مت کرو' میرے اعمال کے بارے میں تم جانتے کیا ہو؟ کسی کے موجودہ حالات کو دیکھ کر ہم اس کے مومن ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتے کاشان! جب تک ہم اس کی زندگی کا پورا جائزہ نہ لیں۔'' وہ ایک سانس میں کہتا چلا گیا اور یہ جملے کہتے ہوئے بھی وہ کاشان کو مومنوں کی صف میں نظر آیا تھا جو ہر نیک کام کرتے ہیں پھر بھی اللہ سے ڈرتے ہیں اور اپنے آپ کو نیک نہیں کہتے۔

''سر! آپ سے کوئی لڑکی ملنے آئی ہے۔'' اس کے پی اے نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

''کون ہے؟'' اس نے پرسوچ لہجے میں پوچھا۔

''عالیانہ عباد!'' یہ نام سن کر وہ اپنی جگہ منجمد ہوگیا۔

❁......❁......❁

وہ اپنے کمرے کے سامنے بنے دالان میں کھڑا تھا' ٹھنڈی ہوائیں اس کے وجود سے ٹکرا رہی تھیں' اس کے پی سی پر بیک اسٹریٹ بوائز کا گانا بلند آواز میں چل رہا تھا۔ اس کی پلکیں نم تھیں۔

''جان! تمہیں پتا ہے یہ بھی ایک عجیب اتفاق ہوا ہے یہاں تمہاری اور ریٹا کی منگنی ہوئی اور ادھر عبیرہ اور احمد کا نکاح ہوگیا۔'' عدیل کے یہ جملے اس نے پچھلے چند گھنٹوں میں کتنی بار سوچے تھے اور ہر بار کتنی تکلیف محسوس کی تھی اس کا اندازہ خود اسے بھی نہیں ہورہا تھا۔ اس نے ریٹا کی پہنائی ہوئی رنگ کو دیکھا۔

''جان! اگر تم چاہتے ہو کہ میں عبیرہ کو جیل سے باہر نکلواؤں تو تم ریٹا سے شادی کے لیے تیار ہوجاؤ۔'' اسے ماما کے لہجے کی سفاکی یاد آئی تھی۔ مشکل فیصلے بھلے ہی کتنے مشکل کیوں نہ ہوں' انہیں لینے میں پلک جھپکنے کا ٹائم بھی نہیں لگتا۔

''اگر تم مسلمان ہوتے جان تو میرے نزدیک عبیرہ

کے لیے تم سے بہتر کوئی نہیں تھا مگر یہ تمہاری سب سے بڑی بدقسمتی ہے کہ تم ایک نان مسلم ہو اور عبیرہ ایک پکی مسلمان۔" وہ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھتا چلا گیا اور اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھتے ہوئے اس نے آسمان کی جانب دیکھا تھا۔

"کیا مذہب ایک مسلمان کی زندگی میں اتنا اہم ہوتا ہے کہ ہر سچا جذبہ اس کے سامنے بے معنی ہو جاتا ہے؟" اس کے چہرے پر کرب کے آثار تھے اس نے گردن جھکاتے ہوئے ہاتھ گھاس پر رکھ دیئے تھے۔

"کیا میرے لیے میرا مذہب اتنا اہم ہے؟" اس نے اپنے دل کو ٹٹولا اور اس کے جواب پر اسے حیرت ہوئی تھی، اس کا جواب منفی تھا۔

"ہاں عبیرہ! آپ میری زندگی میں اتنی اہم ہیں کہ میں آپ کے لیے اپنا سب کچھ چھوڑ سکتا ہوں، اگر آپ زندگی بھر میرا ساتھ نبھانے کا وعدہ کرتیں تو میں مسلمان ہو جاتا عبیرہ! آپ کے لیے۔ مگر اب اس سوچ کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اب آپ میری زندگی کا حصہ کبھی نہیں بن سکتیں۔" اس کی آنکھ سے آنسو گرا اور ہری گھاس پر شبنم کے قطرے میں مل گیا۔ منفی سوچیں آج اس پر اس حد تک حاوی تھیں کہ وہ عبیرہ کا پڑھایا ہوا ہر سبق بھول گیا تھا۔

"اسلام وہ مذہب نہیں جو مشکلوں اور الجھنوں سے پیچھا چھڑانے کے لیے اختیار کیا جائے یا کسی زور زبردستی سے یا پھر کسی انسان کے لیے اختیار کیا جائے۔ یہ ایک پریکٹیکل سوچ رکھنے والے انسان کا مذہب ہے، جسے انسان صرف اللہ کی محبت، اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے حصول کے لیے اختیار کرتا ہے۔" یہ جملے فضاؤں میں کہیں گردش کر رہے تھے مگر وہ آج سن نہیں پایا تھا اگر سن لیتا تو جان جاتا کہ اس نے مجازی محبت کو حقیقی محبت پر فوقیت دی ہے اور اس کی یہ محبت خود اس کے اور عبیرہ کے لیے کتنا بڑا امتحان ہو سکتی تھی وہ نہیں جانتا تھا۔

❁......❁......❁

اے عشق نبی میرے دل میں بھی سما جاتا
مجھ کو بھی محمدؐ کا دیوانہ بنا جاتا
قدرت کی نگاہیں بھی جس چہرے کو تکتی تھیں
اس چہرۂ انور کا دیدار کرا جاتا
جس خواب میں ہو جائے دیدارِ نبیؐ حاصل
اے عشق کبھی مجھ کو نیند ایسی سلا جاتا
دیدار محمدؐ کی حسرت تو رہے باقی
جز اس کے ہر اک حسرت اس دل سے مٹا جاتا

اپنی نعت مکمل کر کے وہ اسٹیج پر ہی اپنی ہی جگہ پر آ بیٹھا تھا۔ آج 12 ربیع الاول کا دن تھا اور ہر سال کی طرح اس نے آج بھی محفلِ میلاد میں حصہ لیا تھا۔ اس کے نعت پڑھتے ہی پورا ماحول سبحان اللہ کے نعروں سے گونج اٹھا تھا، بہت بڑے پیمانے پر ہونے والے اس میلاد میں ملک بھر سے میڈیا کے لوگ آئے ہوئے تھے۔ کچھ دیر اسٹیج پر بیٹھے رہنے کے بعد وہ نیچے آ گیا اور تبھی کسی نے اس کی انگلی پکڑ کر اسے روکا تھا۔ وہ ایک سات آٹھ سال کا بچہ تھا اور ہاتھ میں پکڑا ہوا گلاب اس کی طرف بڑھا رہا تھا اس نے دیکھا وہ بہت گول مٹول سا بچہ تھا۔ وائٹ شلوار بلیک قمیص، پشاوری چپل، سر پر بلیک ٹوپی جس میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر موتی لگے ہوئے تھے، اسے بے اختیار اس بچے پر پیار آ یا تھا۔ وہ بچہ شرما گیا۔

"ہوں...... آپ تو بہت سویٹ ہیں، نام کیا ہے آپ کا؟" اس نے اپنے دونوں ہاتھ بچے کی گردن کے گرد حمائل کیے تھے، بہت پیار سے پوچھتے ہوئے۔

"میرا نام عبداللہ عبدالرحمٰن ہے اور آپ نعت بہت اچھی پڑھتے ہیں اور بہت سویٹ بھی ہیں۔" وہ بچہ بہت معصوم انداز میں بولا تھا۔

"بہت بہت شکریہ میری نعت پسند کرنے کے لیے۔ ویسے آپ کا نام صرف عبداللہ ہے یا عبدالرحمٰن بھی ہے؟" اسے بہت اچھا لگ رہا تھا اس بچے سے بات کرنا۔

"یہ پورا نام میرا ہی ہے، میری مما کہتی ہیں کہ مجھے عبداللہ نام بہت پسند تھا اور تمہارے بابا کو عبدالرحمٰن اس لیے ہم نے تمہارے دونوں ہی نام رکھ دیئے کیونکہ اللہ

تعالیٰ کو تو یہ دونوں نام بہت پسند ہیں۔" اس کی باتیں بہت دلچسپ تھیں وہ محظوظ ہونے لگا تھا۔

"ویسے آپ کا کوئی دوسرا بھائی نہیں ہے؟" اس کے لہجے میں اب تھوڑی شرارت تھی۔

"نہیں لیکن کیوں انکل؟" اس بچے نے بہت معصومیت سے پوچھا۔

"ویری سمپل! آپ کے والدین کو دو نام پسند ہیں ایک آپ کا رکھ لیتے اور دوسرا آپ کے بھائی کا۔" اس نے بہت مزے سے کہا اور اس بچے نے شرم کے سبب دانتوں میں انگلی دبائی تھی۔

"آپ ہمارے ساتھ آئسکریم کھائیں گے؟" اس نے عبداللہ کا ہاتھ تھام کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"لیکن مما منع کرتی ہیں نا' ٹھنڈ لگ جائے گی' بخار ہو جائے گا پھر مما روئیں گی' بابا پریشان ہوں گے۔" عبداللہ نے آئس کریم کھانے کی خواہش کے باوجود نہ کھانے کی ہزار ہا وجوہات بیان کیں۔

"کوئی بات نہیں' ابھی تو ماما یہاں نہیں ہیں' انہیں کیسے پتا چلے گا۔ ہم تھوڑی سی کھائیں گے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور چلنا شروع کر دیا۔

"لیکن مما بابا دونوں آئے ہوئے ہیں۔" عبداللہ اب بھی اپنی مجبوری ظاہر کر رہا تھا۔

"کوئی بات نہیں' میں مما کو کہہ دوں گا کہ میں نے خود کھلائی ہے' اب خوش۔" عبداللہ اب مطمئن ہو گیا تھا' آئس کریم لے کر اس نے عبداللہ کو کار کے بونٹ پر بٹھایا اور آئس کریم کا کپ عبداللہ کو پکڑا دیا۔

"انکل! آپ کو پتا ہے میری مما آپ کو جانتی ہیں۔" عبداللہ نے آئس کریم کھاتے ہوئے اچانک کہا' اس نے کچھ خاص نوٹس نہیں لیا کیونکہ اس کا پروفیشن ایسا تھا بہت سے لوگ اسے جانتے تھے۔

"انہوں نے مجھے آپ کا نام بتایا اور وہ آپ کو نعت پڑھتے دیکھ کر بہت خوش ہو رہی تھیں۔" وہ اب بھی اطمینان سے آئس کریم کھا رہا تھا۔ "آپ کا نام جان ہے ناں؟"

عبداللہ نے بہت بے فکری سے کہا اور اس کا ہاتھ یک دم رک گیا تقریباً دس سوا دس سال بعد کسی نے اسے اس نام سے پکارا تھا اور وہ بھی ایک بچے نے اور ایک ایسے شہر میں جو اس کا آبائی شہر نہیں تھا۔

"کک...... کیا کہا آپ نے؟" وہ بری طرح ہکلایا۔

"یہی کہ آپ کا نام جان ہے اور میری مما آپ کو جانتی ہیں۔" عبداللہ آئس کریم ختم کر چکا تھا۔

"آپ کی مما مجھے کیسے جانتی ہیں؟" اس کی تشویش میں اضافہ ہوا اور ساتھ ہی دھڑکن بھی تیز ہوئی تھی۔

"وہ تو انہوں نے مجھے بتایا ہی نہیں۔" عبداللہ نے حد درجہ بے بسی سے کہا۔

"آ...... آ...... آپ کی مما کا نام کیا ہے؟" اس نے اٹکتے ہوئے پوچھا۔ اس کے تخیل میں ایک ہی چہرہ ابھر رہا تھا۔ اسی کا چہرہ جسے وہ دس سال میں ایک بار بھی نہیں بھولا تھا' عمیرہ عباد کا چہرہ۔ عبداللہ نے اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے اس کے پیچھے کی طرف دیکھا۔

"مما!" وہ کہتا ہوا کار کے بونٹ سے اترا اور اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ پلٹ کے دیکھا اور اپنی جگہ ساکت رہ گیا۔

❁......❁......❁

اس نے ایک نگاہ اس دس منزلہ عمارت کو دیکھا وہ آج یہاں دوسری بار آئی تھی۔

"زندگی بھی کتنی عجیب ہے ہر لمحہ نئی پھر بھی وہی۔ کتنے رنگ سمیٹے ہوئے ہیں اس نے اپنے اندر۔ ہر موڑ ایک نیا چہرہ ایک نئی پہچان۔ کیا ہے میری اصل پہچان؟ کون ہوں میں؟ کن حالات میں میری پہچان مجھ سے کھو گئی اور کیوں؟" بے ترتیب سوالات اس کے ذہن میں آ رہے تھے۔

وہ سیڑھیاں چڑھ کر دروازے سے اندر داخل ہوئی اور کاؤنٹر پر پہنچ کر اس نے پوچھا۔

"کیا میں اذان سے مل سکتی ہوں؟"

"سوری میم! آج سر چھٹی پر ہیں۔" اسے ایک بار پھر مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔

"اوکے۔" وہ پلٹ کر احرام کو دیکھنے لگی تھی۔ نہ جانے وہ کہاں رہ گیا تھا۔

"ہو سکتا ہے وہ باہر میرا انتظار کر رہا ہو۔ میری وجہ سے وہ بھی کتنا پریشان رہنے لگا ہے۔" اس کا ذہن سوچوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔

"مس عالین! اذان کا سیل آف ہے' آپ لینڈ لائن ڈائل کریں کہ وہ آج کیوں نہیں آیا۔" اس آواز نے اس کے ذہن میں سوچوں کے سلسلے کو روک دیا تھا۔ اسے وہم نہیں ہوا تھا یہ اسی انسان کی آواز تھی جسے وہ لاکھوں میں تو کیا کروڑوں کی بھیڑ میں بھی پہچان سکتی تھی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا وہ بھی پلٹتے ہوئے اسے دیکھ چکا تھا۔ اس کے چہرے پر نگاہ پڑتے ہیں کچھ منظر' کچھ آوازیں ابھرنے لگی تھیں۔

"طوبیٰ آپ میری زندگی میں دھڑکن کی مانند ہیں لیکن میری نانو بی میری زندگی میں سانسوں کی مانند ہیں۔ میری زندگی کا تصور آپ دونوں کے بنا ہی ناممکن ہے مگر جب مجھے آپ دونوں میں سے کسی ایک کو چننے کا موقع ملا تو میں انہیں ہی چنوں گا اور میں انہیں ہی چنا ہے۔ میں نے ان کی مرضی کے خلاف آپ سے شادی نہیں کر سکتا آپ مجھے بھول جائیں۔"

"کاشان فریدی!" اس کے منہ سے غیر یقینی انداز میں نکلا۔ اس دن کے بعد طوبیٰ نے کبھی بھی اس کے روبرو نہ آنے کی دعائیں مانگی تھیں مگر آج وہ اس کے روبرو آ ہی گیا تھا۔ وہ الٹے قدم پیچھے ہٹ کر دروازے کی طرف بڑھی ہی تھی تبھی احرام اندر داخل ہوا۔ طوبیٰ نے اس کا ہاتھ تھاما اور جلدی سے اسے وہاں سے چلنے کو کہا۔ کاشان دیکھ رہا تھا طوبیٰ کی زندگی میں آنے والا "چیمپ" وہ لڑکا کون تھا وہ یہ تو نہیں جانتا تھا مگر ان کا رشتا کس نوعیت کا ہو سکتا ہے یہ اندازہ اسے ہو گیا تھا۔

❁......❁......❁

"احمد بیٹا! رات کے تین بج رہے ہیں اب تک سوئے نہیں' طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟" اس کے کمرے کی لائٹ آن دیکھ کر وہ اس کے کمرے میں آ گئی تھیں۔ وہ بے سدھ بیڈ پر لیٹا ہوا تھا' ان کی آواز پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"نیند نہیں آ رہی تھی اماں!" اس نے سر جھکائے ہوئے جواب دیا۔

"ادھر دیکھو میری طرف۔" انہوں نے اس کے برابر بیٹھتے ہوئے کہا' اس نے دیکھا تو اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

"کیوں دے رہے ہو خود کو یہ سزا اور کب تک دو گے۔" ان کے لہجے میں درد تھا۔

"کوئی سزا نہیں دے رہا ہوں میں خود کو اماں......" وہ مزید کچھ کہتا اس سے پہلے وہ گویا ہوئیں۔

"یہ سزا نہیں تو اور کیا ہے۔ اپنی حالت دیکھو تم' بھول کیوں نہیں جاتے اسے۔" وہ تڑپ کر بولی تو وہ چند لمحے خاموش رہا پھر دھیمے لہجے میں مخاطب ہوا۔

"کیا کوئی انسان سانس لینا بھول سکتا ہے؟" وہ گنگ رہ گئی تھیں۔ اس نے اب ان کے چہرے کی جانب دیکھا۔ "نہیں ناں!" اس نے تصدیق بھی کر دی تھی پھر اٹھ کر بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھی نیند کی گولی کھائی اور بیڈ پر لیٹ گیا۔

"شب بخیر اماں!" وہ بنا جواب دیئے ہی کمرے سے باہر نکل آئی تھیں۔

"آخر کب ختم ہو گی میرے بیٹے کی سزا میرے مالک! کب تک وہ ایک ابنارمل زندگی جیئے گا۔" ان کی پلکیں نم ہونے لگی تھیں۔

"کون کہہ سکتا ہے کہ دن کی روشنیوں میں لوگوں کے درمیان خوشیاں بانٹنے والا انسان رات کے اندھیروں میں اس طرح سسکتا ہے۔" وہ بل کھاتی راہداری کے اختتام پر سیڑھیوں پر آ بیٹھی تھیں۔

"مجھے کہتی ہیں کہ اپنی صحت کا خیال نہیں رکھتے اور خود اتنی ٹھنڈ میں ٹھنڈے ماربلز پر بیٹھی ہیں۔" احمد کی آواز پر انہوں نے سر اٹھا کر دیکھا۔

"چلیے اٹھیے یہاں سے......" اس نے اپنا ہاتھ ان کی

طرف بڑھایا اور انہوں نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیا اور اٹھ کھڑی ہوئیں۔ "میں نے کہا ناں آپ سے میں بالکل ٹھیک ہوں آپ خوامخواہ پریشان ہورہی ہیں۔" ان کا ہاتھ تھامے وہ ان کے کمرے کی طرف پیش قدمی کرنے لگا۔

"تمہیں کیا پتا کہ ایک ماں کے دل پر کیا گزرتی ہے جب اس کا بیٹا بظاہر بہت نارمل ہونے کے باوجود بھی ایک ابنارمل زندگی گزار رہا ہو نیند کی گولی کھائے بغیر نہ سوتا ہو۔" وہ دونوں اب کمرے تک پہنچ گئے تھے انہیں بیڈ پر لٹا کر اس نے کمبل ڈال دیا۔

"شب بخیر اماں!" اس نے اٹھتے ہوئے کہا اور انہوں نے مسکرا کر جواب دیا۔ ان کے کمرے سے نکل کر وہ سیڑھیوں پر ہی آ بیٹھا تھا جہاں کچھ دیر پہلے اس کی اماں تھیں۔ ایک ٹرینکولائزر کھا کر بھی اس کی آنکھوں میں نیند کہیں نہیں تھی۔ اس کی آنکھوں سے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ شدید ڈپریشن کا شکار ہے مگر وہ ڈپریشن کیوں تھا سوائے اس کے کوئی نہیں جانتا تھا یہاں تک کہ اس کی اماں بھی نہیں۔

❁......❁......❁
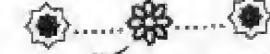
"آپا نکاح کے ڈریس میں کتنی پیاری لگ رہی تھیں میں کیا بتاؤں۔" عالی نے اپنے دونوں بازو اس کے گلے میں ڈال کر اس کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔ وہ اس وقت صحن میں تخت پر دھوپ میں بیٹھی سبزیاں کاٹ رہی تھی۔

"احمد بھائی بھی بہت ہینڈسم لگ رہے تھے آپ دونوں کی جوڑی خوب رہے گی۔" اس کا لہجہ بہت پُرشوخ تھا۔

"اچھا اب بس کرو کل رات سے ہزار ہا بار یہ جملے کہہ چکی ہو۔" عیرہ نے دھیمے سے مسکراتے ہوئے اسے ڈانٹا۔

"عالی ادھر آؤ چلو کمرے کی صفائی کرو۔" اندر سے اماں نے آواز لگائی۔

"آپا اماں آپ سے بھی اتنا ہی کام کرواتی تھیں جب آپ میرے جتنی تھیں۔" عالی نے منہ بسورتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کو لگتا ہے کہ آپ بہت چھوٹی ہیں ابھی؟" عیرہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں تو ابھی میری عمر ہی کیا ہے صرف سولہ سال۔" اس نے لہرا کر کہا۔

"عالی!" اماں نے کرخت لہجے میں کہا اور وہ اندر کی طرف دوڑی۔

"اف خدایا! اس لڑکی نے تو میرا دماغ خراب کردیا ہے اتنی بڑی ہوگئی ہے مگر مجال ہے جو بچپنا گیا ہو اس کا۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی تخت پر ہی آ بیٹھیں اور سبزیاں کٹوانے لگیں۔

"اماں ابھی عمر ہی کیا ہے اس کی فرسٹ ائیر میں تو ایڈمیشن ہوا ہے اس کا۔ آپ بھی اس کے پیچھے ہی پڑی رہتی ہیں۔" عیرہ نے خفگی سے کہا۔

"یہ تمہارا ہی لاڈ پیار ہے جس نے اسے اتنا بگاڑا ہے تم نے مجھے کبھی اتنا نہیں ستایا جتنا اس لڑکی نے ستا مارا ہے۔" انہوں نے ناراض ہوتے ہوئے کہا۔

"اماں آپ بھی نا بس۔" عیرہ ان کے خفا ہونے پر ہنسی۔

"ویسے عیرہ! وہ لڑکا کون ہے جس نے تمہیں پرسوں رات جیل سے چھڑوایا تھا؟" انہوں نے تفتیشی انداز میں کہا۔ "تمہارے بابا جان بتا رہے تھے کہ وہ تمہیں جانتا ہے جب کہ وہ عدیل کا دوست ہے۔" ان کا لہجہ اب بھی ویسا ہی تھا۔

"وہ جان ہے اماں! سنیتا کی طرح اسلام کو جاننے کی جستجو رکھتا ہے اور میں دینِ اسلام سے متعلق اس کی غلط فہمیاں دور کرتی ہوں۔" عیرہ نے بہت مطمئن لہجے میں کہا۔

"کیوں دوبارہ جیل جانے کا ارادہ ہے کیا جو اَب دوسرے غیر مسلم کو مسلمان کرنے چل دی ہو۔ ایک کو مسلمان کرا کے تم نے ہمیں کم ذلیل کرایا ہے لیکن اس سب کی تم اکیلی ذمہ دار کہاں ہو یہ سب تو تمہارے اس پروفیسر خالد عباسی کا کیا دھرا ہے جس نے قرآن کا ترجمہ اور تفسیر تمہیں سکھائی۔ اسی نے یہ خناس بھرا ہے تمہارے دماغ میں۔ خود کا تو کچھ نہیں گیا میری بیٹی کا نام بدنام کردیا۔ دیکھا تھا ناں کل محلے سے کوئی بھی نہیں آیا تمہارے نکاح میں وہ تو بھلا ہو احمد کا اپنے ماں باپ کی مرضی نہ ہونے کے باوجود اس نے یہ نکاح کیا ورنہ اگر وہ انکار کردیتا تو کون کرتا تم سے شادی؟" انہوں نے بہت چبھتے ہوئے لہجے میں کہا اور عیرہ حیرت سے انہیں دیکھتی رہ گئی۔

"آپ کو لگتا ہے کہ میں نے لوگوں کو اللہ کے حکم سے راہِ ہدایت دکھائی تو غلط کیا؟" حیرت اور غم کے سبب اس کے منہ سے لفظ بہت مشکل سے ادا ہوئے تھے۔

"ہاں غلط کیا تم نے تم یہ کیسے بھول سکتی ہو کہ تم ایک لڑکی ہو۔" ان کا لہجہ اب بھی تیکھا تھا۔

"آپ کو لگتا ہے کہ اشاعتِ اسلام غلط ہے؟" وہ اب تصدیق چاہ رہی تھی۔

"نہیں میرا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے۔ تم اسلام پر عمل پیرا ہو اس کی اشاعت کرتی ہو یہ تو ہم دونوں کے لیے بہت بڑی سعادت کی بات ہے لیکن اس میں اس حد تک انوالو ہو جانا کہ خود کو نقصان ہو یہ غلط ہے۔" انہوں نے اسے سمجھانے والے انداز میں کہا تو یک دم گھر کا دروازہ بہت زور سے بجا اور وہ دونوں ہی ڈر گئی تھیں۔ عیرہ کی اماں نے اٹھ کر دروازہ کھولا دروازے پر عباد صاحب تھے ان کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔

"ہائے اللہ...... یہ کیا ہوگیا آپ...... کس نے کردی آپ کی یہ حالت۔" انہوں نے جلدی سے عباد صاحب کا بازو تھاما اور دروازہ بند کرتے ہوئے عیرہ اور عالی کو آواز لگائی۔ دونوں ہی دوڑی آئی تھیں ان کی یہ حالت دیکھ کر ان دونوں کی حالت غیر ہونے لگی تھی۔

"عالی! تم بابا کو پانی دو میں اسپرٹ لاتی ہوں۔" اس نے اندر کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔ عالی نے پانی پلایا اتنے میں عیرہ اسپرٹ اور روئی لے آئی تھی۔ عباد صاحب دھیمے دھیمے کچھ بول رہے تھے اس کے قریب پہنچتے ہی عیرہ کی اماں نے پوری قوت سے اسے تھپڑ مارا اسے کچھ سمجھ نہیں آیا۔

"دیکھو...... آج تیری وجہ سے ان کی یہ حالت ہوئی ہے۔" اماں نے شدید غصے سے کہا۔ "آج تک جن آوارہ لڑکوں کو تیرے بابا کے سامنے سر اٹھانے کی ہمت نہیں ہوئی انہوں نے پتھر مارے انہیں یہ کہہ کر کہ ہم تو آوارہ تھے مگر کبھی جیل نہیں گئے تمہاری بیٹی تو پاکباز تھی وہ کیسے جیل چلی گئی۔" عیرہ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکے پڑے۔

"عیرہ کو کچھ نہ کہیں میری بیٹی کا کوئی قصور نہیں۔" اس کے بابا نے کمزور لہجے میں کہا۔ عیرہ آنسو صاف کرتی ان کے برابر آ بیٹھی تھی اور اسپرٹ سے ان کا زخم صاف کرنے لگی۔ اس کی آنکھیں ڈبڈبا رہی تھیں اماں کا مارا ہوا تھپڑ اس کے چہرے پر پانچوں انگلیوں کے نشان چھوڑ گیا تھا۔

❁......❁......❁

سورج دھیمے دھیمے غروب کی طرف جارہا تھا۔ وہ گارڈن میں بیٹھا پیپر کی تیاری کررہا تھا دو تین کتابیں اس کے سامنے سینٹرل ٹیبل پر پڑی تھیں۔ ساتھ ہی کافی کا خالی کپ بھی رکھا تھا۔ ٹیبل کے گرد چار چیئرز تھیں جن میں سے ایک پر وہ بیٹھا تھا دوسری پر اپنے پاؤں رکھے ہوئے تھے اور باقی دو چیئرز خالی تھیں۔

"تمہیں پتا ہے جان! مسٹر مہرا بہت ناراض ہوئے جب انہیں پتا چلا کہ عیرہ کی ضمانت ہم نے کروائی ہے۔" اس کی مما نے ان خالی چیئرز میں سے ایک پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ جان نے کتاب بند کرکے ٹیبل پر رکھی اور سیدھا ہو بیٹھا۔

"تمہاری منگنی پر بھی اسی لیے نہیں آئے وہ۔" انہوں نے افسوس سے کہا۔

"موم! مجھے ان کا الزام بالکل بے بنیاد لگ رہا ہے۔ بھلا عیرہ کو کیا ضرورت ہے سنیتا کو اغوا کرانے کی اور سنیتا بھی کوئی بچی تو نہیں ہے جو اسے اغوا کرنا آسان ہے۔" جان نے عیرہ کی وکالت کی۔

"مسٹر مہرا بتا رہے تھے کہ اس نے مسلسل سنیتا کو بہکایا اور اپنے دین پر لے آئی پھر نہ جانے اسے کہاں غائب کرادیا وہ تو یہاں تک کہہ رہے تھے کہ سنیتا نے کسی مسلمان

لڑکے سے شادی بھی کرلی ہے۔" انہوں نے اپنے طور پر اسے عبیرہ کی حقیقت بتانی چاہی تھی۔

"مجھے یقین نہیں ہے۔" جان نے بہت اطمینان سے کہا۔

"لیکن مجھے کیا کرنا ہے اب تمہاری مثال لے لو یہ اسی کا بہکاوا ہے کہ میرا بیٹا جو میرے سامنے کبھی اونچی آواز میں بات نہیں کرتا تھا اب میرے فیصلوں کو رد کرنے لگا ہے۔" ان کے لہجے میں کڑواہٹ ابھر آئی تھی۔

"یہ آپ کی سوچ ہے ماما! عبیرہ کسی کو نہیں بہکاتی' وہ صرف سچ بولتی ہے۔ انسان کی اصلیت اس پر کھول کر رکھ دیتی ہے اس کے دلائل عقلی ہوتے ہیں وہ ہماری طرح ہر چیز پر آنکھیں بند کرکے یقین نہیں کرتی۔ وہ آپ کی یا فادر جوزف کی طرح یہ نہیں کہتی کہ صرف اپنے دین کا علم حاصل کرو اگر کسی دوسرے دین کو جانو گے تو اپنے دین سے باہر ہو جاؤ گے۔ میں نے بچپن سے آپ کو اور فادر جوزف کو اسلام کے خلاف زہر اگلتے دیکھا' مسلمانوں کے نبی اور ان کی کتاب کو غلط کہتے سنا حالانکہ عبیرہ نے کبھی کسی کو غلط نہیں کہا اور نہ بُرا برتاؤ کیا یہ اس کا حُسن اخلاق ہے جو لوگوں کو اس کے دین کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ یقیناً کو بھی اس کے رویے نے ہی اپنی طرف کھینچا ہوگا' جیسے مجھے۔ وہ زبردستی کسی کو اسلام قبول کرنے کا نہیں کہتی وہ صرف حق کی راہ دکھاتی ہے جو چاہے اس پر چلے اور جو نہ چاہے وہ نہ چلے۔" جان ایک تسلسل سے کہتا چلا گیا اور اس کی مما اس کا منہ دیکھتی رہ گئی تھیں۔

"مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے جان کہ اس کی محبت میں تم اسلام کے حمایتی ہو رہے ہو؟" انہوں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اور مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے موم کہ آپ ضرورت سے زیادہ مجھ پر شک کرنے لگی ہیں؟" جان نے بھی ان کے انداز میں کہا۔

"کیونکہ تم نے خود اپنی حرکتوں کی وجہ سے اپنا کردار میری نظروں میں مشکوک کرلیا ہے۔" انہوں نے چڑ کر کہا۔

"نہیں ماما! میری حرکتوں نے نہیں بلکہ اپنے دین کے لیے آپ کے حد سے زیادہ پوزیسو ہونے نے آپ کو مجھ پر شک کرنے پر مجبور کیا ہے۔" جان جھنجلا گیا اس بے معنی بحث سے۔

"اگر کوئی اپنے دین کے بارے میں پوزیسو ہے تو اس میں کیا برائی ہے' کیا عبیرہ نہیں ہے؟" انہوں نے ایک بار پھر طنز کیا۔ جان نے اب کی بار ان کی بات کا جواب دینے کے بجائے اپنی کتابیں اٹھائیں اور اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے لبوں پر پھیلی مسکراہٹ نے انہیں اداس کردیا تھا۔

"کہاں جارہے ہو؟" انہوں نے تڑپ کر پوچھا۔

"مام مجھے لگتا ہے کہ عبیرہ کا ذکر کرنا مجھ سے زیادہ آپ کو پسند ہے۔" وہ اب بھی ہنس رہا تھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں' مجھے جو لڑکی پسند نہیں بھلا اس کا ذکر کرنا مجھے کیوں کر پسند ہوگا۔" انہوں نے بہت ناگواریت سے کہا۔

"خدا کے واسطے مام! عبیرہ کوئی دین نہیں ہے' ایک جیتی جاگتی انسان ہے۔ آپ کی اس کے دین سے نفرت آپ کو اس سے نفرت پر اکسا رہی ہے۔" جان نے بہت بلند آواز میں کہا۔

"تم بات کو خوامخواہ طول دے رہے ہو' میں صرف یہ کہہ رہی ہوں کہ اگر تم مجھے پوزیسو کہہ رہے ہو تو پھر عبیرہ کو کیا کہو گے؟" انہوں نے اب بھی اپنی بات پر ڈٹے رہتے ہوئے کہا۔

"وہ پوزیسو نہیں ہے ماما! کیونکہ پوزیسو ہمیشہ ان چیزوں کے لیے ہوا جاتا ہے جن کے کھو جانے کا ڈر ہو اور عبیرہ کو ایسا کوئی ڈر نہیں کیونکہ وہ جانتی ہے جو اس کے پاس ہے' وہ مکمل ہے۔" جان نے بہت مضبوط لہجے میں کہا اور پھر گھر کے داخلی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"تم میں اسلام کے جرثومے کہاں سے آگئے ہیں جان! تمہاری اس بیماری کی وجہ عبیرہ ہے یا پھر......" ان کے تخیل میں ایک چہرہ ابھرا تھا۔

"نہیں ہرگز نہیں...... اتنا بڑا انتقام' یہ نہیں ہوسکتا۔ میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گی۔" وہ خفیف سے لہجے میں کہتی چلی گئی تھیں۔

❁......❁......❁

آج اس کا پہلا پیپر تھا اور ہمیشہ کی طرح بہت اچھا بھی رہا تھا۔ اگلا پیپر اگلے ہفتے کی کسی تاریخ کا تھا' جب وہ نہا کر نکلا تو اس کا سیل بج رہا تھا۔ اٹینڈ کرنے پر دوسری طرف ماما تھیں۔

"جان! میں کچھ دنوں کے لیے شہر سے باہر جارہی ہوں اپنی فیکٹری کے لیے مال کی بکنگ کرانی ہے۔ کرسمس آنے والی ہے اور اس کے لیے میں نے انٹیریئر ڈیکوریٹر سے بات کی ہے۔ ہمیشہ تو میں ڈیکوریشن اپنی پسند سے کراتی ہوں مگر اس دفعہ تم دیکھ لینا' اوکے۔" انہوں نے بہت تفصیلی طور پر اسے بتایا۔

"اوکے۔" جان نے یک لفظی جواب دے کر کال ڈس کنیکٹ کردی تھی۔

آج تین دن ہوچکے تھے ڈیکوریشن کا کام تقریباً مکمل ہوچکا تھا۔ آج اس کا کمرہ ڈیکوریٹ ہونا تھا۔ وہ ڈیکوریٹر کو ہدایت دے کر کمرے سے باہر نکل آیا۔

بل کھاتی راہ داری میں مڑتے ہوئے اس کی نگاہ غیر محسوس طور پر راہ داری کے اختتام پر بنے کمرے پر جا ٹھہری تھی۔ یہ اس کے بابا کا اسٹڈی روم تھا۔ اس نے کبھی بھی اس روم کو کھلا ہوا نہیں دیکھا تھا اور آج بھی وہ روم بند ہی تھا۔ اس نے ایک ورکر کو روک کو پوچھا۔

"آپ نے یہ روم کیوں نہیں کھولا' اس کی ڈیکوریشن چینج نہیں کرنی؟" اس کا انداز تفتیشی تھا۔

"نہیں سر کیونکہ میم نے ہمیں ہمیشہ اس کمرے کو نہ کھولنے کی ہدایت کی ہے۔" وہ ورکر اپنی بات مکمل کرکے چلا گیا جب کہ جان اس کمرے کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ لکڑی کے دروازے پر سفید پینٹ کیا ہوا تھا اور کنڈی لگا کر بڑا سا تالا ڈالا گیا تھا۔ اس نے نہ جانے کیا سوچتے ہوئے بہت حسرت سے دروازے پر ہاتھ رکھا' اس نے ہمیشہ اپنے بابا کے قصے سنے تھے۔ کبھی ان کی تصویر بھی نہ دیکھی تھی' دل بوجھل ہونے لگا تھا ایک عجیب سی کشش تھی اس نے اپنا سر دروازے کے ساتھ ٹکایا اور آنکھیں بند کرلیں کچھ لمحات بعد ہی اسے محسوس ہوا تھا جیسے دروازے کے دوسری طرف کوئی موجود ہو' کوئی کچھ بول رہا ہو' وہ بوکھلا کر پیچھے ہٹا اور حیرت سے دروازے کی جانب دیکھنے لگا۔

"مجھے وہم تو نہیں ہوا۔" اس نے دل میں سوچا اور ایک بار پھر دروازے سے کان لگا کر کھڑا ہوگیا' مگر اب کی بار پھر اسے وہی سرگوشی نما آواز سنائی دی وہ پیچھے نہیں ہٹا بلکہ آواز گو کہ مدھم تھی مگر سنائی دے رہی تھی۔

"اتنے سالوں سے یہ کمرا بند ہے پھر یہ آواز کس کی ہے؟" وہ سوچتا رہا۔ "کیا اندر کوئی ہے؟" اس نے دروازے کو دھیمے سے بجاتے ہوئے پوچھا مگر کوئی جواب نہیں آیا تھا اندر سے۔

"جان بابا!" ملازمہ نے اسے پکارا اور وہ ہڑبڑا کر پلٹا۔ "آپ یہاں کیا کررہے ہیں' بیگم صاحبہ نے سختی سے اس کمرے سے دور رہنے کو کہا ہے۔" اس نے جان کو مطلع کیا۔

"کیوں؟ کس لیے' کیا یہ کمرا اس گھر کا حصہ نہیں ہے؟" اس نے ضعیف العمر ملازمہ کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اس کے بارے میں ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔" ملازمہ سر جھکا کر بولی۔ اس سے پہلے کہ جان مزید کچھ کہتا موبائل بجا اس نے نمبر دیکھا عدیل کا تھا۔

"ہیلو! سب خیریت تو ہے ناں؟" کال ریسیو کرتے ہی اس نے پوچھا تھا کیونکہ گزشتہ چند دنوں میں عدیل کی کالز سے اسے کچھ خاص خوشی کی خبر نہیں ملی تھی ہر روز عبیرہ اور اس کی فیملی کے ساتھ محلے میں ہونے والی بدسلوکی کے بارے میں بتاتا تھا۔

"جان! بہت بڑی پرابلم ہوگئی ہے عبیرہ دو تین دن سے لاپتا ہے۔" عدیل کا یہ جملہ اس کے سر پر ہتھوڑے کی طرح لگا تھا۔

”یہ...... یہ تم کیا کہہ رہے عدیل؟“ شاک کے سبب اس کے منہ سے الفاظ بھی نہیں نکل رہے تھے۔

”پرسوں پیپر دینے یونی ورسٹی گئی تھی اور لوٹ کر واپس نہیں آئی۔ پولیس اس کی گمشدگی کی رپورٹ درج نہیں کررہی ان کا کہنا ہے کہ اس پر اغوا کا الزام ہے اور شاید اسی سے بچنے کے لیے وہ اپنے طور پر کہیں غائب ہوگئی ہے۔“ عدیل کہہ رہا تھا اور جان شدید غصے میں آ گیا تھا۔

”احمد نہیں چاہتا تھا کہ میں تمہیں اس معاملے میں شامل کروں اور اب بھی میں نے اسے بغیر بتائے تمہیں انفارم کیا ہے۔“ عدیل نے حد درجہ مجبور لہجے میں کہا اور جان ہونٹ بھینچ کر رہ گیا۔

”عباد انکل کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے تم ڈی آئی جی سے بات کرو وہ عبیرہ کو ڈھونڈنے کی کوشش تو کریں۔“ عدیل نے ملتجی لہجے میں کہا۔

”اوکے۔“ جان نے اتنا کہہ کر کال ڈس کنیکٹ کردی۔

”کہاں جاسکتی ہے عبیرہ......؟ وہ ان لوگوں میں سے نہیں جو بدنامی کے ڈر سے چھپ جائیں تو پھر آخر وہ گئی کہاں؟“ اس کا ذہن کام نہیں کررہا تھا اور یک دم ہی ایک خیال اس کے پورے وجود کو جھنجوڑ گیا۔

”او مائی گاڈ۔“ اس کے منہ سے خوف کے سبب نکلا تھا۔

❁......❁......❁
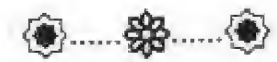
کمرے کے وسط میں رکھے صوفوں میں سے ایک پر وہ بیٹھا تھا سر جھکائے بہت سی الجھنوں کا شکار تبھی بھاری قدموں کی آواز پیدا ہوئی تھی۔ اس نے سر اٹھایا تو کمرے کے داخلی دروازے سے ایک دراز قد آدمی اندر داخل ہوا تھا۔ اس کا ڈیل ڈول اچھا تھا اور سر کے بال درمیان سے غائب تھے وہ مسٹر مہرا تھے انہیں دیکھتے ہی جان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”ہیلو جان!“ انہوں نے ہاتھ ملا کر اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ”آج ہمارے گھر کیسے آنا ہوا؟“ مسٹر مہرا نے طنز کا تیر چلایا۔

”آپ بہت اچھی طرح جانتے ہیں میں یہاں کیوں آیا ہوں؟“ جان نے تحمل سے کہا۔

”نہیں میں تو نہیں جانتا کہ تم یہاں کیوں آئے ہو؟“ انہوں نے انجان بنتے ہوئے کہا۔

”عبیرہ کہاں ہے؟“ ایک لمحے کے توقف کے بعد اس نے کہا۔

”میرے مطابق تو اسے جیل میں ہونا چاہیے تھا مگر آپ نے اس کی ضمانت کرادی تھی تو یقیناً اب وہ اپنے گھر پر ہوگی۔“ انہوں نے بھی اسی اطمینان سے کہا۔

”وہ ہوتی اپنے گھر پر اگر آپ نے اسے اغوا نہ کرایا ہوتا۔“ جان نے بہت سنجیدگی سے کہا۔

”تم میرے گھر، میری چھت کے نیچے بیٹھ کر مجھ پر الزام لگا رہے ہو۔“ انہوں نے گھورتے ہوئے کہا۔

”میں الزام نہیں لگا رہا سچ کہہ رہا ہوں۔“ جان نے بنا ڈرے کہا۔ مسٹر مہرا چند ثانیے اسے دیکھتے رہے پھر مخاطب ہوئے۔

”چلو مان لیا کہ میں نے اسے اغوا کرایا ہے تو پھر......؟“ ان کا انداز طنزیہ تھا۔

”تو پھر یہ کہ آپ اسے چھوڑیں، میں سنیتا کو ڈھونڈنے میں آپ کی مدد کروں گا۔ میں عبیرہ سے اس کا پتا معلوم کرکے آپ کو بتاؤں گا۔“ جان نے صلح جو انداز میں کہا۔ ایک بار پھر چند لمحے کے لیے خاموشی چھا گئی تھی۔

”عبیرہ سے کیا رشتہ ہے تمہارا؟“ انہوں نے ذومعنی انداز میں پوچھا۔ جان کو دھچکا نہیں لگا کیونکہ یہ تجربہ وہ ایک بار پہلے بھی کرچکا تھا۔

”اصل مسئلہ میرا اور عبیرہ کا رشتہ نہیں آپ کی بیٹی کا ڈھونڈنا اور عبیرہ کو رہا ہونا ہے۔ آپ عبیرہ کو چھوڑ دیجیے میں سنیتا کو دس دن کے اندر ڈھونڈ کرلاؤں گا۔“ جان نے بہت تحمل سے کہا۔

”ٹھیک ہے مگر تمہاری بات پر یقین کیسے کروں میں؟“ انہوں نے جانچنے والے انداز میں کہا۔

”تو میں آپ کی پہنچ سے دور نہیں ہوں، عبیرہ کے ساتھ آپ مجھے بھی قید میں ڈال سکتے ہیں۔“ جان نے اپنے مطابق سزا کا انتخاب بھی کردیا تھا۔

”ہوں...... تمہارے ماں باپ سے میرے تعلقات اس طرح کے ہیں کہ تمہاری بات پر بے اعتباری میں نہیں کرسکتا۔ عبیرہ میری قید میں ہی ہے، میں ہر قیمت پر اپنی بیٹی کو واپس لانا چاہتا ہوں مگر نہ جانے کیا بات ہے اس لڑکی میں کہ کسی میں اب تک اس سے بات کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ وہ جس کوٹھڑی میں قید ہے اس میں کسی کو داخل ہونے کی ہمت ہی نہیں ہوسکی۔ میں خود بھی گیا تھا مگر مجھ پر ایسا خوف طاری ہوا کہ الٹے قدموں واپس آ گیا۔ میں اپنے ایک آدمی سے کہتا ہوں کہ وہ تمہیں وہاں تک چھوڑ آئے۔“ انہوں نے ایک ہی سانس میں یہ سب کہہ دیا اور جان نے سکون کا سانس لیا۔

کوٹھڑی میں نیم تاریکی تھی۔ وہ ایک کونے میں سجدہ ریز تھی، وہ بلند آواز میں کچھ پڑھ رہی تھی۔

ترجمہ: اے ہمارے رب بے شک ہم تیرا ہی مال ہیں اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹ کرآنا ہے۔“

یہ کیا لفظ تھے، کون سی زبان تھی یہ؟ یہ وہی زبان لگی اسے جو وہ خواب میں سنتا رہا تھا۔ وہ الجھنے لگا۔

”عبیرہ!“ اس نے باوقار اور بلند آواز میں پکارا تو عبیرہ یک دم خاموش ہوگئی تھی وہ اس کی آواز پہچان گئی تھی۔ یہ جان کی آواز ہی تھی وہ بلاشبہ اس کی زندگی کی دوسری بڑی مصیبت میں بھی اس کی نجات کا راستہ بن گیا تھا۔ عبیرہ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور پلٹ کے اسے دیکھا۔ وہ چند قدم کے فاصلے پر کھڑا تھا، وہاں سے نکلتے ہی مسٹر مہرا کے آدمی انہیں اسی کمرے میں لے آئے جہاں مسٹر مہرا اور جان کچھ دیر پہلے بیٹھے تھے۔

”آیئے آیئے جناب!“ مسٹر مہرا کے انداز میں اسے کچھ شاطرانہ پن محسوس ہوا تھا۔

”سب کچھ طے ہوچکا ہے تو پھر کیوں بلوایا ہے؟“ جان نے ترش لہجے میں کہا۔

”بیٹھو۔“ انہوں نے صوفے کی جانب اشارہ کیا۔ جان انہیں گھورتا ہوا بیٹھ گیا۔

”آپ بھی بیٹھ جایئے استانی صاحبہ!“ انہوں نے طنز کیا عبیرہ پر۔ عبیرہ بحالت مجبوری بیٹھ گئی۔ آج سے پہلے وہ کبھی کسی نامحرم کے برابر نہیں بیٹھی تھی مگر حیران کن طور پر جان کے برابر بیٹھی وہ خود کو بہت زیادہ محفوظ محسوس کررہی تھی۔ اس نے دیکھا تھا جان شاید مسٹر مہرا کو جانتا تھا بلکہ یقیناً جانتا تھا۔

”میں نے تمہیں یہاں اس لیے بلوایا ہے کہ تمہیں تمہارے وعدے کی یاد دہانی کرادوں۔ تمہارے پاس صرف دس دن ہیں میری بیٹی کو ڈھونڈنے کے لیے لیکن اگر تم اسے ڈھونڈنے میں ناکام رہے تو میں عبیرہ کو قید میں نہیں ڈالوں گا اور تم جانتے ہو تمہیں قید میں نہیں کرسکتا۔ اس لیے میں صرف ایک ہی کام کروں گا......“ وہ ایک لمحے کے لیے رکے اور عبیرہ کی جانب دیکھا، ان کے چہرے پر پھیلی مسکراہٹ بہت شاطرانہ تھی۔ جان کو کسی ان دیکھے خطرے کا احساس ہوا۔ ”میں اس لڑکی کو تمہاری آنکھوں کے سامنے قتل کردوں گا اور پھر تمہیں قید میں ڈالنے یا قتل کرنے کی مجھے ضرورت نہیں رہے گی کیونکہ اس کے مرتے ہی تمہاری زندگی خود بخود ختم ہوجائے گی۔ آخر تم اس سے اتنی......“ جان کا رنگ فق ہوگیا وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ عبیرہ کا تو حیرت سے برا حال تھا۔ اس ادھورے جملے سے جو معنی نکل رہے تھے انہوں نے عبیرہ کو کسی اندھے کنویں میں دھکیل دیا تھا۔ اس نے جان کے بارے میں کیا سوچا تھا وہ کیا نکلا تھا۔ جان نے قدم آگے بڑھا دیئے تھے اس نے جان کی تقلید کی تھی۔

”ارے ہاں ایک اور بات۔“ مسٹر مہرا ایک بار پھر ان کے سامنے آ کھڑے ہوگئے۔ باری باری ان دونوں کی جانب دیکھتے ہوئے جان سے مخاطب ہوئے۔ ”اپنی ماما کو میری طرف سے اپنی منگنی کی مبارک باد ضرور دے دینا۔“

”کیا اب ہم جاسکتے ہیں؟“ جان نے غصیلے لہجے میں کہا اور مسٹر مہرا راستے سے ہٹ گئے۔

❀……❀……❀

پانچ منٹ گزر گئے تھے اسے ڈرائیو کرتے ہوئے۔ اس دوران نہ تو عبیرہ نے اسے مخاطب کیا اور نہ خود اس نے عبیرہ کو۔ وہ بے تحاشا شرمندگی کا شکار ہو رہا تھا۔ اس نے چور نگاہوں سے عبیرہ کو دیکھا اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ وہ کیا سوچ رہی تھی اس کے بارے میں اس کا اندازہ اسے بہت اچھی طرح ہو رہا تھا۔ عبیرہ کے دماغ میں عالیہ کے جملے گردش کر رہے تھے۔

''مجھے نہیں لگتا عبیرہ کہ اسے دینِ اسلام میں کوئی دلچسپی ہے اس کی آنکھیں کچھ اور ہی کہہ رہی تھیں۔ پتا نہیں تم کیوں دھوکا کھا رہی ہو۔'' اس نے افسوس سے آنکھیں بند کرلی تھیں۔

''اس نے کتنا صحیح پہچانا تھا جان کو۔ اسے اسلام میں کوئی دلچسپی نہیں تھی وہ صرف مجھے بے وقوف بنا رہا تھا۔ میں نے آج تک انسانوں کو پہچاننے میں کبھی بھی غلطی نہیں کی پھر جان کے معاملے میں مجھ سے اتنی بڑی چوک کیسے ہوگئی۔ کیسے نہیں دیکھ پائی میں وہ جو عالیہ کو دکھ گیا؟'' عبیرہ کو خود پر جان سے زیادہ غصہ آ رہا تھا آنکھیں کھول کر اس نے آسمان کی طرف دیکھا۔

''کیوں میں اس کی اصلیت نہیں دیکھ پائی اسے آپ کی جستجو نہیں تھی اللہ پاک تو پھر کیوں آپ نے میرے دل میں اس کے لیے اتنی غیر محسوس نرمی پیدا کی؟ کیوں آخر کیوں؟'' عبیرہ بری طرح تلملا رہی تھی۔ جان اس کے تاثرات سے اندازہ لگا رہا تھا کہ وہ اس وقت کس سے مخاطب ہے یقیناً اپنے ربّ سے۔

''سب تمہاری غلطی ہے جان! سراسر تمہاری۔ عبیرہ اب کبھی تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہے گی۔'' اس نے ونڈ اسکرین سے باہر راستے پر نظریں جمائے سوچا۔

''غلطی میری ہی ہے میں نے ہی شاید اسے اتنا موقع دیا کہ وہ میرے بارے میں اس حد تک سوچے۔ مجھے پہلے ہی دن اس سے برابرتاؤ کرنا چاہیے تھا۔'' عبیرہ نے تاسف بھرے انداز میں سوچا۔

''اس میں تمہاری کوئی غلطی نہیں، تم نے کبھی نہ چاہا تھا کہ عبیرہ یہ بات جانے اگر آج اسے یہ پتا چلا ہے تو یہ قسمت میں تھا۔ اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں۔ تم نے کوئی غلطی، کوئی گناہ نہیں کیا، محبت گناہ نہیں۔'' اس کے اندر سے ایک آواز ابھری اور اسے ہمت سی ملی تھی۔ اس نے روڈ پر نظریں جمائے عبیرہ کو مخاطب کیا۔

''سنیتا کہاں ہے عبیرہ!'' اس طویل خاموشی کو جان نے خود توڑا تھا۔ عبیرہ نے کوئی جواب نہیں دیا، اس نے گردن گھما کر عبیرہ کی جانب دیکھا اور پھر پوچھا۔ مگر اس نے اب بھی جواب نہیں دیا۔ سگنل پر کار روکتے ہوئے اس نے پھر پوچھا اور اب کی بار عبیرہ نے اسے گھور کر دیکھا اور وہ شرمندہ ہوگیا۔

''میں جانتا ہوں آپ اس وقت بہت غصے میں ہیں عبیرہ! اور آپ کا غصہ کرنا جائز بھی ہے مگر میں اس بارے میں کچھ نہیں کرسکتا۔ میں نے بہت کوشش کی کہ میں آپ کے بارے میں نہ سوچوں نہ چاہوں آپ کو۔'' اس کا یہ جملہ عبیرہ کے غصے میں مزید اضافہ کر گیا تھا۔ ''مگر جذبات پر کسی کا کنٹرول نہیں ہوتا، میرا بھی نہیں ہے۔'' جان نے بہت بے بس لہجے میں کہا گرین سگنل پر اس نے کار کا اسٹیئرنگ گھمایا۔

''گاڑی روکیں۔'' عبیرہ نے اس کی جانب دیکھے بغیر بہت تیز لہجے میں کہا وہ کچھ سمجھ نہیں پایا۔

''میں کہہ رہی ہوں گاڑی روکیں۔'' اب کی بار عبیرہ کا لہجہ بہت زیادہ تلخ تھا۔ اس نے کار سڑک کے کنارے روک دی تو عبیرہ نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی تھی مگر نہیں کھلا۔

''دروازہ لاکڈ ہے۔'' جان نے اسے مطلع کیا۔

''دروازہ کھولیں۔'' جان نے عبیرہ کی بات نظر انداز کرکے کار اسٹارٹ کردی تھی۔ ''میں نے کچھ کہا ہے جان!'' عبیرہ کو مزید غصہ آنے لگا تھا اس پر۔

''شاید آپ کی یہ پہلی بات ہے جسے میں ماننے سے انکار کرتا ہوں۔'' اس کے چہرے پر شرمندگی نہیں تھی۔

"اسے شرمندہ ہونا چاہیے۔" عبیرہ نے سوچا۔

"سنیتا کہاں ہے عبیرہ! میرا اسے دس دن کے اندر ڈھونڈنا بہت ضروری ہے ورنہ......" اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا تھا۔

"ورنہ کیا......؟ مسٹر مہرا مجھے قتل کردیں گے تو کردیں' مجھے موت سے ڈر نہیں لگتا۔ موت برحق ہے اور وہ سب کو آئے گی ایک دن۔" عبیرہ نے بہت ترش لہجے میں کہہ کر اپنا رخ پھیر لیا۔

"انسان کی عزتِ نفس اس کی بڑی طاقت ہوتی ہے اور اگر اس کا قتل کردیا جائے تو پھر انسان کبھی سر اٹھا کر چلنے کے لائق نہیں رہتا مس عبیرہ عباد!" جان کے اس جملے میں ایک ایسا فہم تھا' عبیرہ اپنی جگہ گنگ رہ گئی تھی۔ اب کی بار اسے جان پر غصہ نہیں آیا تھا۔

"آپ مسٹر مہرا کو نہیں جانتیں وہ کتنا گھٹیا آدمی ہے۔ اس کا اندازہ آپ نہیں کرسکتیں۔" جان اس کی جانب دیکھے بنا ہی کہتا رہا تھا۔ "آپ نے آج تک انسان کا اچھا روپ دیکھا ہے کیونکہ آپ نے خود کبھی کسی سے برا سلوک نہیں کیا مگر مسٹر مہرا جیسے لوگوں کے لیے اچھے بُرے لوگ سب ایک ہی لسٹ میں آتے ہیں۔ وہ سب کے ساتھ ایک ہی طرح پیش آتے ہیں۔ تین دن آپ ان کی قید میں رہیں' کیا ہوسکتا تھا آپ کے ساتھ آپ یہ سوچ بھی نہیں سکتیں۔ مگر آپ کے ربّ نے آپ پر کرم کیا لیکن یہ لازمی تو نہیں عبیرہ کہ آپ ہمیشہ ہی ان کے ہاتھوں سے بچ جائیں۔" عبیرہ کا سر جھک گیا۔

"میں جانتا ہوں کہ آج میں آپ کی نگاہ میں ایک بہت بُرا انسان بن گیا ہوں' اسی لیے آپ کو میرے ساتھ سفر کرنا بھی گوارا نہیں لیکن آپ کا ربّ جو سب کچھ دیکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ میں نے ہمیشہ آپ کو پاک باز نگاہوں سے دیکھا ہے' آپ میری نگاہ میں اس دنیا کی سب سے پاکیزہ لڑکی ہیں اور ہمیشہ رہیں گی۔ میں نے ہمیشہ آپ کی بہت عزت کی ہے اور ہمیشہ کروں گا۔" وہ خاموش ہوگیا تھا اتنا کہہ کر مگر اس کا دل اب بھی مخاطب تھا۔

"اور میں نے دل کی گہرائیوں سے آپ سے محبت کی ہے اور ہمیشہ کروں گا دن رات' صبح شام۔ ماہ و سال' وقت کی کوئی قید اس محبت کو ختم نہیں کرسکتی' کبھی بھی نہیں' ہرگز نہیں۔" اس نے ایک نگاہ عبیرہ کے چہرے پر ڈالی۔ جہاں اب غصے کے کوئی تاثرات نہیں تھے غالباً اسے جان کی بات سمجھ آگئی تھی۔ کار عبیرہ کے گھر کے باہر روکتے ہوئے وہ ایک بار پھر اس سے مخاطب ہوا تھا۔

"پلیز عبیرہ! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ سنیتا کا پتا دیجیے' میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں اسے نقصان پہنچنے نہیں دوں گا۔" جان کا لہجہ بہت زیادہ ملتجی تھا' وہ عبیرہ کو سمجھا نہیں سکتا تھا کہ مسٹر مہرا کی بات نے اسے کتنا زیادہ خوف زدہ کردیا تھا۔

"سنیتا مسلمان ہوچکی ہے اس کا نام ایمان ہے اور اسے اخلاقی طور پر سپورٹ کرنے کے لیے میں نے اپنے پھوپی زاد کزن عبدالمعیز سے اس کا نکاح کروادیا ہے۔" عبیرہ نے بہت دھیمے لہجے میں اسے بتایا۔

"اور وہ دونوں اب کہاں ہیں؟" جان کی سانس میں سانس آئی۔

"وہ میں آپ کو نہیں بتاسکتی۔" عبیرہ نے بضد کہا۔

"کیوں آپ کو یقین نہیں ہے مجھ پر؟" جان تشویش کا شکار ہوا۔

"نہیں۔" عبیرہ نے یک لفظی جواب دیا۔

"آپ بہت ضدی ہیں عبیرہ اور اس ضد میں آپ صرف اپنا نقصان کررہی ہیں۔" جان نے بہت افسوس سے کہا اور سائیڈ پر لگا ایک بٹن پریس کیا تھا جس سے کار کا دروازہ کھل گیا۔

"شکریہ آپ نے میری بہت مدد کی' مگر مجھے امید ہے کہ اب ہم دوبارہ نہیں ملیں گے۔" عبیرہ نے حتمی لہجے میں کہا۔

"نہ ملتے اگر آپ مجھے سنیتا کا پتا بتادیتیں۔" جان نے اسی کے انداز میں کہتے ہوئے ونڈ اسکرین سے باہر دیکھا۔ احمد عبیرہ کے گھر سے باہر نکل رہا تھا' وہ انہیں دیکھ چکا تھا۔

عبیرہ کار سے اتری اور احمد کے برابر سے گزر کر گھر میں داخل ہوگئی۔ احمد کار کے قریب پہنچ کر کھڑکی پر جھکا تھا۔

"کہاں لے گئے تھے میری بیوی کو' تمہاری ہمت کیسے ہوئی اسے لے جانے کی۔" احمد نے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"بہت کم ظرف نکلے آپ تو مسٹر احمد! تین دن بعد آپ کی بیوی گھر آئی ہے اور آپ اس کا حال احوال دریافت کرنے کے بجائے یہاں کھڑے ہوکر ایک فضول بات پر بحث کررہے ہیں۔" جان نے تلملا کر کہا وہ اس کا شکریہ ادا کرنے کے بجائے الٹا اس پر شک کررہا تھا۔

"اس کا حال احوال تو میں دریافت کر ہی لوں گا پہلے تمہاری خیریت تو معلوم کرلوں۔" اس نے اچانک ہی کار کا دروازہ کھولا اور جان کو گریبان سے پکڑ کر کار سے باہر نکال لیا۔

"چھوڑو مجھے۔" جان نے اپنا گریبان چھڑانا چاہا۔

"بتاؤ کہاں تھے تم دونوں؟ ہم یہاں اتنے پریشان تھے اور تم مزے کررہے تھے۔ آج نہیں چھوڑوں گا تمہیں' اس دن تو عدیل نے بچا لیا تھا۔" اس نے گریبان سے پکڑ کر جان کو بُری طرح جھنجوڑ ڈالا تھا اور پھر پوری قوت سے ایک مکا جان کے منہ پر مارا تھا اس کا ہونٹ پھٹ گیا تھا اور منہ سے خون بہہ رہا تھا۔ اس نے دوسری بار ہاتھ اٹھایا مگر اب کی بار جان نے اس کا ہاتھ مروڑ کر اسے پیچھے دھکیل دیا۔

"بہت ہی گری ہوئی اور گھٹیا سوچ ہے آپ کی۔ عبیرہ تین دن سے لاپتا تھی اور آپ اس کے صحیح سلامت واپس آجانے پر شکریہ ادا کرنے کے بجائے ناشکری کررہے ہیں۔ آپ بہت بے قدرے ہیں۔" جان نے بہت تیز لہجے میں کہا اردگرد کے لوگ اب ان کے پاس جمع ہوگئے تھے۔

"تو تم کرلو اس کی قدر اور کرلو...... کیا کرتوتیں ہوگی آخر تین دن تم دونوں نے ساتھ جو گزارے ہیں۔" احمد نے چبا چبا کر کہا اور اس کے اس جملے کے ساتھ ہی اردگرد کے لوگوں میں چہ مگوئیاں شروع ہوگئی تھیں۔

"جان اگر تم نے اس بات کی تردید نہیں کی تو عبیرہ تمہاری وجہ سے......" یک دم ہی کسی نے اندر سے اسے جھنجوڑا تھا۔

"تم بغیر جانے بوجھے عبیرہ پر الزام لگا رہے ہو احمد! عبیرہ میرے ساتھ کہیں نہیں گئی تھی بلکہ اسے اغوا کرلیا گیا تھا انہی لوگوں نے اسے اغوا کیا جنہوں نے اسے جیل بھیجا۔" جان نے بہت بلند آواز میں کہا تھا تاکہ اردگرد کے لوگوں کے منہ بند ہوں اور ایسا ہی ہوا تھا۔

"اس نے ایک ہندو لڑکی کو مسلمان کیا ہے اسی لیے یہ سب پرابلمز فیس کرنی پڑ رہی ہیں۔" اس نے مزید کہا اب لوگوں کا رش چھٹنے لگا تھا کچھ لوگ احمد کو سمجھانے لگے۔ احمد مسلسل اسے گھورتا رہا' جان پلٹ کر اپنی کار میں بیٹھ گیا۔ اس نے سکون کا سانس لیا کہ عبیرہ کے بارے میں کوئی بھی افواہ پھیلنے سے پہلے ہی اس نے بات کلیئر کردی۔ احمد ایک بار پھر اس کی طرف بڑھ آیا تھا۔

"تم دونوں سب کو بے وقوف بناسکتے ہو مجھے نہیں۔ تم کو کیا لگتا ہے میں نہیں سمجھتا کہ ہمیشہ تم ہی کیوں اس کی مدد کو پہنچتے ہو؟" احمد نے دانت پیس کر کہا۔

"یہ بات تو مجھے خود آج تک سمجھ نہیں آئی کہ ہمیشہ میں ہی کیوں عبیرہ کی مدد کے لیے منتخب کیا جاتا ہوں لیکن آج میں ایک بات ضرور سمجھ گیا ہوں۔" جان نے بہت ٹھنڈے لہجے میں کہا۔

"تم ایک بہت تنگ ذہن انسان ہو احمد! میں عبیرہ کی بہت عزت کرتا ہوں مگر تم یہ بات نہیں سمجھو گے کیونکہ تم وہ انسان ہو جسے عزت راس نہیں آتی۔" جان کا لہجہ اب بھی ٹھنڈا تھا' اس نے کار کو پیچھے لیا اور رخ مین روڈ کی طرف کردیا جب کہ احمد پلٹ کر عبیرہ کے گھر میں داخل ہوگیا۔

❀......❀......❀

آفس کی گلاس وال سے حدِ نگاہ تک پھیلے شہر کی عمارتوں کو دیکھتے ہوئے اس کا دل ڈوبنے لگا تھا۔ اسی شہر کی ایک گلی میں اندھیری رات میں وہ ہمیشہ کے لیے اس سے

بچھڑ گئی تھی اور تب اسے معلوم بھی نہ تھا کہ وہ اسے آخری بار دیکھ رہا ہے۔

”عبدالمعیز آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں نے عیرہ کو اس رات آپ کے گھر کے باہر ہی چھوڑا تھا اور اس کے بعد جب میں دوبارہ وہاں گیا تو گھر پر تالا تھا۔ میں پچھلے دس سال سے اسی امید پر بیٹھا ہوں کہ وہ آپ لوگوں کے ساتھ ہے اور آپ دونوں کہہ رہے ہیں کہ وہ آپ کو کبھی ملی ہی نہیں اگر وہ آپ دونوں کے ساتھ بھی نہیں ہے تو پھر وہ کہاں گئی اس رات؟“ اس کے ذہن میں وہ دن گھوم رہا تھا جب عبداللہ عبدالرحمٰن کی بدولت وہ ایمان اور عبدالمعیز سے ملا تھا۔ ان سے مل کر اسے خوشی ہوئی تھی کہ اب وہ عیرہ تک پہنچ جائے گا مگر اس کی سوچ غلط ثابت ہوئی تھی۔

”اذان!“ کاشان نے اسے آواز دی تو اس نے پلٹ کر دیکھا اسے۔ اس کی آنکھوں کا انداز اتنا ابنارمل تھا کہ کاشان اپنی جگہ ساکت رہ گیا۔ کاشان کی یہ حالت دیکھ کر اس نے اپنی آنکھیں بند کرلی تھیں اور رخ پھیرتے ہوئے اس سے مخاطب ہوا تھا۔

”کاشان مجھے کچھ دیر کے لیے اکیلا چھوڑ دو۔ میں کسی سے نہیں ملنا چاہتا۔ کسی سے بھی نہیں۔“ اس نے بہت بے زار لہجے میں کہا۔

”اوکے۔“ کاشان بنا کوئی سوال کیے باہر نکل آیا مگر اس کے دماغ میں کھلبلی سی مچ گئی تھی وہ پچھلے دو ہفتوں سے اذان کو اسی حالت میں دیکھ رہا تھا' وہ میٹنگ میں ہوتا اور کوئی رائے پوچھ لی جاتی تو ایسے چونک پڑتا جیسے کہ وہاں موجود نہیں ہو۔ موبائل زیادہ تر سوئچ آف رہنے لگا تھا' گھر پر فون کرنے پر گھر پر موجود نہ ہوتا اور موجود ہوتا تو بات نہ کرتا۔ ہر ایک سے بےزار نظر آنے لگا تھا۔

”کیا وجہ ہوسکتی ہے اذان کی اس حالت کی۔“ کاشان کوئی معنی اخذ نہیں کر پا رہا تھا۔

❁.......❁.......❁

آئی سی یو کے باہر لگی چیئرز میں سے ایک کی بیک سے ٹیک لگائے وہ بیٹھی تھی۔ ڈاکٹر کو باہر نکلتا دیکھ کر وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔

”دیکھیے محترمہ اٹیک بہت شدید تھا۔ ہم نے اپنے طور پر پوری کوشش کی ہے آگے اللہ مالک ہے۔ آپ آئی سی یو اور میڈیسنز کے بل کاؤنٹر پر ادا کردیں۔“ ڈاکٹر اپنی بات مکمل کرکے چلا گیا تھا۔

”یا اللہ پلیز بابا جانی کو ٹھیک کردیجیے' پلیز اللہ پاک۔“ اس نے سچے دل سے دعا کی تھی۔ کاؤنٹر پر آکر اس نے پہلے گھر کال کی پھر اس کے بعد بل دیکھا' بل بہت زیادہ تھا۔ اتنے پیسے تو اس کے پاس تھے بھی نہیں' فی الفور اس کا ذہن ماؤف ہوگیا تھا۔ اس نے ریسیور دوبارہ اٹھایا اور احمد کا نمبر ڈائل کیا' کال ریسیو ہوتے پر احمد کی حد درجہ بے زار آواز ابھری تھی۔

”ہیلو! کون؟“

”میں...... میں عیرہ بات کررہی ہوں۔“ اس نے ڈرتے ڈرتے اپنا نام بتایا۔

”تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھے فون کرنے کی۔ میں تم جیسی لڑکی سے بات کرنا نہیں چاہتا۔“ احمد نے بہت ترش لہجے میں کہا۔

”احمد پلیز میری بات تو سنیں۔ بابا کی طبیعت بہت خراب ہے مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔“ وہ گڑگڑائی تھی۔ زندگی میں پہلی بار اللہ کے سوا کسی انسان کے سامنے۔

”جہنم میں جاؤ تم اور تمہارا باپ۔“ احمد نے زہر بار لہجے میں کہا۔ وہ مزید کچھ کہتا مگر کسی نے عیرہ کے ہاتھ سے ریسیور لے کر فون بند کردیا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا وہ جان تھا ساتھ ہی عدیل بھی کھڑا تھا۔ اس نے عیرہ کی جانب دیکھے بنا بل ادا کیا اور پھر پلٹ کر ایک سمت میں قدم بڑھا دیے۔

”عدیل بھائی! جان کو آپ نے بتایا؟“ عیرہ نے نم پلکوں سے اس سے پوچھا۔

”وہ پریشان تھا تمہارے لیے' احمد نے جس طرح اس کے ساتھ برتاؤ کیا اسے اندازہ تھا وہ تم سے کس طرح پیش

آئے گا اور ایک بات اور عیرہ! میں معذرت چاہتا ہوں جس وقت تم آئی تھیں گھر عباد انکل کو اسپتال لانے کے لیے میں تمہارے ساتھ نہیں آسکا کیونکہ ابا نے مجھے منع کردیا تھا مگر میں جانتا تھا کہ وہ غلط ہیں' اسی لیے میں آگیا ہوں۔ پلیز مجھے معاف کردینا۔“ عدیل نے شرمندگی سے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

”پلیز آپ معافی مت مانگیں عدیل بھائی!“ عیرہ نے نم لہجے میں کہا تبھی انہوں نے جان کو اپنی طرف واپس آتے دیکھا۔

”میں نے ڈاکٹرز سے بات کی ہے' انکل کو روم میں شفٹ کیا جارہا ہے۔ عیرہ آپ کو بھی پرابلم نہیں ہوگی رہنے میں۔ ہم لوگ یہیں ہوں گے آپ پریشان مت ہوئیے گا۔“ جان نے بہت دھیمے لہجے میں کہا۔ عیرہ سر جھکائے سنتی رہی۔ اس میں سر اٹھانے کی ہمت تھی بھی نہیں۔ کچھ گھنٹوں پہلے اس نے بہت وثوق سے اسی انسان سے زندگی میں کبھی نہ ملنے کا کہا تھا اور چند گھنٹوں میں ہی اس کی یہ بات رد کردی گئی تھی۔

”احمد نے بہت غلط کیا' اسے عیرہ کو کچھ کہنے کا موقع دینا چاہیے تھا۔“ عباد صاحب کو روم میں شفٹ کردیا تھا' عیرہ ان کے پاس ہی تھی البتہ عدیل اور جان روم کے باہر لگی چیئرز پر بیٹھے تھے۔ عدیل بہت دیر سے کچھ نہ کچھ کہہ رہا تھا مگر جان خاموشی سے سن رہا تھا کچھ بول نہیں رہا تھا۔

”کیا بات ہے جان! تم اتنے خاموش کیوں ہو۔“ بالآخر عدیل نے پوچھ ہی لیا۔

”کچھ نہیں عدیل! مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ عیرہ کے ساتھ جو ہوا اس کا ذمہ دار کہیں میں تو نہیں۔“ جان نے سرد آہ بھری تھی۔

”نہیں جان! تم نے تو اپنے طور پر سب کلیئر کیا تھا ناں۔ اب یہ احمد کی کم ظرفی تھی کہ حقیقت جان لینے کے بعد بھی اس نے اتنی گری ہوئی حرکت کی۔ اس نے طلاق دے دی عیرہ کو۔“ عدیل نے پُرافسوس لہجے میں کہا۔

”عیرہ کے ساتھ بہت غلط ہوا۔ وہ اس کی حق دار نہیں پھر کیوں ہورہا ہے اس کے ساتھ یہ سب۔ اس نے تو ایک نیک کام کیا ہے' کیا تمہارا رب نیکی کرنے کی بھی سزا دیتا ہے؟“ جان نے پُرشکوہ لہجے میں کہا۔

”ربّ نے نہیں دی سزا اس کے بندوں نے دی ہے۔“ یہ آواز عیرہ کی تھی' ان دونوں نے چونک کر سر اٹھایا۔ وہ کب روم سے باہر آئی تھی انہیں اندازہ ہی نہیں ہوا تھا۔

”میں ایک ضروری کام سے باہر جارہی ہوں' آپ دونوں بابا کے پاس بیٹھ جائیں۔“ وہ اپنی بات کہہ کر مڑ گئی تھی۔

”کہاں جارہی ہیں آپ عیرہ!“ جان نے جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

”وہ میں آنے کے بعد بتاؤں گی۔“ اس نے بنا مڑے جواب دیا اور آگے بڑھ گئی۔ وہ دونوں حیرت سے اسے جاتا ہوا دیکھتے رہے تھے۔

❁.......❁.......❁

”چلو فائنلی تم مسکرائیں تو مجھے لگا تھا کہ اب تمہاری مسکراہٹ دیکھنے کے لیے بھی ٹکٹ لگے گا۔“ اس نے دل کھول کے تبصرہ کیا۔

”احرام!“ طوبیٰ نے گھور کر اسے دیکھا۔ وہ اس وقت ایک مارٹ میں تھے کار پیٹرول فلنگ کے لیے پارک کرکے وہ دونوں مارٹ میں آگئے تھے۔ وہ اکثر ہی اس طرح شاپنگ کرتے تھے۔ طوبیٰ کو مٹی کے برتن ہمیشہ سے بہت پسند تھے اور آج بھی انہیں دیکھ کر ہی وہاں آگئی تھی۔

”دیکھو احرام! یہ کتنا خوب صورت ہے۔“ طوبیٰ نے ایک مٹی کا گلدان اٹھا کر اسے دکھایا تھا جس پر نفیس اور رنگین نقش نگاری کی گئی تھی۔

”ہاں لیکن میرے پاس اس سے بھی زیادہ کچھ خوب صورت ہے تمہارے لیے۔“ احرام نے سسپنس پیدا کیا۔

”کیا......؟“ طوبیٰ نے وہ مٹی کا برتن رکھتے ہوئے متجسس لہجے میں پوچھا۔ احرام نے مسکراتے ہوئے بیک سے اپنا ہاتھ سامنے کیا' اس کے ہاتھ میں گلاب کے پھولوں کا بکے تھا۔ طوبیٰ نے فوراً وہ بکے لیا اور گلابوں کی

مہک کو ناک کے قریب لا کر محسوس کیا۔

"یہ بہت خوب صورت ہے۔" طوبیٰ نے کہا۔

"شکریہ۔" احرام نے مسکراتے ہوئے کہا اور اسی خوش گوار موڈ میں وہ دونوں باہر نکل آئے۔

"آج ہم ساحل سمندر چلیں گے احرام!" طوبیٰ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ضرور...... نیکی اور وہ بھی پوچھ پوچھ۔ میں چیک کرتا ہوں پیٹرول فل ہوا یا نہیں۔" احرام مسکراتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

"تم کتنے اچھے ہو احرام! تمہارے جذبوں میں کہیں دکھاوا نہیں' کوئی مجبوری نہیں۔ زندگی کے اس عجیب دور میں بھی تم میرے ساتھ کھڑے ہو جب اپنی پہچان کھو بیٹھی ہوں' میں طوبیٰ یامین سے......" یک دم بہت تیز ہارن کی آواز نے اس کی سوچوں کے تسلسل کو توڑا تھا۔ وہ بے دھیانی میں چلتی روڈ پر کار کے سامنے آ گئی تھی۔ کار کے ٹائرز سے اچانک بریک لگنے کے سبب بہت تیز آواز نکلی تھی کہ پیٹرول پمپ پر موجود تقریباً سب لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ طوبیٰ کے ہاتھ سے پھول چھوٹ کر زمین پر بکھر گئے تھے' وہ آنکھوں پر ہاتھ رکھے کھڑی تھی۔

"مس طوبیٰ! آپ ٹھیک تو ہیں؟" یہ آواز اذان کی تھی' اس نے آنکھوں سے ہاتھ ہٹائے...... غالباً وہ کار اذان کی تھی۔

"آئی ایم رئیلی ویری سوری۔" اذان نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا۔

"نہیں اس میں آپ کی غلطی نہیں ہے۔ مجھے پتا ہی......" یک دم اذان کی بیک سے ابھرنے والے چہرے کو دیکھ کر اس کی آواز حلق میں ہی گھٹ گئی تھی۔ اذان نے پلٹ کر کاشان کو دیکھا اور حیرت کا شکار ہوا۔ تب تک احرام بھی ان تک پہنچ گیا تھا۔

"طوبیٰ تم ٹھیک تو ہو؟" اس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ طوبیٰ کے بجائے اذان مخاطب تھا۔

"آئی ایم سوری احرام! پتا نہیں اچانک طوبیٰ کیسے میری گاڑی کے سامنے آ گئیں۔" اذان نے دیکھا کاشان کو دیکھ کر احرام کے تاثرات بھی ویسے ہی تھے جیسے طوبیٰ کے۔

"اٹس او کے۔" احرام نے مختصراً کہا۔

"چلو طوبیٰ!" اس نے طوبیٰ کا ہاتھ پکڑا اور وہاں سے لے گیا۔

"آخر ان دونوں کا ردعمل کاشان کو دیکھ کر ایسا کیوں تھا؟" اس نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے سوچا۔ کاشان کچھ دیر پہلے کی نسبت اب بالکل خاموش تھا۔

"طوبیٰ یامین اور احرام بہت اچھا کپل ہے ناں۔" اس نے اندھیرے میں تیر چلایا اور کاشان کے چہرے کے تاثرات نے اسے مکمل داستان سنا دی' وہ ہنسا تھا۔

محبت جیت ہوتی ہے
مگر یہ ہار جاتی ہے
کبھی دل سوز لمحوں سے
کبھی تقدیر والوں سے
کبھی مجبور قسمتوں سے
مگر یہ ہار جاتی ہے

اذان کو بلند آواز میں یہ نظم پڑھتا دیکھ کر کاشان حیرت زدہ رہ گیا۔

"تمہیں پتا ہے آج طوبیٰ کا میری کار سے یہ دوسرا ایکسیڈنٹ تھا۔ پہلا ایکسیڈنٹ اس کی شادی والے دن ہوا تھا۔" اس نے دیکھا کاشان کی رنگت بالکل پھیکی پڑ گئی تھی۔

"لیکن احرام واقعی قابل تعریف ہے۔"

"شادی کے دن لڑکی کا گھر سے چلے جانا' تم سمجھتے ہو لوگ کتنی باتیں بناتے ہیں مگر اس نے طوبیٰ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ وہ اب تک اس رشتے کو تھامے ہوئے ہے۔" اذان نے اسے سراہتے لہجے میں کہا اور کاشان نے آنکھیں بند کر لیں۔

❁......❁......❁
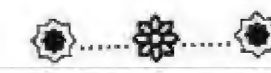
آج ایک بار پھر وہ اس کی ٹیبل پر سفید لفافہ رکھ کر سیدھا کھڑا ہوا تھا۔

"مستعفی؟" اس نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"نہیں۔" کاشان نے یک لفظی جواب دیا۔

"پھر؟" اذان کا انداز اب بھی سوالیہ تھا۔

"ٹرانسفر ریکوئسٹ۔" اس نے بجھے بجھے لہجے میں کہا۔ اذان کچھ دیر خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

"کس سے بھاگ رہے ہو طوبیٰ یامین سے؟" اذان نے بلاتوقف کہا۔ کاشان نے چونک کر اسے دیکھا۔

"طوبیٰ یامین ہی وجہ تھی ناں پانچ سال پہلے بھی پاکستان چھوڑ کر جانے کی؟" اذان اب بھی تسلسل سے بول رہا تھا۔ کاشان ہار جانے والے انداز میں اپنے پیچھے رکھی چیئر پر بیٹھ گیا۔

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں اذان! طوبیٰ یامین میری زندگی کا ایک ایسا باب ہے جسے میں نے خود اپنے ہاتھوں سے بند کیا تھا لیکن یہ زندگی اسے ایک بار پھر میرے سامنے لے آئی ہے۔ میں بھول جانا چاہتا ہوں اسے اور اسے بھی جو میں نے اس کے ساتھ کیا' وہ دھوکا' وعدہ خلافی سب کچھ۔" اذان نے اس کے لہجے میں ایک خلش ایک تڑپ محسوس کی تھی۔

"کہانی کیا ہے؟" اذان نے مدہم لہجے میں پوچھا اور کاشان کی نظروں میں کچھ منظر ابھرنے لگے۔

"آج سے چھ سال پہلے میری ملاقات طوبیٰ سے ایک آرٹ نمائش میں ہوئی تھی۔ وہ پورٹریٹ کی نمائندگی کر رہی تھی پہلی نظر کے بعد میں اس پر سے نگاہ ہٹا نہیں پایا۔ میرے قدم خود بخود اس کی جانب اٹھتے چلے گئے۔ وہ کچھ لوگوں کو اپنی پورٹریٹ کا سینٹرل آئیڈیا بتا رہی تھی مجھے دیکھ کر وہ میری طرف بھی متوجہ ہو گئی۔ بہت سمجھانے کے باوجود بھی میں نے اسے یہی کہا مجھے سمجھ نہیں آیا بلآخر اس نے تنگ آ کر مجھے کہا۔

'جرنلسٹ تو بہت تیز دماغ ہوتے ہیں مگر آپ تو بہت کند ذہن ہیں۔' میں ہنس پڑا تبھی اس کی ایک دوست نے اس کا نام پکارا تھا "طوبیٰ" وہ وہاں سے چلی گئی البتہ میرے ذہن سے محو نہیں ہوئی تھی۔ میں نے بہت جلد ہی اس کے بارے میں معلومات حاصل کر لیں۔ وہ شہر کے ایک مشہور بزنس مین یامین اسحاق کی اکلوتی بیٹی تھی اور ایک پرائیوٹ یونیورسٹی میں آرٹ اور ڈیزائن کی اسٹوڈنٹ تھی۔ میں اس کے ڈیپارٹمنٹ پہنچا تو مجھے دیکھ کر اس نے کتاب کے پیچھے منہ چھپا لیا غالباً میں اسے یاد تھا۔ میں نے قریب پہنچ کر اسے ہیلو کہا تو وہ یہ کہہ کر وہاں سے چلی گئی کہ وہ اجنبیوں سے بات نہیں کرتی مگر...... مگر میں نے ہار نہیں مانی۔ دن رات' صبح شام اس کے روبرو آتا رہا یہاں تک اسے میری بات سمجھ آ گئی۔ میری محبت پر یقین آ گیا لیکن میری قسمت شاید میرے ساتھ نہیں تھی۔ نہ جانے نانو بی کو طوبیٰ میں کیا کمی نظر آئی کہ انہوں نے اس رد کر دیا۔ مجھے اپنی پرورش کا واسطہ دیا اور میں مجبور ہو گیا۔ میں وہ دن کبھی نہیں بھول سکتا جب میں نے طوبیٰ کا محبت سے بھرا دل توڑا تھا۔ اس دن بہت تیز بارش تھی' وہ کیفے ٹیریا میں میرا انتظار کر رہی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی اس کے چہرے پر ایک مانوس مسکراہٹ ابھری تھی۔"

"اتنی دیر کہاں لگا دی کاشان! میں ایک گھنٹے سے آپ کا انتظار کر رہی ہوں۔ خیر چھوڑیں' مجھے آپ کو ایک نیوز بتانی ہے مما بابا مان گئے ہیں' وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں کل۔ آپ آئیں گے ناں؟" اس نے خوش کن لہجے میں کہا تھا۔

"میں نہیں آؤں گا' آپ کو یا آپ کے والدین کو میرا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے بہت روکھے لہجے میں کہا اور الٹے قدموں پلٹ گیا تھا۔

"کاشان! کیا بات ہے آپ مجھ سے ناراض ہیں۔ کیا کوئی غلطی ہو گئی ہے مجھ سے؟" وہ میرے پیچھے پیچھے آئی تھی۔

"نہیں طوبیٰ! غلطی آپ سے نہیں مجھ سے ہوئی ہے۔ مجھے کوئی حق نہیں تھا کہ میں آپ کی زندگی سے کھیلتا۔" ہم کیفے ٹیریا سے باہر آ گئے تھے بارش اور بھی تیز ہو گئی تھی۔

"کاشان آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں؟" طوبیٰ کا دل ڈوبنے لگا تھا۔

"دیکھیں طوبیٰ......! اس میں کوئی شک نہیں کہ میں نے آپ کو دل کی گہرائیوں سے چاہا ہے لیکن میں اپنی نانو بی سے بھی بہت محبت کرتا ہوں۔ طوبیٰ! آپ میری زندگی میں دھڑکن کی طرح ہیں لیکن میری نانو میری زندگی میں میری سانسوں کی مانند ہیں۔ میری زندگی کا تصور آپ دونوں کے بنا ہی ناممکن ہے مگر مجھے جب آپ دونوں میں سے کسی ایک کو چننے کا موقع ملا تو میں ان ہی کو چنوں گا اور میں نے انہیں ہی چنا ہے۔ میں ان کی مرضی کے خلاف آپ سے شادی نہیں کرسکتا' آپ مجھے بھول جائیں۔" میں اپنی بات مکمل کرکے مڑنے لگا تھا مگر طوبیٰ نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر روکا تھا۔

"آپ مذاق کررہے ہیں ناں کاشان! مجھے پتا ہے آپ مذاق کررہے ہیں۔" طوبیٰ کا لہجہ غیر یقینی تھا۔ میں نے طوبیٰ کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"میں مذاق نہیں کررہا طوبیٰ! اس حقیقت کو آپ جتنی جلدی سمجھ لیں آپ کے لیے بہتر ہوگا۔" میں نے حتمی انداز میں کہا اور مڑ گیا۔

"کاشان!" طوبیٰ نے ڈوبتے دل اور ڈبڈبائی آنکھوں سے صدا لگائی تھی مگر میں رکا نہیں تھا۔

اتنا سب سنانے کے بعد کاشان کی برداشت جواب دے گئی تھی' اس نے ٹیبل پر سر ٹکا دیا جب کہ اذان اب ایک گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔

❁......❁......❁

دو دن بعد عباد صاحب کو ہوش آیا تھا مگر طبیعت بہتر نہیں تھی۔ ڈاکٹر انہیں چیک کرکے گیا تھا جان بھی ڈاکٹر کے ساتھ باہر آ گیا تھا۔

"ہم اپنی پوری کوشش کررہے ہیں مسٹر چوہان! اب آگے اللہ مالک ہے۔" جان نے صرف سر ہلایا تھا۔

"ڈاکٹر صاحب! کیا یہاں کوئی چیریٹی بوکس وغیرہ ہے؟" جان نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا اور ڈاکٹر نے اسے راستا سمجھا دیا تھا۔

"جان میں اسپتال کی ہر ادائیگی خود کرنا چاہتی ہوں اگر میں ایسا نہ کرپائی تو میں کبھی سر اٹھا کر نہ چل سکوں گی۔ آپ ہی نے کہا تھا ناں کہ جب ایک انسان کی عزتِ نفس کو قتل کردیا جائے تو وہ سر اٹھا کر چلنے کے لائق نہیں رہتا۔ میں ایک خوددار باپ کی بیٹی ہوں۔ میں یہ ہرگز گوارہ نہیں کرسکتی کہ اپنے بابا جانی کی بیماری کے اخراجات کسی اور سے اٹھواؤں۔ آپ نے مجھ پر بہت احسانات کیے ہیں یہ ایک احسان اور کردیجیے' یہ پیسے واپس لیجیے۔" چیریٹی بوکس تک پہنچتے ہوئے اس کے ذہن میں عبیرہ کے جملے گونج رہے تھے۔ وہ اس رات جب واپس آئی تھی تو اس کے پاس کچھ پیسے تھے جو اس نے جان کو واپس کیے تھے۔ جان دو دن تک یہ فیصلہ نہیں کرپایا تھا کہ وہ ان پیسوں کا کیا کرے؟ کیونکہ انہیں استعمال وہ نہیں کرسکتا تھا مگر پھر اسے چیریٹی کا خیال آیا اور عبیرہ کی طرف سے اس نے وہ پیسے چیریٹی کردیے تھے۔

"شاید ان کا سب سے صحیح استعمال یہی ہوسکتا ہے۔" اس نے گہری سانس لی اور پلٹ گیا۔ شام تک عباد صاحب کی طبیعت میں کافی بہتری آ گئی تھی۔ عبیرہ کے کہنے پر وہ گھر آ گیا تھا مگر دماغ وہیں اٹکا ہوا تھا۔

❁......❁......❁

"مجھے نہیں پتا' مجھے یہ کہنا چاہیے یا نہیں لیکن مجھے لگتا ہے آپ کو مسٹر مہرا کو سنیتا کا پتا بتا دینا چاہیے عبیرہ؟" وہ کچھ دیر پہلے ہی آیا تھا۔ اسے اسپتال سے اطلاع ملی تھی کہ صبح پانچ بجے کے قریب عباد صاحب کی طبیعت ایک بار پھر خراب ہوگئی تھی۔

"اتنی پریشانی کا سامنا کرنے کے بعد یہ بات تو آپ کی سمجھ میں بھی آ گئی ہوگی۔" اس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"جو مجھے سمجھ میں آیا ہے وہ کبھی آپ کو سمجھ آ ہی نہیں سکتا۔ آپ کے لیے بھی ہر پریشانی' پریشانی ہے اور ہر مصیبت' مصیبت لیکن میرے لیے ایسا نہیں ہے۔" وہ اسٹول پر بیٹھی تھی۔ اس کے ہاتھوں میں عباد صاحب کا ہاتھ تھا وہ دھیمے لہجے میں مخاطب تھی۔

"یہ ایک حقیقت ہے کہ میں نے کبھی زندگی میں ایسی پریشانیوں کا سامنا نہیں کیا اور نہ ہی ایسی بے اعتباری کا لیکن پریشانیاں اس لیے نہیں آتیں کہ انسان پریشان ہوکر روئے۔ اللہ سے شکوہ کرے اور کبھی کبھی اللہ کے ساتھ کفر بھی کر بیٹھے۔" وہ چند ثانیوں کے لیے رکی تھی اور جان کو محسوس ہوا تھا کہ وہ ایک بار پھر اسی کلاس روم میں تھا جہاں عبیرہ لیکچر دیا کرتی تھی۔

"پریشانیاں انسان کی زندگی میں اس کا ایمان جانچنے کے لیے بھیجی جاتی ہیں۔ جو لوگ کچے ایمان کے مالک ہوتے ہیں وہ جلد پریشان ہوکر ناشکری کرتے ہیں۔ اللہ عزوجل کو یاد دلاتے ہیں کہ انہوں نے دن میں کتنی بار اس کی عبادت کی۔ کتنی بار اس کی یاد میں سجدے کیے' کتنی نمازیں پڑھیں' کتنی زکوٰۃ دی' کتنی خیرات دی مگر خود یہ بھول جاتے ہیں کہ اللہ پاک نے کتنی بار ان پر احسان کیا' ان کے کتنے گناہوں کو معاف کیا' ان کی کتنی گستاخیوں کو نظر انداز کیا۔ ایسے لوگ حقیقتاً ناشکرے ہوتے ہیں لیکن اللہ پاک کے کچھ بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جو ان مشکلات اور پریشانیوں سے گھبرا کر ناشکری کرنے کے بجائے اپنے رب سے ثابت قدم رہنے کی دعا کرتے ہیں اس سے ہر پل اس کی پناہ چاہتے ہیں کہ وہ انہیں شیطان کے بہکاوے سے بچائے۔ صبر کرتے ہیں اور ہر ممکن طور پر شکر کرتے ہیں' زیادہ سے زیادہ تسبیح و تقدیس کرتے ہیں تاکہ وہ اپنے رب کے برگزیدہ بندوں میں شامل ہو جائیں۔ میں شامل تو ہوسکتی ہوں بس یہی بات' اس کی پاک ذات کو راضی کرنے کی جستجو مجھے ایمان کو تحفظ دینے کی ہمت عطا کرتی ہے اس نے مجھے اس زمین پر اگر کسی کے لیے ذریعۂ ہدایت بنایا ہے تو یہ میرے لیے بہت بڑی خوش نصیبی ہے اور آپ چاہتے ہیں جان میں اس خوش نصیبی سے ہاتھ دھو بیٹھوں' ناراض کردوں اس رب العزت کو جس کے مجھ پر بے شمار احسانات ہیں۔ وہ رب جو رات سونے اور دن کو اٹھنے سے پہلے میرے رزق کو طے کردیتا ہے۔ وہ رب جو میری ہر آتی جاتی سانس کا مالک ہے جو میری غلطیوں پر میری سانسوں کے اس سلسلے کو توڑ نہیں دیتا' جو اپنے کسی احسان کا مجھ سے بدلہ نہیں مانگتا۔ میں نے اس سے بے حد اور بے لوث محبت کی ہے اور میں اس کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرسکتی ہوں یہاں تک کہ اپنی جان بھی۔" جان دم سادھے سن رہا تھا۔

"بے شک یہ میرا رب ہی بہتر جانتا ہے کہ اس نے اس دنیا میں کس کو کس کام کے لیے بھیجا ہے' مجھے بھی نہیں علم تھا کہ میں کبھی کسی کے لیے ذریعۂ ہدایت بنوں گی۔" وہ چند ثانیے کے لیے رکی تھی "اور شاید آپ کو بھی کبھی اندازہ نہیں تھا کہ کبھی آپ کسی مسلمان لڑکی کی اس طرح اور اس حد تک مدد کریں گے کیونکہ نہ یہ آپ کی خواہش ہے اور نہ میری۔ یہ اس کی مرضی اس کی سوچ ہے' جس کی سوچ تک کبھی کسی کی پہنچ ممکن ہی نہیں۔ میں اور آپ اور ہم جیسے بہت سے صرف کردار ہیں جو اس کے تخلیق کیے ہوئے ہیں اور اسی کے محتاج ہیں اور وہ ہمیں اپنا محتاج رکھے' آمین۔" عبیرہ خاموش ہوگئی۔

چند لمحے ساکت کھڑے رہنے کے بعد وہ کمرے سے باہر نکل آیا۔ راہداری میں چلتے ہوئے اس کے ذہن میں عبیرہ کے جملے گردش کرنے لگے تھے' وہ لڑکھڑایا پھر سنبھلا دیوار کے ساتھ لگی چیئر پر بیٹھتے ہوئے اس کے ذہن میں پچھلے تمام واقعات گھومنے لگے تھے' وہ پہلی بار عبیرہ کا اس کے روبرو آنا اور پہلی ہی بار میں اس کے دل میں عبیرہ کے لیے ان چاہی نرمی پیدا ہونا' اسے دیکھ کر ہر شے سے بے گانگی محسوس ہونا' وہ سب کچھ جان کے ذہن میں فلم کی مانند چل پڑا تھا۔ اس کے ذہن میں وہ خواب گھومنے لگے تھے جو عبیرہ سے ملنے کے بعد اس نے دیکھے تھے۔

"سب کچھ کس طرح خود بخود ہوتا چلا گیا تھا' کتنی تابعداری' کتنی فرماں برداری' کیوں؟ کس لیے' کون ہے وہ عبیرہ کا رب' جس نے مجھے جان ویراج چوہان کو ایک مسلمان کے لیے اتنا نرم دل بنا دیا' میں جو مسلمانوں سے

اتنا بے زار تھا' اس کے دل میں اتنی محبت بھر دی ایک مسلمان لڑکی کے لیے' کون ہے وہ جسے اتنا اختیار ہے؟ کون ہے وہ ربّ؟ عمیرہ جس سے اتنی محبت کرتی ہے' اتنی محبت کہ وہ اپنا سب کچھ اپنی جان بھی اس کے لیے قربان کردینا چاہتی ہے۔ کیا میں بھی اسی ربّ کا بندہ ہوں؟ کیا میرا اور عمیرہ کا ربّ ایک ہے؟ کیا عمیرہ جیز ز کے علاوہ کسی اور کو ربّ مانتی ہے؟ کیوں میرے پاس اپنے ہی سوالوں کا جواب نہیں؟ کیوں میں اپنے دین سے جڑی غلط فہمیوں کو دور نہیں کرسکتا؟ اور عمیرہ کیسے اپنے دین ہی نہیں ہر دین پر جامع گفتگو کرسکتی ہے؟" اس کا ذہن بُری طرح منتشر تھا۔ ہمیشہ کی طرح عمیرہ کے آخری جملے اسے بُری طرح ہلا گئے تھے تبھی اس کا موبائل بجا اٹھا' اس نے نام دیکھا لکی کی کال تھی جو اس کا کلاس میٹ تھا۔

"ہیلو۔" اس نے تھکے ہوئے انداز میں کہا۔

"ہیلو جان! کہاں ہو یار! پیپر اسٹارٹ ہونے میں صرف آدھا گھنٹہ باقی ہے' سب لوگ آگئے ہیں آج تم اتنے لیٹ کیسے ہوگئے؟" اس نے پرتشویش لہجے میں کہا۔

"پیپر......؟" جان نے حیرت سے دہرایا۔

"ہاں آج پبلک ریلیشن کا پیپر ہے تم بھول گئے؟ یہ کیسے ممکن ہے؟" وہ مزید حیرت کا شکار ہوا۔

"لیکن مجھے تو یاد ہی نہیں رہا' میں آرہا ہوں پندرہ منٹ میں۔" اس نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور کال ڈس کنیکٹ کردی۔

"بے شک میرا ربّ ہی جانتا ہے اس نے اس دنیا میں کس کو کس کام کے لیے بھیجا ہے۔" لفٹ کی طرف بڑھتے ہوئے اس کے ذہن میں ایک بار پھر عمیرہ کے جملے گونجے تھے۔

"حقیقتاً اگر لکی نے مجھے کال نہ کی ہوتی تو میں آج کے پیپر میں غیر حاضر ہوجاتا۔ آج تک چار سالوں میں مجھ سے یہ غلطی نہیں ہوئی مگر آج...... آخری سال کے آخری سمسٹر میں' میں اتنی بڑی غلطی کر بیٹھا۔ پر مجھے بچالیا' کس نے......؟ عمیرہ کے ربّ نے؟ میرے ربّ نے؟ یا ہم دونوں کے ربّ نے؟" اس کا ذہن ایک بار پھر منتشر ہوا تھا مگر اب کی بار اس نے ان سوچوں کو جھٹک دیا تھا۔

❁......❁......❁

کمرے میں گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ کسی کے تھوڑے تھوڑے وقفے بعد کھانسنے کی آواز کمرے میں پھیلے سناٹے کو توڑ رہی تھی۔ یک دم ہی کھانسی کا دورہ شدید ہوا تھا۔ پل بھر کو ایسا محسوس ہوا کہ کھانسنے والے کا دم نکل گیا ہو مگر حقیقتاً ایسا نہیں تھا۔

"صغرا...... صغرا......" کھانستے ہوئے بہت لاغر آواز میں کسی ملازمہ کو آواز لگائی تھی' کچھ ثانیوں بعد ملازمہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی اور جلدی سے لائٹ کھولتے ہوئے ٹیبل سے پانی کا گلاس اٹھا کر اپنی مالکن کو دیا' پانی سے کچھ افاقہ ہوا پھر انہوں نے لڑکھڑاتی زبان سے بولنا شروع کیا۔

"صغرا...... میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے...... تم...... تم...... میرے بیٹے کو بلادو اس سے کہو...... آخری...... آخری بار مجھ سے ملنے آجائے بس ایک بار...... صرف......" یک دم سے کھانسی پھر شروع ہوگئی تھی۔ ملازمہ نے ساتھ رکھے فون سے ایک نمبر ڈائل کیا تھا' بیل جارہی تھی۔

❁......❁......❁

"عمیرہ!" اس کے کانوں سے عباد صاحب کی آواز ٹکرائی۔ وہ بیڈ پر ان کے ہاتھ کے قریب سر رکھے بیٹھی تھی' ان کی آواز پر اس نے جلدی سے سر اٹھایا۔

"بابا جان! آپ ٹھیک تو ہیں ناں۔" اس نے پریشان لہجے میں پوچھا۔

"ہوں' میں ٹھیک ہوں۔" انہوں نے بہت لاغر لہجے میں کہا۔

"میں ڈاکٹر کو بلا کر لاتی ہوں۔" وہ مڑتے ہوئے بولی۔

اس کو جاتا دیکھ کر عباد صاحب کے ذہن میں ایک ہی بات چلنے لگی تھی کہ ان کی بیٹی نے کیا قسمت پائی تھی۔ انہیں

وہ لمحے یاد آنے لگے تھے جب احمد نے عمیرہ پر الزامات لگائے تھے خود ان سے بھی کتنی بدتمیزی کی تھی اور اسی بات کو برداشت نہ کرتے ہوئے ان کو دل کا شدید دورہ پڑا تھا۔

''کاش کہ میں نے عمیرہ کو اس نکاح کے لیے راضی نہ کیا ہوتا۔ کاش میں بھی احمد کی اس حقیقت کو دیکھ پاتا جسے عمیرہ نے دیکھا۔ کاش...... کاش...... مگر اس ربّ کے آگے سب مجبور ہیں' وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور وہی اس کے بندوں کے حق میں بہتر ہوتا ہے مگر اس رشتے کے ختم ہونے میں عمیرہ کے لیے کیا بہتری ہوسکتی ہے؟ کیا سوچ رکھا ہے میرے ربّ نے عمیرہ کے لیے؟ کیا احمد سے بہتر ہے جسے میرے ربّ نے عمیرہ کے لیے منتخب کیا ہے؟'' تبھی کمرے کا دروازہ کھلا اور عمیرہ کے ساتھ ڈاکٹر اور نرس داخل ہوئے تھے۔ ڈاکٹر نے انہیں چیک کیا اور نرس نے انہیں انجکشن لگایا۔

''یہ اب بہتر ہیں۔'' ڈاکٹر نے عمیرہ کو مخاطب کیا اور پھر چلا گیا۔ عمیرہ اسٹول پر بیٹھ گئی اور عباد صاحب کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا۔

''میں نے آپ کو بہت پریشان کیا ہے ناں بابا جانی!'' عمیرہ نے نم لہجے میں کہا۔

''آپ تو میری سب سے پیاری بیٹی ہیں عمیرہ! آپ کو دیکھ کر میرے دل کو ٹھنڈک پہنچتی ہے آپ میرے لیے پریشانی کا سبب کبھی بھی نہیں ہوسکتیں۔ بس غلطی مجھ سے ہوئی ہے۔ آپ کے انکار کے باوجود میں نے آپ کی زندگی ایک غلط انسان کے ہاتھوں میں سونپ دی۔ مجھے معاف کردیجیے گا عمیرہ! زندگی کا کوئی بھروسا نہیں......'' عمیرہ نے انہیں بیچ میں ہی ٹوک دیا۔

''آپ ایسی باتیں نہ کریں بابا جانی! آپ نے کوئی غلطی نہیں کی جو ہونا ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ اب آپ زیادہ باتیں نہ کریں اور آرام کریں۔'' عمیرہ کی اس بات پر وہ مسکراتے ہوئے آنکھیں بند کرگئے جب کہ عمیرہ بنا آواز کے رو رہی تھی' اس نے زندگی میں کبھی اپنے بابا جانی کو اتنا بیمار نہیں دیکھا تھا اور اسی لیے اس کی ہمت ٹوٹ گئی تھی' اس کا دل ایک ان دیکھے خوف کا شکار تھا۔ وہ اپنے بابا جانی سے بے حد محبت کرتی تھی اور کسی بھی قیمت پر ان سے دور جانا نہیں چاہتی تھی۔

❁......❁......❁
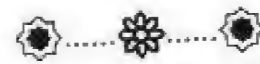
''آپ کا پروجیکٹ تو بہت کامیاب ہے اس میں کوئی شک نہیں اذان لیکن اگر آپ اپنا یہ انسٹیٹیوٹ شہر میں قائم کریں گے تو زیادہ کامیابی ہوگی۔'' کاشان نے مشورہ دیا۔ وہ دونوں اس وقت اذان کے پروجیکٹ سائڈ سے واپس آرہے تھے۔

''دیکھو کاشان! شہروں میں اسلامک سینٹرز کی کمی نہیں اور شہر میں لوگ پڑھے لکھے ہیں' اسلام کے بارے میں پڑھتے ہیں اور اسے سمجھتے بھی ہیں مگر ہم کسی گاؤں میں چلے جائیں' اسلام کے حوالے سے لوگوں میں بالکل ہی معلومات کا فقدان پایا جاتا ہے۔ لوگوں کو اسلام کے دوسرے ارکان کے بارے میں معلومات تو درکنار' وہ اسلام کی بنیاد' اسلام کا سب سے بڑا عقیدہ' کلمہ طیبہ وہ لوگ اس سے بھی ناواقف ہوتے ہیں اگر دیکھا جائے تو وہ صرف نام کے مسلمان رہ گئے ہیں۔ اسی لیے میں چاہتا ہوں کہ جس کامل دین کا وہ لوگ حصہ ہیں' وہ اسے اچھی طرح سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہوں۔ دین سے دوری کا مطلب ہے اپنے ربّ سے دوری اور ربّ سے دوری انسان کو گمراہی اور جہالت کے ان اندھیروں میں پہنچا دیتی ہے جہاں وہ نیکی اور گناہ کے ہر فرق سے بے نیاز ہوجاتا ہے اور ہر کبیرہ صغیرہ گناہ بھی ایک نارمل روٹین کی طرح کرتا ہے یہاں تک کہ شرک بھی۔'' اذان نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

''ہوں...... میں نے اس زاویے سے تو سوچا ہی نہیں تھا' یہ تو آپ نے ٹھیک کہا اذان! لیکن پھر اسلامک سینٹر میں ہی آپ مہارت تعمیر کلاسز بھی پلان کررہے ہیں' کیوں؟'' کاشان کا انداز ایک بار پھر نہ سمجھنے والا تھا۔

''اچھا سوال ہے۔'' اذان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیونکہ دینی علم آجانے سے ان کے پاس روزی کا

ذریعہ نہیں آجائے گا۔ اس لیے دین کی بیداری کے ساتھ ضروری ہے کہ ان کی پاس کوئی ایسا ہنر ضرور ہو جو ان کی روزی کا ذریعہ بن سکے اگر ہم کوئی اسکول قائم کرتے ہیں تو پہلی بات تو یہ کہ اسکول میں پڑھنے والے بچے ہوں گے اور فیملیز کو سپورٹ کرنے کے لیے انہیں اگلے کئی سال چاہیے ہوں گے۔ دوسری بات یہ کہ پڑھ لکھ کر انہیں نوکری کے لیے شہر ہی آنا پڑے گا اور میں شہر میں شہر والوں کے لیے تو نوکریاں ہیں نہیں انہیں کہاں سے ملیں گی۔ اسی لیے میں نے یہ کلاسز کی ہیں' یہ کلاسز ہر عمر کے انسان کے لیے ہیں۔ ان مہارت کو سیکھ کر یہ لوگ اپنی فیملیز کو بھی سپورٹ کرسکیں گے اور اپنے بچوں کو بہترین تعلیم بھی دلاسکیں گے اور پھر تم نے یہ محاورہ تو سنا ہی ہوگا' ہنر بادشاہ ہے۔'' اذان نے آخری جملہ کہہ کر اپنی بات پر مہر لگادی۔

''بہت اچھا خیال ہے۔ میں تو یہاں تک سوچ بھی نہیں سکتا۔'' کاشان نے معترف ہوتے ہوئے کہا۔

''شکریہ۔'' اذان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''مگر یہ بات شاید کسی کو معلوم نہیں کہ اتنی بہترین سوچ رکھنے والا انسان بھی اپنی زندگی میں کہیں نہ کہیں ابنارمل ہے یا رہ چکا ہے ہے ناں اذان......؟'' کاشان نے مسکراتے ہوئے جانچنے والے انداز میں کہا۔ اذان کے لبوں پر ایک بے بس مسکراہٹ ابھری تھی۔

''موجودہ دور میں ہر انسان کسی نہ کسی حد تک ابنارمل ہے اس کی وجہ یا تو اس کا آج ہے یا پھر گزرا ہوا کل۔'' اذان نے نارمل انداز میں ڈرائیو کرتے ہوئے کہا۔

''کیا آپ کا بھی کوئی گزرا ہوا کل کوئی ماضی ہے اذان؟'' کاشان کا انداز اب متجسس تھا۔ اذان اب کی بار ہنسا تھا۔

''میں صرف مذاق کررہا تھا تم تو سیریس ہوگئے۔'' کاشان نے اس کی بات کو نظر انداز کیا۔

''اگر آپ مذاق کررہے تھے تو پھر مجھے یہ بتائیں کہ آپ پچھلے پندرہ دن سے اتنے ڈپریس کیوں تھے؟'' کاشان بضد ہوا۔

''یہ کیا منطق ہے کاشان! کیا لازمی ہے کہ ڈپریس ہونے کے لیے ہماری زندگی میں کوئی ماضی ضرور ہو۔'' اذان نے اب کی بار جھنجلانے والے انداز میں کہا۔

''نہیں یہ لازمی نہیں مگر جو لوگ ہمارے دل کے بہت قریب ہوں اگر وہ ہماری زندگی میں شریک سفر رہیں تو ہم زندگی میں آنے والی بڑی سے بڑی پریشانی کو بھی ہنس کے سہہ لیتے ہیں لیکن اگر وہی لوگ ہم سے بچھڑ جائیں' کہیں کھو جائیں تو زندگی بے معنی ہوجاتی ہے اور میں نے اس دن آپ کی آنکھوں میں بے معنی ہوتی زندگی کا عکس دیکھا تھا۔'' کاشان بہت جذب سے کہہ رہا تھا اور اذان کے چہرے پر سنجیدگی چھاتی جارہی تھی۔ اذان کے ذہن میں یک دم ایمان کے لفظوں کی بازگشت شروع ہوگئی تھی۔

''اذان ہمارے نکاح والے دن عمیرہ ہمارے ساتھ تھی' اس کے بعد وہ ہم سے کبھی نہیں ملی۔ ہم سے کوئی رابطہ نہیں کیا اور وہ ہم سے رابطہ کر بھی نہیں سکتی تھی کیونکہ اسے پتا ہی نہیں تھا کہ ہم گھر چھوڑ کر جاچکے ہیں۔ عبدالمعیز کی اماں ہمیں اپنے گاؤں لے گئی تھیں' ہم دو سال وہیں رہے پھر عبدالمعیز نے یہاں آکر اپنی جاب تلاش کرلی اور تقریباً ڈھائی سال بعد میں اور اماں بھی شہر آگئے۔ ہم نے عمیرہ سے ملنے کی کوشش کی تھی مگر وہ ہمیں نہیں ملی۔''

''اذان ادھر دیکھو......'' کاشان پوری قوت سے چیخا تھا وہ گہری نیند سے جاگا تھا جیسے ایک ٹرک بہت تیزی سے ان کی کار کی سمت میں ہی آرہا تھا۔ اذان نے فوراً اسٹیئرنگ گھمایا اور کار کچے میں اتر گئی تھی۔ کار رکتے ہی کاشان مخاطب ہوا۔

''کب سے کہہ رہا ہوں اذان دیکھو سامنے سے ٹرک آرہا ہے مگر نہ جانے کن خیالوں میں گم ہو۔'' اذان بنا کوئی جواب دیئے کار سے اتر گیا تھا' کاشان بھی اتر آیا۔ مغرب میں سورج ڈوب رہا تھا' کار سے ٹیک لگاتے ہوئے وہ کاشان سے مخاطب ہوا۔

''آئی ایم سوری کاشان! آج میری وجہ سے تمہاری زندگی...... آئی ایم سوری۔'' اس کے لہجے میں

شرمندگی تھی۔
”صرف میری نہیں تمہاری زندگی بھی خطرے میں پڑ گئی تھی۔“ کاشان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس کی دل جوئی کی۔
”بے معنی اور بے مقصد زندگی اگر ختم بھی ہوجائے تو کوئی فرق نہیں پڑتا کاشان! جب اپنی زندگی صرف ایک مقصد کے حصول میں صرف کردی جائے اور ایک طویل مدت بعد پتا چلے کہ وہ مقصد، وہ منزل نصیب نہیں تو انسان کی زندگی حقیقتاً اندھیروں میں گھر جاتی ہے تب اسے اندازہ ہوجاتا ہے کہ وہ ایک لمبے وقت سے بے معنی زندگی جی رہا تھا۔ لاحاصل کی تمنا کررہا تھا۔“ اذان کا لہجہ بہت بے بس تھا، کاشان اس کا چہرہ دیکھتا رہ گیا۔

❀ ❀ ❀

”کیا بات ہے احمد! آج بہت خاموش ہیں۔ سب ٹھیک تو ہے ناں۔“ مسجد سے نکلتے ہوئے بالآخر انہوں نے پوچھ ہی لیا۔
”یس سر! میں بالکل ٹھیک ہوں۔ کیوں آپ کو ایسا کیوں لگا؟“ اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
”کیونکہ آج تم نے لیکچر کے دوران بھی کوئی سوال نہیں پوچھا اور نہ مسجد میں زیادہ دیر ٹھہرنے کا کہا۔“ انہوں نے اسے اس کی مخصوص عادتیں یاد دلائی تو وہ مسکرا دیا۔
”سوال تو تھا میرے ذہن میں لیکن آج پوچھنے کا دل نہیں کیا۔“ انہوں نے مسکرا کر اسے دیکھا۔
”اور وہی تو میں جاننا چاہتا ہوں کہ کیوں نہیں پوچھا۔“ وہ بضد ہوا۔
”چلیں اب پوچھ لیتا ہوں۔“ اس نے ہار ماننے والے انداز میں کہا۔
”کیا حقیقی محبت یعنی حُب اللہ ہر انسان کے لیے ہے یا صرف کچھ خاص لوگوں کے لیے اور اگر یہ عام ہے تو پھر اس کا حصول کیسے ممکن ہے؟“ اس نے بہت پُرسکون لہجے میں کہا، وہ کچھ ثانیے اس کا چہرہ دیکھتے رہے پھر گویا ہوئے۔
”آپ نے کبھی دل کی بناوٹ پر غور کیا ہے احمد؟“ ان کی آنکھوں میں عجیب چمک تھی، احمد خاموش رہا۔
”اللہ پاک نے دل کے چار حصے بنائے ہیں، دو وہ جن سے صاف خون جسم کے تمام حصوں کو پہنچتا ہے جب کہ بقیہ دو حصے جسم سے تمام گندا خون لے کر انہیں پھیپھڑوں میں صاف ہونے کے لیے بھیج دیتے ہیں۔ ظاہری طور پر دل یہی کام کرتا ہے مگر حقیقتاً اس کے علاوہ بھی کچھ کام ہیں جو اللہ پاک نے دل کے ذمہ لگائے ہیں۔ دل کے دو خانوں میں جہاں آ کسیجنڈ خون آتا ہے ان میں سچ اور محبت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور وہ دو حصے جن میں ڈی آ کسیجنڈ خون آتا ہے ان میں جھوٹ اور نفرت جیسے منفی جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ محبت سے انسان میں وفا، ہمدردی، رحم دلی وغیرہ پیدا ہوتی ہے جب کہ سچ سے خلوص، دیانت، نیک نیتی، اعتبار وغیرہ۔ اسی طرح نفرت سے کینہ، حسد، دشمنی، لالچ وغیرہ پیدا ہوتی ہے جب کہ جھوٹ سے مکر و فریب، ریاکاری، مکاری، بدنیتی وغیرہ جنم لیتی ہیں۔ جس طرح آ کسیجنڈ خون انسان کو تندرست و توانا رکھتا ہے اسی طرح سچ و محبت انسان کے نفس، ضمیر اور اس کی روح کو مطمئن رکھتے ہیں لیکن اگر ہمارے جسم میں ڈی آ کسیجنڈ خون بڑھ جائے تو انسان علیل ہوجائے گا یا پھر مرجائے گا بالکل اسی طرح جب انسان میں منفی جذبے جھوٹ و نفرت بڑھ جائے تو اس کا نفس امارہ اس پر حاوی ہوجاتا ہے یعنی وہ نفس جو انسان کو ہر غلط کام کے لیے اکساتا ہے اور ضمیر و روح کی موت واقع ہوجاتی ہے۔“ وہ ایک لمحے کے لیے رکے تھے۔
”لیکن اس سب میں میرے سوال کا تو کہیں جواب نہیں۔“ احمد نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔
”بے صبروں کے ہاتھ کبھی کچھ نہیں آتا، ہمیشہ صبر کرنے والا ہی اپنی منزل پر پہنچتا ہے۔“ ان کے اس جملے پر اس نے چونک کر انہیں دیکھا پھر شرمندہ ہوکر نظریں جھکا دیں۔
”جس دل میں محبت کا جذبہ حاوی ہوتا ہے وہ دل ہر شر سے پاک ہوجاتا ہے اور جب دل میں شر نہ ہو تو پھر اس

میں صرف ایک اور واحد ہستی کی جستجو بیدار ہوتی ہے اور وہ اللہ وحدہ لاشریک کے علاوہ کوئی اور نہیں۔ اب آتے ہیں تمہارے سوال کی طرف۔ اللہ پاک نے بنیادی طور پر ہر انسان کو نیک و پاک روح کے ساتھ پیدا کیا ہے یعنی ہر انسان بنیادی طور پر اللہ کی محبت دے کر اس دنیا میں بھیجا گیا ہے مگر دنیا میں آنے کے بعد اس دارُالغرور کے حالات اور واقعات انسان کے دل میں منفی جذبات کو پروان چڑھا دیتے ہیں اور یوں ایک اچھا انسان برا بن جاتا ہے لیکن جو دل ہر حالت میں اپنے ربّ کی سچی محبت کو غالب رکھتا ہے تو اس کا ربّ اپنے اس بندے پر اپنی محبت کے تمام دروازے کھول دیتا ہے۔ جب بندہ سچے دل سے اپنے ربّ پر اعتبار اور یقین کرتا ہے تو اللہ پاک اس کا کبھی نہ ختم ہونے والا ایمان بن جاتا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب اللہ ہر دل میں ہے جو دل اسے پہچان لے وہ خاص اور جو نہ پہچان پائے وہ عام۔ یہ تھا تمہارے آدھے سوال کا جواب اب رہا حب اللہ کا حصول تو وہ بھی ممکن ہے بس اسے تلاشنے کی ضرورت ہے۔ اپنے ربّ کی محبت چاہتے ہو تو صلہ رحمی کرو۔ جیسے ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کی یا ہمیشہ انہوں نے اپنے بڑے سے بڑے دشمن کو بھی معاف کیا تاکہ ان کا ربّ ان سے راضی رہے، اپنے اردگرد اور سب سے بہتر اپنے گھر والوں سے شفقت، محبت سے پیش آؤ، تم اپنے ربّ کی محبت کو اپنے اندر قوی پاؤ گے۔“ انہوں نے مسکراتے ہوئے اپنی بات ختم کردی۔
”آپ کے لفظوں میں بہت تاثیر ہے سر! حقیقتاً آپ نے بہت صحیح کہا، صلہ رحمی اگر ہر انسان اختیار کرلے تو ہر انسان اللہ والا ہوجائے گا۔“ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”لیجیے آپ کا گھر بھی آ گیا۔“ وہ ان کے دروازے پر رکتے ہوئے مخاطب ہوئے۔
”ہر انسان کو ایک دن اپنی منزل پر پہنچنا ہے جلد یا بدیر مگر پہنچنا ہے۔ میری بات یاد رکھنا۔“ انہوں نے تاکیداً کہا، تبھی احمد کا موبائل بجا۔ اسکرین پر چمکتا نمبر دونوں نے ہی دیکھا، احمد نے کال ڈس کنیکٹ کردی۔
”صلہ رحمی احمد! تم بھول گئے۔“ انہوں نے یاد دلایا، تبھی موبائل دوبارہ بجا۔ ”کال اٹینڈ کرو احمد!“ انہوں نے پھر کہا اور اب کی بار اس نے اٹینڈ کرلی۔
”ہیلو! کیوں فون کیا ہے مجھے؟“ اس کا لہجہ یک دم روڈ ہوگیا۔ ”طبیعت خراب ہے تو میڈیسن دو، مجھے فون کرکے تنگ مت کیا کرو کتنی بار کہا ہے۔ جب میرے پاس ٹائم ہوگا میں آجاؤں گا ان سے کہو۔“ اتنا کہہ کر اس نے کال ڈس کنیکٹ کردی۔
”احمد تمہیں جانا چاہیے میرے مطابق۔“ انہوں نے بہت دھیمے لہجے میں کہا۔
”آپ تو سب جانتے ہیں سر! پھر بھی آپ یہ کہہ رہے ہیں، میری پوری زندگی خراب کردی انہوں نے اور آپ توقع کرتے ہیں کہ میں صلہ رحمی کروں ان کے ساتھ۔“ اس کا لہجہ بہت کڑوا تھا۔
”ہاں احمد! میں ایسی توقع رکھتا ہوں کیونکہ اسلام یہی کہتا ہے کہ اگر ماں باپ غلطی پر ہوں تو انہیں صلہ رحمی سے شفقت سے صحیح راستے پر لے آؤ اور اس وقت تمہارا یہ فرض ہے کہ تم ان سے ملنے جاؤ کیونکہ تمہاری ماں ہیں احمد!“ انہوں نے بہت نرمی سے اسے سمجھایا اور اس نے سر جھکا دیا۔ وہ ان کی بات کبھی نہیں ٹالتا تھا اور آج بھی ٹالنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔

❀ ❀ ❀

”بہترین...... بہت خوب، مجھے نہیں معلوم تھا کہ میرے بیٹے کی پسند اتنی اچھی ہے۔“ انہوں نے سراہتے ہوئے لہجے میں جان سے کہا اور وہ مسکرا دیا۔
”گھر کا ہر کونا بہت حسین لگ رہا ہے بس اب صرف کرسمس کی تیاری باقی رہ گئی ہے۔ میں ایک دو دن میں فارغ ہوجاؤں تو پھر چلیں، کچھ فرینڈز کے لیے گفٹس بھی لینے ہیں اور ہاں تم یاد سے ریٹا کے لیے گفٹ لے لینا۔“ ان کے آخری جملے پر اس کی تیوریوں پر بل ابھرنے لگے تھے مگر وہ خاموش رہا۔

''ارے تمہارے پیپرز کیسے رہے؟'' انہیں اچانک یاد آیا۔

''اچھے رہے مگر ابھی صرف دو ہوئے ہیں۔'' اس نے اطمینان سے جواب دیا۔ ''مما ایک بات پوچھوں آپ سے؟'' اس نے کچھ دیر توقف کے بعد کہا۔

''ہاں کہو۔'' وہ اس کی طرف متوجہ ہو چکی تھیں۔

''ڈیکوریشن کے دوران مجھے پتا چلا کہ بابا کا اسٹڈی روم آپ نے کبھی کھولنے کی اجازت نہیں دی۔ مجھے اس کی وجہ سمجھ نہیں' وہ بھی تو اسی گھر کا حصہ ہے۔'' جان کے لہجے میں الجھن تھی۔

''اس کی دو وجوہ ہیں ایک یہ کہ وہ کمرا کسی کے استعمال میں نہیں اور دوسرا اس کمرے سے تمہارے بابا کی یادیں جڑی ہیں۔ تمہارے بابا کے جانے کے بعد جب بھی اس کمرے میں گئی تو شدید ڈپریشن کے دورے کا شکار ہوئی۔ اسی لیے پھر میں نے خود وہ کمرا بند کروا دیا کیونکہ اگر مجھے کچھ ہو جاتا تو پھر تمہیں کون سنبھالتا۔'' ان کا لہجہ دکھ سے بھرپور تھا اور آنکھوں میں بھی ہلکی ہلکی نمی نظر آنے لگی تھی۔ جان کو لگا تھا کہ اس نے غلطی کی ان سے سوال پوچھ کر۔

''آئی ایم رئیلی ویری سوری ماما! میرا ارادہ آپ کو دکھی کرنے کا نہیں تھا۔'' وہ ان کے گلے لگ گیا اور اس کی ماما کے لبوں پر فاتحانہ مسکراہٹ پھیلتی چلی گئی تھی جب کہ دور کہیں نگاہیں یہ منظر دیکھ کر برسنے لگی تھیں۔

''کیا حقیقت کبھی سامنے نہیں آئے گی میرے مالک! کیا اس چہرے سے کبھی نقاب نہیں اٹھے گا؟'' مگر کہیں سے کوئی جواب نہیں آیا تھا۔

❁......❀......❁

آج عباد صاحب کو اسپتال میں پانچ دن ہو گئے تھے گزشتہ دنوں کے مقابلے میں آج ان کی طبیعت کافی بہتر تھی۔ وہ خود سے اٹھ کر بیڈ پر بیٹھ گئے تھے۔ ڈاکٹر بھی حیران تھے کہ ایک دم اتنی بہتری آ گئی تھی طبیعت میں۔ عدیل کچھ دیر پہلے ہی گھر گیا تھا مگر جان ابھی بھی بیٹھا تھا جان نے کئی بار یہ بات نوٹ کی تھی کہ عباد صاحب بہت غور سے اسے دیکھ رہے تھے۔

''جان بیٹا! ایک بات کہوں آپ سے؟'' بالآخر وہ مخاطب ہو ہی گئے۔

''جی انکل پلیز۔'' جان نے بہت تابعداری سے کہا جب کہ عبیرہ حیرت سے انہیں دیکھنے لگی۔

''آپ کے ہر انداز میں' چہرے کے خدوخال میں میرے کزن کی شبیہ آتی ہے۔'' انہوں نے بہت دھیمے لہجے میں کہا۔

''اچھا انکل پھر تو میں ان سے ضرور ملنا چاہوں گا۔'' جان نے بہت خوش مزاجی سے کہا۔

''تم اس سے مل نہیں سکتے کیونکہ وہ تقریباً تمہاری ہی عمر کا تھا جب اس کی وفات ہو گئی تھی۔'' انہوں نے بہت افسوس سے کہا۔

''اوہ......! یہ سن کر دکھ ہوا۔'' جان نے افسوس سے کہا تبھی کمرے کا دروازہ ہلکا سا بجا اور پھر آہستگی سے کھول دیا گیا۔ جان نے دیکھا دروازے سے داخل ہوتا ہوا شخص تقریباً پچاس کے لگ بھگ تھا۔ چہرے پر گھنی داڑھی تھی' سفید شلوار قمیص میں ملبوس ان کی شخصیت بہت پُروقار لگ رہی تھی۔ جان نے خود کو ایک عجیب سحر' ایک عجیب محویت کا شکار محسوس کیا تھا۔ ان کے ماتھے پر ویسا ہی گہرا سیاہ نشان تھا' جیسے اس نے عباد صاحب کے ماتھے پر دیکھا تھا۔ عبیرہ ان سے بہت ادب سے مخاطب تھی اور وہ مسکراتے ہوئے اس کی بات کا جواب دے رہے تھے' ان کی آواز بہت میٹھی اور دل کو گرویدہ کر لینے والی تھی' ان کے لبوں پر وہی پُرسکون مسکراہٹ تھی جیسی اس نے ہمیشہ عبیرہ کے چہرے پر بکھری دیکھی تھی۔ عبیرہ سے بات کرتے ہوئے انہوں نے ایک نگاہ جان پر ڈالی تھی۔ جان کا پورا وجود تھرتھرا گیا تھا' اس نے نگاہیں جھکا دی تھیں۔

''سر! ان سے ملیں یہ جان ہیں' انٹرشپ کے دوران میرے طالب علم رہ چکے ہیں۔'' جان نے دیکھا عبیرہ اس کا تعارف کروا رہی تھی اس شخص سے۔ انہوں نے اپنا ہاتھ جان کی طرف بڑھایا تو جان نے بحالت مجبوری ہاتھ ان

کی طرف بڑھاتے ہوئے انہیں دیکھنے لگا۔

"یہ میرے پروفیسر ہیں جان! پروفیسر خالد عباسی۔" عیرہ نے اب جان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"جان......؟ حیرت انگیز! پہلی نظر میں کوئی یہ اندازہ کر ہی نہیں سکتا کہ آپ ایک نان مسلم ہیں؟" ان کے لہجے میں حیرت تھی مگر جان کو یہ بات بہت ناگوار گزری تھی۔

"کوئی بات نہیں مسٹر عباسی! انسان کو اکثر ایسی غلط فہمیاں ہوجاتی ہیں۔ میں ابھی جلدی میں ہوں ورنہ اچھی گفتگو ہوتی۔ آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔" جان نے جلدی جلدی سپاٹ لہجے میں کہا اور اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں سے نکال لیا۔

"یقیناً اللہ نے چاہا تو ہماری ملاقات دوبارہ ہوگی۔ یہ میرا وزیٹنگ کارڈ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ بہت جلد آپ کو اس کی ضرورت پڑے گی۔" انہوں نے ایک کارڈ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بہت پُرسکون لہجے میں کہا۔ جان نے الجھی نگاہوں سے انہیں دیکھا اور پھر کارڈ پکڑتے ہوئے عیرہ سے مخاطب ہوا۔

"اوکے عیرہ! میں چلتا ہوں پھر آؤں گا اور عدیل کو بھی یاد کرادوں گا کہ وہ آپ کی ماما اور بہن کو لے آئے اسپتال۔" عباسی صاحب بہت غور سے دیکھ رہے تھے اسے عیرہ سے بات کرتے ہوئے۔ وہ وہیں سے مڑا اور دروازہ کی طرف بڑھ گیا۔ عباسی صاحب نے ایک نگاہ غور سے اب عیرہ کو دیکھا اور پھر مسکرادیئے۔

"کیا ہوا سر!" عیرہ کو کچھ سمجھ نہیں آیا۔

"کچھ نہیں، مجھے لگتا ہے کہ تمہارا طالب علم مجھ سے ڈر گیا۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا اور عیرہ بھی مسکرادی۔

❁......❁......❁
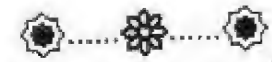
"اذان! آخر کون آرہا ہے، جس کا تم اتنی بے صبری سے انتظار کررہے ہو؟" کاشان بہت دیر سے نوٹ کررہا تھا کہ وہ ائرپورٹ لاؤنج میں ادھر سے اُدھر ٹہل رہا تھا اور بار بار گھڑی بھی دیکھ رہا تھا۔

"میرا بہترین دوست، میری جان، میرا عدیل! کویت سے واپس آرہا ہے۔ ایسا لگ رہا ہے جیسے زندگی لوٹ رہی ہے میری طرف۔ میں بہت خوش ہوں کاشان!" اس کے ہر جملے میں خوشی کا رنگ بھرا ہوا تھا۔ کچھ دیر بعد ہی کاشان اس شخص سے بھی مل لیا تھا جس کا انتظار اذان اس قدر بے صبری سے کررہا تھا وہ ایک درمیانے قد کا لڑکا تھا، سیاہ بال، گندمی رنگت، خوش مزاج۔ اذان بڑی گرم جوشی سے اس سے گلے ملا اور پھر کاشان کا تعارف کرایا اس سے۔ عدیل سے مل کر کاشان کو ایک لمحے کے لیے بھی یہ نہیں محسوس ہوا تھا کہ وہ اس سے پہلی بار مل رہا ہے۔

"تمہاری پی ایچ ڈی کیسی رہی؟" اذان نے بیک ویو مرر میں عدیل کو مخاطب کیا۔

"وہ اندازہ تو تمہیں میری دماغی حالت سے ہوگا جب تمہیں صحیح اندازہ ہوگا کہ میری پی ایچ ڈی کیسی رہی۔" عدیل نے بالکل سنجیدہ لہجے میں کہا اور وہ دونوں ہنس پڑے اس کی بات پر۔

"مجھے لگا تھا کچھ سدھار آجائے گا تم میں لیکن وہ عدیل ہی کیا جو بدل جائے۔" اذان نے ہنستے ہوئے تبصرہ کیا۔

"یہ معاملہ صرف میرے ہی نہیں تمہارے ساتھ بھی ہے محترم! بدلے تو تم بھی نہیں ہو تمہارے دل تک رسائی ہے مجھے۔" عدیل نے دعویٰ کیا اور اس بات پر اذان نے نگاہیں چرائی تھیں جب کہ کاشان کے دل کو لگی تھی یہ بات۔

"اذان کا بہترین دوست وہ تو اذان کے بارے میں سب کچھ جانتا ہوگا۔" کاشان کا دماغ ایک دم ہی بے دار ہوگیا تھا۔ اذان نے موضوع بدل دیا کار اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی۔

❁......❁......❁

"عدیل آج انکل کو ڈسچارج کیا جارہا ہے۔ تم عیرہ کے ساتھ انہیں گھر لے جانا۔ میں کراچی کے لیے نکل رہا ہوں، تم نے جو ایڈریس دیا ہے عیرہ کی پھوپو کا میں ایک بار وہاں جاکر دیکھنا چاہتا ہوں، ہوسکتا ہے کام بن جائے۔"

جان نے اسپتال سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔

"میرے خیال میں تو تمہارا جانا بے کار ہے کیونکہ یہ ایڈریس پرانے گھر کا ہے۔" عدیل نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"وہاں جاکر ہوسکتا ہے مجھے نئے گھر کا ایڈریس مل ہی جائے۔ امید پر دنیا قائم ہے عدیل! اور پھر مسٹر مہرا سے کسی رحم کی توقع نہیں ہے۔" جان بہت جذب سے کہتا چلا گیا اور عدیل نے صرف اثبات میں سر ہلایا۔

❁......❁......❁

"اماں! ڈاکٹر نے کہا ہے کہ بابا جانی کو اب کسی قسم کا صدمہ نہیں پہنچنا چاہیے، بہت مشکل سے ان کی حالت سنبھلی ہے اس لیے ہمیں اب بہت احتیاط سے کام لینا ہوگا۔" عیرہ نے بہت دھیمے لہجے میں کہا وہ دونوں اس وقت عباد صاحب کے کمرے کے باہر کھڑی تھیں، عیرہ کچھ دیر پہلے ہی انہیں لے کر گھر آگئی تھی۔

"ہاں ہمیں بہت احتیاط کرنی ہوگی۔" انہوں نے عیرہ کی تائید کی۔

"یہ عالی کہاں ہے اماں؟" اچانک ہی عیرہ کو اس کا دھیان آیا۔

"وہ ٹیوشن گئی ہے بڑی مشکل سے چھوڑ کر آئی ہوں۔ تمہیں تو پتا ہے ناں پڑھائی میں تو اس کا دماغ لگتا ہے نہیں، بس پورا دن تصویریں بنوالو اس سے۔" وہ خفا ہونے لگی تھیں جب کہ عیرہ مسکراتی ہوئی اندر کی طرف آگئی۔

کپڑے چینج کرکے اس نے شکرانے کے نفل ادا کیے اور پھر بستر پر آلیٹی تھی۔ درود شریف پڑھتے ہوئے اس کے ذہن میں وہ دن گھوم گیا جب اسپتال میں ادائیگی کرنے کے لیے اس کے پاس پیسے نہیں تھے اور جان نے ادائیگی کی تھی۔ اس دن عیرہ کو جس قدر شرمندگی کا سامنا ہوا تھا شاید اس کا اندازہ خود اس کے سوا اور کوئی نہیں کرسکتا، اسی لیے اس نے اس شرمندگی کو مٹانے کے لیے اپنی سونے کی بالیاں اور سیٹ جو اس کی اماں نے شادی کے لیے بنوایا تھا، بیچ دیا تھا۔

"آج جان صبح کے بعد واپس نہیں آیا ورنہ وہ تو دن میں دوبار ضرور آتا ہے۔" اس نے لیٹے لیٹے سوچا۔

"خیر جو بھی ہو اللہ پاک اس نے ہمیشہ میری بہت مدد کی ہے تُو اسے اس کا اجر ضرور دینا اور اس کا سب سے بڑا اجر تو یہ ہوگا کہ تو اسے اپنی محبت عطا کرے، اپنی جستجو عطا کردے، اپنی سب سے بڑی نعمت، اپنے دین سے اسے سرفراز فرما آمین۔" عیرہ نے ہمیشہ کی طرح اپنے ربّ کو صدق دل اور بہت سچائی سے پکارا تھا۔ مگر خود اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ اس کے معصوم دل کی دعا جان کے لیے کتنی بڑی مصیبت کتنا طویل امتحان بنے گی۔

❁......❁......❁

صبح صادق کا وقت تھا، ہلکی خنک سی ہوا تھی۔ چاروں طرف بہت تیز روشنی پھیلی ہوئی تھی وہ حطیم (خانۂ کعبہ کے سامنے کچھ فاصلے پر بنی سنگِ مرمر کی چھوٹی سی آدھی گول دیوار) کے اندر خانہ کعبہ کے روبرو سجدہ ریز تھی۔ ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے ہر شے اپنے پاک و بلند بزرگی اور صاحب قدرت ربّ کی حمد وثنا میں مصروف ہو۔ ہر نظارہ منور محسوس ہورہا تھا تبھی ایک بہت صاف اور خوش الحان آواز سنائی دی تھی شاید مسجدِ حرام (خانہ کعبہ کے گرد جتنے حصے میں نماز پڑھی جاتی ہے اسے مسجد حرام یعنی حرمت والی مسجد کہا جاتا ہے) میں کوئی اذان دے رہا تھا، آواز اتنی میٹھی تھی کہ وہ سجدے سے سر اٹھانے پر مجبور ہوگئی اس نے ادھر اُدھر دیکھا مگر کوئی نظر نہیں آیا بالآخر وہ اٹھ کر حطیم سے باہر نکل آئی۔ آواز خانہ کعبہ کے دوسری طرف سے آرہی تھی وہ آگے بڑھی تو بہت تیز روشنی اس کی آنکھوں کو خیرہ کرتی ہوئی محسوس ہوئی۔ وہ مزید آگے بڑھی تو آواز اور روشنی دونوں ہی مدھم ہوگئی تھیں اور وہاں پہنچنے پر اسے آواز اب اگلی طرف سے آنے لگی، وہ گول چکر لگا کر اگلی طرف آئی تو پچھلی طرف سے آنے لگی تھی۔ اس طرح تقریباً سات بار ہوا تھا اور اس نے سات بار خانہ کعبہ کے چکر لگائے تھے لیکن جب ساتویں بار وہ خانہ کعبہ کے روبرو آئی تو اس نے وہاں کسی کو احرام باندھے سجدے کی حالت میں پایا پھر وہ شخص سجدے

سے اٹھ کر اس کی جانب پلٹا، پُر نور چہرہ پُر نور نگاہیں اور لبوں پر پھیلی مانوس مسکراہٹ۔ وہ اس کے روبرو تھا۔

"عمیرہ...... اٹھو۔" اماں نے اسے جھنجوڑا اور وہ ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھی۔

"یہ...... یہ کیا خواب تھا۔" اس کا دماغ اب بھی خواب میں الجھا ہوا تھا۔

"عمیرہ! میں تم سے بات کر رہی ہوں تم مجھے سن بھی رہی ہو۔" اس کی اماں نے ایک بار پھر اسے ہلایا۔

"کک...... کیا ہوا اماں۔" وہ اب ان کی طرف متوجہ ہوگئی۔

"عالی اب تک گھر نہیں آئی ہے عمیرہ! میرا تو دل ڈوبا جارہا ہے۔" انہوں نے روتے ہوئے کہا اور عمیرہ کا دماغ گھومنے لگا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں اماں۔" اس نے تیزی سے بستر سے اٹھتے ہوئے کہا اور کمرے سے باہر نکل گئی، گیلری میں رکھے فون کا ریسیور اٹھاتے ہوئے اس نے عالی کے سینٹر کا نمبر ڈائل کیا کئی بار بیل جانے کے باوجود بھی کال ریسیو نہیں ہوئی تھی جس کا مطلب تھا کہ سینٹر بند ہو چکا ہے۔ اس نے کال ڈس کنیکٹ کی اور پھر ایک ایک کر کے عالی کی دوستوں کو فون کیا۔ سب نے ایک ہی جواب دیا کہ سینٹر سے ساتھ نکلے تھے اور عالی گھر کی طرف ہی آگئی تھی۔

"کسی کو بھی کچھ نہیں پتا اماں۔" اس نے افسردگی سے فون کا ریسیور رکھتے ہوئے کہا۔

"عمیرہ...... عمیرہ۔" عباد صاحب کی آواز پر ان دونوں نے پریشان کن نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"اماں آپ بابا کے پاس جائیں میں اب کسی اسپتال میں جا کر چیک کرتی ہوں، ایسا نہ ہو کہ وہ کسی حادثے کا شکار ہوگئی ہو۔" عمیرہ نے ڈوبتے لہجے میں کہا۔ "آپ بابا کو کچھ نہ بتائیے گا۔" اس نے اندر کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور وہ میکانکی انداز میں عباد صاحب کے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

اندھی سڑک پر چلتے ہوئے اسے بہت شدید خوف محسوس ہو رہا تھا۔ سردیوں کی رات تھی، سڑکیں ویران تھیں۔ وہ رات کے اس وقت کبھی گھر سے باہر نہیں نکلی تھی مگر آج قسمت نے اسے یہ دن بھی دکھایا تھا۔ وہ عدیل کے گھر گئی مگر اس کی بہن نے عمیرہ کی شکل دیکھتے ہی دروازہ بند کر دیا تھا۔ عمیرہ کو بہت دکھ ہوا اس کے رویے پر۔ کل تک یہی لوگ خلوص و اخلاق اور محبت و وفا کے پیکر تھے اور آج بے حسی اور بے مروتی کی مجسم حقیقت بن گئے تھے۔

"زندگی ہر پل بدلتی ہے۔ کبھی ہم کامیابی کی انتہاؤں کو چھوتے اور کبھی زوال کی پستیوں میں پھینک دیئے جاتے ہیں۔ کبھی ہمیں زندگی کی شاہراہ پر سفر کرنے کے لیے روشن راہیں فراہم کی جاتی ہیں اور کبھی ہر راہ تاریک کر دی جاتی ہے۔ روشن راہوں پر چلنے کے لیے ہمیں کسی سہارے کی ضرورت نہیں پڑتی مگر تاریک راستے پر چلنے کے لیے ہمیں ضرورت ہوتی ہے ایک مضبوط سہارے کی اور آپ کو پتا ہے کہ وہ مضبوط سہارا کیا ہے عمیرہ؟ وہ مضبوط سہارا انسان کا اپنے رب پر توکل، اپنے رب پر ایمان ہے۔ صرف ایک اللہ ہی تو ہے جو انسان کے ہر اچھے اور بُرے وقت میں اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اس لیے میں آپ کو تاکید کرتا ہوں کہ ہر حال میں اپنے رب کو یاد رکھیے گا۔ وہ ہمیشہ آپ کے ساتھ ہے۔" اس اندھیرے راستے پر چلتے ہوئے عمیرہ کو پروفیسر عباسی کی باتیں یاد آنے لگیں۔

"مجھے یقین ہے اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ہے، بس مجھے ہر حال میں ثابت قدم رکھ۔ یہ مشکلات وقتی ہیں مگر تیرا ساتھ کسی بھی انسان کے لیے وقتی نہیں ہے۔" وہ اب مین روڈ پر آ چکی تھی۔ سڑک پر اکا دکا گاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ اس نے ایک رکشے کو ہاتھ کے اشارے سے بلایا اور قریب آنے پر اسپتال چلنے کا کہا۔

(آخری حصہ آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

کرلو سجدہ ایک خدا کو
سیدہ غزل زیدی

کعبہ کی طرف ہو اب جو بھی سفر ہو
اس آرزو میں اب میرے شب و روز بسر ہوں
پیغام یہ دے دینا صبا تو جا کر حرم میں
بیٹھا ہے کوئی ظلمت میں، اس کی بھی سحر ہو

گزشتہ اقساط کا خلاصہ

افتخار صاحب اور رقیہ بیگم کے بچے دانیال اور نائلہ اپنے والدین کی طرح دین دار ہیں۔ دانیال حافظ قرآن ہے اور زندگی کو قرآن وسنت کے مطابق گزار رہا ہے لیکن اچانک ہی اسے ایک عیسائی لڑکی جینی سے محبت ہو جاتی ہے اور وہ جینی سے شادی کرنے کے لیے والدین کو راضی کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن ایک عیسائی لڑکی کا سن کر افتخار صاحب اسے سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں مگر وہ اپنی ضد پر اڑا رہتا ہے افتخار صاحب اسے جائیداد کا حصہ دے کر گھر سے نکال دیتے ہیں۔

دانیال جینی کے گھر آجاتا ہے اور اسے ساری حقیقت سے آگاہ کر کے شادی کے لیے کہتا ہے جینی اپنے والدین سے بات کرتی ہے اور پھر دانیال کو اپنے مذہب عیسائیت میں شامل کر کے اس سے شادی کر لیتی ہے۔

خالد عباس قرآن وسنہ کے پروفیسر ہیں اور عمیرہ ان کے شاگردوں میں خاص اہمیت رکھتی ہے۔

عباد صاحب کی دو بیٹیاں عمیرہ عباد اور عالیہ عباد ہیں۔ عمیرہ کی منگنی اپنے کزن احمد کے ساتھ ہو چکی ہے اور جلد ہی ان دونوں کی شادی ہونے والی ہے۔

عدیل، جان کا بہترین دوست ہونے کے ساتھ عمیرہ اور احمد کا کزن بھی ہے۔ جان نے عمیرہ کو پہلی بار اسلامک اسٹڈیز ڈیپارٹمنٹ میں دیکھا تھا جان کو مسلمانوں سے نفرت ہے اور یہ نفرت اس کے دل میں اپنی ماما جینی کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے وہ ہمیشہ جان کے سامنے مسلمانوں کو برا بھلا کہتی ہیں اور جان کو ان سے دور رہنے کی ہدایت کرتی ہیں لیکن یہ اتفاق ہے کہ جان کا بہترین دوست عدیل ہے تقریباً چار سال بعد دانیال کو اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے کہ اس نے جذباتیت میں ایک غلط فیصلہ کیا تھا اسے اپنے ماں باپ کی بات مان لینی چاہیے تھی۔ دانیال ان سے معافی مانگنے گھر جاتا ہے لیکن اب بہت دیر ہو چکی ہے افتخار صاحب اور رقیہ بیگم نائلہ کو رخصت کرنے کے بعد اس جہان فانی میں نہیں رہے۔ دانیال پچھتاوے دل میں لیے ان کی قبروں پر جاتا ہے۔

جان کا اب چرچ میں دل نہیں لگ رہا اسے لگ رہا ہے کوئی ہے جو اسے اپنی طرف کھینچ رہا ہے لیکن وہ۔ سے قاصر ہے لیکن پھر یونیورسٹی میں ہی غیر محسوس طریقے سے وہ ایک بار پھر اسلامی اسٹڈیز ڈیپارٹمنٹ کی طرف بڑھ جاتا ہے اور وہاں عمیرہ اس کی رہنمائی کرتی ہے۔

جینی جان کو عمیرہ سے دور رہنے کے لیے کہتی ہے لیکن ساتھ یہ بھی جانتی ہے کہ جان اب اس کی محبت میں گرفتار ہوتا جا رہا ہے۔ اس کے لیے عمیرہ سے دور رہنا ممکن نہیں ہے۔ جینی جان کی شادی ریٹا سے کرنا چاہتی ہے لیکن وہ انکار کر دیتا ہے۔

عمیرہ عباد ایک کلاس میں انٹرن شپ کے تحت پڑھا رہی ہے اور جان بہت خاموشی سے اس کی کلاس سن رہا ہے لیکن ایک جگہ جان عیسائیت اور اسلام دونوں کو ہی ایک مذہب کہتا ہے، جس پر عمیرہ عباد مسکرا کر اس کی ہر بات کا جواب دیتی ہے۔

دانیال کے گھر بیٹے کی ولادت ہوتی ہے۔ وہ اس کے کان میں اذان دینے کے ساتھ بچے کا نام اذان رکھتا ہے۔ اس کی خواہش ہے کہ جو گناہ اس نے مذہب سے گمراہ ہو کر اختیار کیا اور جس کی سزا برحق ہے اس میں کمی اس کا بچہ (اذان) دین کی پیروی کر کے اس سزا میں کمی کر دے۔ دانیال جینی سے اسلام قبول کرنے کو کہتا ہے جینی اس کو دکھانے کے لیے اسلام قبول کر لیتی ہے۔

جان جینی کے ساتھ اپنی خالہ کے گھر ان سے ملنے آتا ہے وہاں اسے محسوس ہوتا ہے جیسے عمیرہ کسی بڑی مشکل میں ہے وہ سوچتا ہے کہ وہ عمیرہ کے لیے کیا کر سکتا ہے اسے عمیرہ کی کہی ہوئی بات یاد آتی ہے "اگر انسان کو لگے کہ اس پر یا اس کے کسی اپنے پر کوئی مصیبت آنے والی ہے تو اسے چاہیے کہ اللہ کی راہ میں اپنی یا اس شخص کی طرف سے صدقہ کرنے سے وہ مشکل یا تو ٹل جائے گی یا کم ہو جائے گی۔" جان اب تین طریقوں سے صدقہ دیتا ہے جو عمیرہ نے اپنے لیکچر میں بتائے تھے۔

عمیرہ کو سنجیا نامی ایک ہندو لڑکی کے اغوا کے کیس میں گرفتار کر لیا جاتا ہے جان کو یہ خبر اس کا دوست عدیل دیتا ہے جس سے جان پریشان ہو کر اس کی ضمانت کی کوشش کرتا ہے اور اپنی ماما (جینی) سے کہتا ہے جینی کچھ سوچ کر اس کے سامنے اپنی بھانجی اور جان کی کزن ریٹا کی شادی کا پرپوزل رکھ کر عمیرہ کو ضمانت پر رہا کرانے کی شرط رکھ دیتی ہیں۔

جان کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا وہ شرط مان لیتا ہے ضمانت کے کچھ دن بعد عمیرہ عباد کا نکاح اپنے کزن احمد سے ہو جاتا ہے دوسری طرف جان کی منگنی ریٹا سے ہو جاتی ہے۔

عمیرہ عباد پر مسز مہرا یہ الزام رکھتے ہیں کہ عمیرہ نے ان کی بیٹی سنجیا کو بہکا کر اسلام قبول کرنے پر اکسایا ہے اس لیے پہلے مسز مہرا نے عمیرہ کو گرفتار کرایا اس کے بعد اپنے جرائم پیشہ لوگوں کے ہاتھوں اسے اغوا کرا لیتے ہیں۔ اس بات کی خبر جب جان کو ہوتی ہے تو وہ وہاں سے بھی عمیرہ کو آزاد کراتا ہے۔ جان اب عمیرہ سے محبت کرنے لگا ہے اور اس کے لیے مسلمان ہونے کے لیے بھی تیار ہے۔

تین دن سے لاپتا عمیرہ عباد جب اپنے گھر کے دروازے پر جان کے ساتھ پہنچتی ہے تب احمد اس پر تہمت لگا کر اسے طلاق دے دیتا ہے۔ عباد صاحب کو بیٹی کے اغوا ہونے اور اس کے طلاق یافتہ ہو جانے کے دکھ سے اٹیک ہوتا ہے۔ ڈاکٹر مشکل سے ان کی جان بچاتے ہیں۔

جان عباد صاحب کی عیادت کو آتا ہے تب اس کی ملاقات پروفیسر خالد عباس سے ہوتی ہے۔ جان کو پروفیسر خالد عباس کی باتیں اس وقت سمجھ نہیں آتیں اور وہ عمیرہ سے اجازت لے کر وہاں سے چلا جاتا ہے۔

پانچ سال بعد کاشان فریدی پاکستان لوٹتا ہے یہاں سے جب وہ پانچ سال پہلے گیا تھا تو اس کا ارادہ واپس آنے کا نہیں تھا مگر اب وہ بنا ارادہ ہی واپس آیا ہے۔ اس کا استقبال اذان سمیت تمام اسٹاف کرتا ہے۔ کاشان فریدی کا ارادہ اذان کے ساتھ مل کر ایک پروجیکٹ پر کام کرنے کا ہے۔

عمیرہ عباد بہت خوب صورت خواب دیکھ رہی ہوتی ہے جب ہی اس کی اماں اسے جھنجوڑ کر اٹھاتی ہیں۔ اور اسے عالیہ کا بتاتی ہیں جو ابھی تک اپنے سینٹر سے واپس نہیں آئی ہے عمیرہ پریشان ہو کر پہلے عالیہ کو فون کرتی ہے لیکن مسلسل بیل جانے پر بھی وہ کال ریسیو نہیں کرتی جس پر عمیرہ مزید پریشان ہو کر عالیہ کی تلاش میں گھر سے نکل جاتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❁......❁......❁

دو گھنٹے سے بھی زیادہ وقت ہو گیا ہے عمیرہ کو گئے وہ پریشانی کی حالت میں صحن میں ٹہل رہی تھیں۔ یک دم دروازہ بجا وہ بجلی کی رفتار سے دروازے کی طرف لپکی تھیں۔

"آ گئیں عمیرہ..... عالی کو....." انہوں نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا مگر ان کی بات ادھوری ہی رہ گئی تھی کیونکہ دروازے پر عمیرہ نہیں بلکہ عدیل کھڑا تھا۔

"السلام علیکم آنٹی۔" اس نے آگے بڑھ کر انہیں سلام کیا۔ انہوں نے دیکھا عدیل کے ساتھ بھی کوئی کھڑا تھا مگر گلی میں اندھیرا ہونے کے سبب وہ اسے دیکھ نہیں پائیں۔

''وعلیکم السلام!'' انہوں نے اب عدیل کی طرف دیکھا۔
''آنٹی یہ میرا دوست جان ہے۔ اسی نے عمیرہ کو جیل سے رہائی دلوائی تھی اور اسپتال میں بھی عمیرہ کی مدد کی۔'' عدیل بولا' جان چند قدم آگے بڑھ کر روشنی میں آ کھڑا ہوا تھا۔ انہوں نے اوپر سے نیچے تک اسے بغور دیکھا' بلیک جینز' بلیک شرٹ' بلیک ہی جیکٹ' صاف رنگت۔
''ہیلو آنٹی! عباد انکل کیسے ہیں؟'' وہ جواب دینے کے بجائے غیر یقینی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا' پھر عدیل ان سے مخاطب ہوا۔
''آنٹی! جان آپ سے عباد انکل کی طبیعت پوچھ رہا ہے۔'' عدیل انہیں حواس میں واپس لایا۔
''ہاں..... ہاں..... و..... وہ ٹھیک ہیں۔'' ان کا لہجہ کچھ کھویا کھویا سا تھا۔ انہوں نے ایک بار پھر غیر یقینی نگاہوں سے جان کو دیکھا۔
''اندر آجاؤ' باہر بہت ٹھنڈ ہے۔'' وہ دروازے سے ہٹتے ہوئے بولیں۔ وہ دونوں اندر داخل ہوگئے' جان نے اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا گھر بہت سادہ طرز پر بنا ہوا تھا۔ گھر میں داخل ہوتے ہی سیدھے ہاتھ پر ایک کمرہ تھا جس کے ادھ کھلے دروازے سے عباد صاحب چارپائی پر لیٹے نظر آرہے تھے۔ صحن میں ایک تناور درخت کے نیچے تخت بچھا تھا' صحن کے اختتام پر ایک لکڑی کی گیلری سی بنی تھی جس میں بائیں طرف کچن تھا جس کے باہر ٹیلی فون رکھا تھا۔ وہ دونوں تخت پر بیٹھ گئے۔
''آنٹی! عمیرہ گھر آگئی تھی مجھ سے ملنے سب خیریت تو ہے؟ اماں بتا رہی تھیں۔'' عدیل نے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔
''نہیں بیٹا! بہت بڑا مسئلہ ہوگیا ہے عالی شام کو ٹیوشن گئی مگر اب تک گھر واپس نہیں آئی۔ اس کی ہر دوست سے پوچھ لیا مگر کسی کو کچھ پتا نہیں۔'' انہوں نے بہت پریشان کن لہجے میں کہا۔
''یہ تو بہت برا ہوا۔'' اب عدیل بھی پریشان ہو اٹھا تھا۔
''میرے خیال میں پولیس کو انفارم کرنا بہتر ہوگا آنٹی آپ ایسا کریں کہ مجھے اپنی بیٹی کی تصویر دیں اور نام بتادیں' میں پولیس کو انفارم کردوں گا۔'' جان نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا اور مڑا' انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔
''تم کراچی سے کب واپس آئے؟'' ان کے جانے کے بعد عدیل جان سے مخاطب ہوا۔
''جس وقت تمہارا فون آیا میں اس وقت گھر کے باہر ہی پہنچا تھا' الٹے قدموں واپس آگیا۔'' جان نے بہت نارمل انداز میں کہا۔
''بس کچھ سمجھ نہیں آرہا' ایک کے بعد ایک پریشانی آرہی ہیں ان لوگوں پر۔'' عدیل نے متاسف لہجے میں کہا اور جان نے صرف اثبات میں سر ہلایا۔ اسی وقت دروازہ پر دستک ہوئی عدیل اور جان نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا پھر عدیل کچھ سوچتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازہ کھولنے پر عمیرہ کھڑی تھی' اس نے حیرت سے ان دونوں کو دیکھا۔
''آپ لوگ اس وقت یہاں؟'' اس نے اندر داخل ہوتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔ تب تک اس کی اماں بھی آگئی تھیں۔
''عمیرہ! عالی کا کچھ پتا چلا۔'' عمیرہ پر نگاہ پڑتے ہی انہوں نے بے تاب لہجے میں پوچھا۔ عمیرہ نے نفی میں سر ہلایا اور ان کا دل ڈوبنے لگا۔
''آنٹی! آپ پریشان نہ ہوں یہ تصویر مجھے دیں میں پولیس میں کیس فائل کروا دیتا ہوں یقیناً بہت جلد آپ کی بیٹی کا پتا چل جائے گا۔'' جان نے آگے بڑھ کر ان کے ہاتھ سے تصویر لیتے ہوئے تسلی بخش لہجے میں کہا۔
''میری بیٹی کا نام عالیانہ عباد ہے اور یہ ہمارا لینڈ لائن نمبر ہے۔'' انہوں نے کاغذ کا ایک ٹکڑا بھی اس کی طرف بڑھایا۔
''جان! یہ آپ کی ڈیوٹی نہیں ہے کہ ہر پرابلم میں آپ ہماری مدد کے لیے پہنچیں۔'' عمیرہ نے بہت روکھے

لہجے میں کہا' جان کو اس کا یہ دیہ سمجھ نہیں آیا اچانک اسے کیا ہو گیا تھا۔

"مجھے پتا ہے کہ آپ کو میری مدد کی ضرورت نہیں ہے مگر شاید آپ اپنی ہی کہی ہوئی بات بھول گئیں کہ یہ میرا رب ہی جانتا ہے کہ وہ کس سے کیا کام لینا چاہتا ہے۔ ہوسکتا ہے اس نے فی الحال میرے لیے یہی لکھا ہے کہ میں ہر پرابلم میں آپ کی مدد کروں' میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا مس عمیرہ؟" جان نے اس کے انداز میں ہی کہا اور عمیرہ لاجواب ہو کر رہ گئی۔

"چلو عدیل!" اس نے عمیرہ کی جانب دیکھتے ہوئے عدیل سے کہا اور دروازے کی طرف پیش قدمی کی۔ جب کہ عمیرہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔

❁......❁......❁

"پانچ بج کر بیس منٹ۔" احرام نے کہا اور طوبیٰ نے ایک بار پھر دروازے کی طرف دیکھا۔

"پتا نہیں اذان! کہاں رہ گئے۔" طوبیٰ نے پریشان کن لہجے میں کہا۔

"پانچ بج کر اکیس منٹ۔" احرام ایک بار پھر بولا۔ طوبیٰ نے گھبرا کر اسے دیکھا۔

"اگر اب تم نے کچھ بولا تو......" طوبیٰ نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔

"اوکے.... اوکے۔ سوری بھئی لیکن اب ہم صرف دس منٹ اور انتظار کریں گے' تمہیں پتا ہے نا آج مما بابا آ رہے ہیں انکل آنٹی سے ملنے تاکہ شادی کی تاریخ طے کر دیں اور اب کی بار کچھ نہیں کرنا طوبیٰ ورنہ میں قاضی سے کہوں گا زبردستی نکاح پڑھا دے۔" احرام نے ایک ہی سانس میں کہا اور طوبیٰ ہنس دی۔

"ہاں تو پڑھوا لینا نکاح! اتنی لڑکیاں ہوں گی شادی میں۔" طوبیٰ نے اسی کے انداز میں کہا۔

"طوبیٰ......؟" اس نے مصنوعی خفگی سے کہا اور پھر دونوں ایک ساتھ ہنس دیے۔ وہ دونوں اس وقت ایک بینک میں تھے۔ اذان طوبیٰ سے ملنا چاہتا تھا۔

"میں کال کرتی ہوں اسے۔" طوبیٰ نے تنگ آ کر کہا۔ "ہیلو اذان! میں اور احرام آپ کا کب سے انتظار کر رہے ہیں' آپ کہاں رہ گئے؟" اس کے کال ریسیو کرتے ہی طوبیٰ نے کہا۔

"اوہ...... میں تو بھول ہی گیا تھا۔ دراصل میں ایک پریشانی میں مبتلا ہوں' میری والدہ کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی تھی' انہیں ڈاکٹر کے پاس لے کر گیا ہوا تھا' اس پریشانی میں میں آپ دونوں کو انفارم کرنا بھول گیا' آئی ایم سوری۔" اذان نے تفصیل بتایا۔

"اوہ' یہ تو بہت افسوس کی بات ہے۔ ویسے اب طبیعت کیسی ہے ان کی۔" طوبیٰ نے افسوس کرتے ہوئے پوچھا۔

"وہ اب بہت بہتر ہیں' اب تو ہم گھر بھی آ گئے ہیں۔" اذان نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

"ویسے میں اور احرام آپ کے گھر آ جائیں تو آپ مائنڈ تو نہیں کریں گے؟" طوبیٰ نے پُرسوچ لہجے میں پوچھا۔

"بالکل بھی نہیں بلکہ مجھے بہت خوشی ہوگی اور مجھ سے زیادہ خوشی تو میری والدہ کو ہوگی۔ آپ ان کی خوشی کا اندازہ بھی نہیں کرسکتیں طوبیٰ!" اذان کا لہجہ کچھ ذومعنی تھا۔ طوبیٰ چونکی۔

"کیا مطلب؟" اس نے کچھ سمجھ نا آنے والے انداز میں کہا۔

"مطلب آپ کو خود سمجھ آ جائے گا۔ آپ احرام کو فون دیں میں اسے ایڈریس سمجھاتا ہوں۔" اذان نے اسے مزید الجھا دیا' مگر اس نے مزید کچھ پوچھنے کے بجائے احرام کی طرف فون بڑھا دیا۔

❁......❁......❁

"عمیرہ تمہارے بابا کی طبیعت خراب ہو رہی ہے' جلدی چلو۔ وہ تمہیں بلا رہے ہیں۔" وہ نماز پڑھ کر بیٹھی ہی تھی اور درود شریف کی تسبیح پڑھ رہی تھی' آج جمعہ تھا وہ فوراً ہی اٹھی اور بہت تیزی سے ان کے کمرے کی طرف بڑھی۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے دیکھا عباد صاحب کے ماتھے پر پسینہ چمک رہا تھا' وہ جلدی سے ان

کی چارپائی پرآ بیٹھی اور ان کا ہاتھ تھاما' ہاتھ بالکل ٹھنڈا تھا۔ چہرے پر شدید کرب کے آثار تھے۔
"بابا! ہم ابھی اسپتال چلتے ہیں آپ کو کچھ نہیں ہوگا۔" اس نے کانپتے لہجے میں کہا اور انہیں اٹھانے کی کوشش کی مگر انہوں نے نفی میں سر ہلا دیا۔
"نہ..... اب نہیں..... عمیرہ! اب یہ کوشش مت کرو' زندگی کے لیے ایک بار جدوجہد کی جاتی ہے بار بار نہیں۔" انہوں نے لڑکھڑاتی زبان سے کہا۔ "میرا وقت پورا ہوگیا ہے' مجھے اب اپنے رب کے پاس واپس جانا ہے۔" وہ بمشکل اپنی بات مکمل کر پارہے تھے۔ ان کی اس حالت پر عمیرہ کی اماں نے آہ و بکا شروع کردی تھی' خود عمیرہ کی آنکھوں سے بھی آنسو بہہ رہے تھے۔ صبح تک تو ان کی طبیعت بالکل ٹھیک تھی پھر اچانک نہ جانے کیا ہوگیا انہیں۔ عمیرہ کو سمجھ نہیں آرہا تھا۔
"میری آخری خواہش ہے عمیرہ..... میں تمہاری آواز میں سورۃ رحمن سننا چاہتا ہوں تاکہ میرا دم اپنے رب کی شکر گزاری کرتے ہوئے نکلے۔" انہوں نے اب اٹک اٹک کر اپنا جملہ مکمل کیا۔ عمیرہ نے ان کا ہاتھ ان کے سینے پر رکھ کر اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ پر رکھا اور آنکھیں بند کرکے پڑھنا شروع کیا مگر آج اس کی آواز لڑکھڑا رہی تھی۔ عباد صاحب کی آنکھیں اس پر ہی جمی تھیں' جیسے جیسے عمیرہ تلاوت کررہی تھی ان کے چہرے پر سکون پھیلتا جارہا تھا' ان کی آنکھیں دھیمے دھیمے پتھرانے لگی تھیں اور عمیرہ کے تلاوت ختم کرتے ہی بالکل بے جان ہوگئی تھیں۔ عمیرہ کو پل بھر کے لیے محسوس ہوا کہ اس کے دل کی دھڑکن تھم گئی ہو اس کی اماں کی آہ و بکا میں اضافہ ہوگیا۔ عمیرہ نے کانپتے اور بے جان ہوتے ہاتھوں سے ان کی آنکھیں بند کی اور دعا پڑھی۔ اس کے حواس اب اس کا ساتھ چھوڑنے لگے تھے اردگرد کی ہر شے دھندلانے لگی تھی۔ اس نے کوشش کی حواس بحال رکھنے کی مگر وہ کامیاب نہ ہوپائی اور چکرا کر زمین پر آ گری۔ اس کا ذہن تاریکیوں میں ڈوب گیا تھا۔

❁.....❁.....❁

اس نے تیسری بار عمیرہ کا لینڈ لائن نمبر ڈائل کیا تھا۔ پچھلی دو بار کسی نے کال اٹینڈ کی نہیں تھی اب کی بار دو تین بیلز میں ہی کال اٹینڈ ہوگئی تھی۔
"ہیلو عمیرہ!" وہ فوراً بولا۔
"آپ کون؟" دوسری طرف سے کسی بچی نے کہا۔
"عمیرہ سے بات کروا دیں۔" اس نے جواب دینا مناسب نہیں سمجھا۔
"عمیرہ باجی بہت دیر سے بے ہوش ہیں' عباد انکل کا انتقال ہوگیا ہے۔" اس بچی نے جواب دیا۔
"کیا..... یہ..... یہ..... کیا ہوا؟" وہ شاک کے سبب بول نہیں پارہا تھا۔
"آج دوپہر ظہر کے بعد۔" اس بچی نے اب بھی ویسے ہی جواب دیا' اس نے موبائل کان سے ہٹایا اور دیوار سے ٹیک لگا کر غیر یقینی حالت میں کھڑا ہوگیا۔
"یہ کیسے ممکن ہے وہ کل رات تک تو بالکل ٹھیک تھے پھر اچانک ایسا کیا ہوگیا انہیں۔" جان خود کلامی کرنے لگا۔
"جان چلیں۔" اس کی مما نے کار پورچ میں داخل ہوتے ہوئے کہا' وہ اس وقت ان کے ساتھ کرسمس کی شاپنگ کے لیے جارہا تھا۔ "ریٹا اور اس کی مما بھی آرہی ہیں شاپنگ کے بعد تم اور ریٹا ڈنر پر چلے جانا اور میں اور جینیفر گھر آجائیں گے۔" انہوں نے اسے مطلع کیا۔ وہ اپنی جگہ اب بھی بے حس و حرکت کھڑا تھا۔
"کیا ہوا جان!" انہوں نے پلٹ کر اس کی جانب دیکھا۔
"مما! عمیرہ کے فادر کی ڈیتھ ہوگئی ہے۔" اس نے بہت افسوس کیا۔
"تو پھر..... اس میں اتنا پریشان ہونے والی کیا بات ہے وہ کوئی تمہارے رشتہ دار نہیں تھے اور نہ ہی وہ لڑکی تمہاری رشتے دار ہے۔" انہوں نے بہت بے پروا لہجے میں کہا۔
"مما! ایک انسان کی زندگی ختم ہوگئی اور آپ کے لیے یہ ایک بہت نارمل بات ہے۔" جان حیرت و غم سے نڈھال

ہوا تھا۔

"جان! بچہ مت بنو دنیا میں روز ہزاروں لوگ مرتے ہیں وہ کوئی خاص نہیں۔" ان کے لہجے میں سفاکی تھی۔

"وہ عمیرہ کے فادر تھے۔" جان نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"اور عمیرہ بھی خاص نہیں ہے ہمارے لیے۔" ان کا انداز اب بھی ویسا ہی تھا۔

"لیکن میرے لیے ہے۔" جان اب بھی اپنی بات پر ڈٹا رہا۔

"کیوں بے وقوف بن رہے ہو جان! کیوں نہیں دیکھ سکے جان تم وہ لڑکی تمہیں صرف استعمال کر رہی ہے اپنے کام نکلوا رہی ہے اور اس کے بعد وہ تمہیں دودھ میں سے مکھی کی طرح نکال پھینکے گی۔" انہوں نے بہت تیز لہجے اور بلند آواز میں کہا۔

"آپ سے ہزار بار کہہ چکا ہوں کہ آپ عمیرہ کو غلط سمجھتی ہیں وہ ایک بہت اچھی لڑکی ہے۔ کیوں نہیں سمجھتی آپ یہ بات؟" جان کی آواز ان سے بھی زیادہ بلند تھی وہ سٹپٹا گئیں۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی جان کہ کبھی تم مجھ سے اس طرح بات کرو گے۔ میں تمہاری ماں ہوں شاید تم آج یہ بات بھی بھول گئے ہو اس لڑکی کے باپ کی موت کا اتنا غم ہے اور اپنی ماں تمہیں نظر نہیں آتی۔" انہوں نے رو دینے والے انداز میں کہا۔

"کہیں نہیں جا رہی میں تمہارے ساتھ جاؤ تم اس لڑکی کے باپ کا غم منانے وہاں جانا تمہارے لیے زیادہ ضروری ہوگا جاؤ تم......" وہ جانے لگی تھیں مگر جان نے ان کے دونوں ہاتھ تھام کر انہیں روک لیا۔

"پلیز مام! ایسے مت کہیں آپ میرے لیے اس دنیا میں سب سے ضروری ہیں...... پہلے آپ ہیں اس کے بعد کوئی اور۔" وہ زبردستی ان کے گلے لگ گیا۔

"ہم چل رہے ہیں کرسمس شاپنگ کے لیے اور میں عمیرہ کو بھی لے کر جاؤں گا لیکن آئندہ آپ ایسا کبھی نہیں کہیں گی کہ آپ میرے لیے اہم نہیں۔" ان کے لبوں پر فاتحانہ مسکراہٹ پھیل گئی تھی جب کہ جان کا ذہن عمیرہ میں اٹکا ہوا تھا۔

⊛......❀......⊛

وہ بہت دیر سے ان کی گود میں سر رکھ آنکھیں بند کیے لیٹی تھی وہ اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیر رہے تھے۔

"بابا جانی! جب آپ اتنے پیار سے میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں تو مجھے بہت سکون ملتا ہے۔" وہ آنکھیں بند کیے ہی ان سے مخاطب تھی۔

"عمیرہ! آپ میری سب سے پیاری بیٹی ہیں۔" ان کا لہجہ محبت و شفقت سے پُر تھا۔ "اور آپ سب سے زیادہ بہادر بھی ہیں۔ مجھے پتا ہے آپ کبھی بھی ہار ماننے والوں میں سے نہیں ہیں آپ ہر حال میں زندگی گزار سکتی ہیں۔" وہ ایک لمحے کے لیے رکے۔

"تبدیلیاں ہر انسان کی زندگی میں آتی ہیں کبھی خوش گوار اور کبھی ناخوش گوار۔ مگر بہادر وہی کہلاتا ہے جو ناخوش گوار تبدیلی کو خوش دلی سے قبول کر لے اپنے رب کی رضا میں راضی ہو جائے وجود ختم ہو جاتے ہیں وقت کے ساتھ مگر رشتے اور رشتوں میں چھپی محبتیں ہمیشہ زندہ رہتی ہیں۔ جیسی آپ کی محبت میرے لیے اور میری محبت آپ کے لیے لیکن اب اگر فرق آئے گا تو صرف اتنا کہ آپ کو زندگی میں آگے بڑھنا ہے اور مجھے اس زندگی کو الوداع کہنا ہے۔" انہوں نے ایک گہری سانس لی تھی۔ عمیرہ کی بند آنکھوں سے پانی بہت تیزی سے بہنے لگا۔

"بابا جانی میں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں ہمیشہ......" اس نے نم لہجے میں کہا۔

"ہمیشہ کا ساتھ کسی کو بھی نصیب نہیں ہوتا ایک دن زندگی کا سفر ختم ہونا ہے اور یہ اٹل ہے اسے کوئی نہیں بدل سکتا اور آپ تو میری سب سے بہادر بیٹی ہیں ناں۔ آپ نے تو ہر حال میں اپنے ربّ سے صبر کی توفیق مانگی ہے ہمیشہ تو پھر آج صبر کا دامن کیوں چھوڑ رہی ہیں۔ کیوں اپنے رب کی رضا کو نظر انداز کر رہی ہیں اٹھیے اور یہ ثابت کر دیجیے کہ آپ اپنے پاک رب کے صابر بندوں میں

سے ہیں۔ آپ اس کی رضا میں راضی ہیں۔ اٹھیے عمیرہ اٹھیے...... مجھے آخری بار الوداع تو کہہ دیجیے۔" ان کا لہجہ ڈوب گیا تھا اس نے دھیمے سے آنکھیں کھولیں۔ وہ اپنے کمرے میں زمین پر پڑی تھی' بابا جانی کہیں بھی نہیں تھے۔ باہر صحن سے اسے بے تحاشا رونے کی آوازیں آرہی تھیں' ان میں ایک واضح آواز اس کی اماں کی تھی۔

"مت لے کے جاؤ انہیں' ابھی تو عالی بھی نہیں آئی۔ میری عمیرہ کو بھی تو بلاؤ' وہ بھی تو آخری بار اپنے بابا کو دیکھ لے۔ ارے کوئی تو سن لے میری ہائے اللہ! یہ کیا کر دیا تو نے...... یہ کیا کر دیا۔" عمیرہ کا ذہن اب بھی مکمل طور پر نہیں جاگا تھا۔ اس کے ذہن میں ایک بار پھر اپنے بابا کے آخری جملے گونجے تھے۔

"اٹھیے عمیرہ اٹھیے...... مجھے آخری بار الوداع تو کہہ دیجیے۔" ان جملوں نے اسے جھنجوڑ دیا تھا۔ وہ بہت پھرتی سے اٹھی اور بھاگتی ہوئی کمرے سے باہر نکلی مگر گیلری میں پہنچتے ہی اس کے قدم تھم گئے' جنازہ گھر سے باہر لے جایا جا رہا تھا۔ اس نے پلکیں جھپکیں اور آنسو رخساروں پر بہہ گئے۔

"الوداع بابا جانی...... الوداع...... اگر میں نے کبھی آپ کو تکلیف دی ہو تو مجھے معاف کر دیجیے گا۔ الوداع...... الوداع......" وہ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھتی چلی گئی' اس کا دل گواہ تھا کہ وہ اب اپنے بابا جانی کو کبھی نہیں دیکھ پائے گی اور نہ ان کی آواز ہی سن پائے گی۔

❋......❋......❋

"یہ لیں جان! آپ کا کرسمس کا گفٹ۔" ریتا نے ایک پیکٹ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں اس وقت شہر کے ایک معروف ہوٹل میں بیٹھے تھے۔ جان نے ایک نظر اس پیکٹ کو پھر ریتا کو دیکھا۔

"سوری! میں گفٹس لینا پسند نہیں کرتا کیونکہ مجھے کسی کی بھی لائی ہوئی چیزیں پسند نہیں آتیں۔ اس لیے میں گفٹس قبول ہی نہیں کرتا۔" جان نے بے حد بے زار لہجے میں کہا۔

"اوہ مجھے پتا نہیں تھا۔" ریتا شرمندہ ہوگئی۔ ویٹر کھانا لے آیا' کھانا سرو ہوتے ہی جان نے بہت تیزی سے کھانا کھانا شروع کر دیا۔

"لگتا ہے آپ کو بہت جلدی ہے جان!" ریتا کو اس کا یہ انداز بہت عجیب لگ رہا تھا۔

"ہوں...... ہاں! وہ دراصل میرے ایک بہت کلوز فرینڈ کے فادر کی ڈیتھ ہوگئی ہے اور مجھے وہاں جانا ہے۔" اس نے اسی طرح کھاتے ہوئے کہا۔

"اوہ! آئی سی' اس کا مطلب آپ یہاں زبردستی آئے ہیں' اپنی مرضی سے نہیں۔" ریتا نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ جان کے تیزی سے چلتے ہوئے ہاتھ رک گئے مگر اس نے پھر کھاتے ہوئے کہا۔

"تم کچھ کہنا چاہتی ہو؟" جان نے بے پروائی سے کہا۔

"آپ کچھ زیادہ جلدی میں ہیں؟" ریتا نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں میں ہوں' لیکن اگر آپ کو پریشانی ہے تو مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا اگر آپ یہ رشتا ختم کرنا چاہیں۔" جان کے لہجے میں اب بھی بے پروائی تھی۔

"اس کا مطلب تو بنتا ہے کہ ہمارا رشتا آپ کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتا۔" ریتا نے پلیٹ میں چمچ گھماتے ہوئے کہا۔

"میرے لیے سب سے زیادہ ضروری میری مما ہیں اور آپ ان کی پسند ہیں۔" جان اپنی پلیٹ ختم کر چکا تھا۔ مینو کارڈ میں پیسے رکھتے ہوئے وہ اٹھنے لگا۔

"تو آپ کی پسند کون ہے؟" ریتا کا انداز اب بھی وہی تھا جان نے جواب دینے کے بجائے کہا۔

"میں باہر ہوں اپنی پلیٹ ختم کر کے آجاؤ۔"

"نہیں مجھے اور بھوک نہیں ہے۔" ریتا نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"جیسے تمہاری مرضی۔" جان نے بہت روکھے لہجے میں کہا اور پلٹ کر ہوٹل کے گیٹ کی طرف قدم

علاج ہے۔

❁......❁......❁

"مسلمانو! تم کو کسی طرح کی مشکل پیش آئے تو صبر نماز سے مدد لو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے۔ مسجد سے فجر کی اذان کی آواز آرہی تھی' وہ اپنی اماں کے سینے پر سر رکھے بیٹھی تھی۔ تمام رات آنکھوں میں ہی کٹ گئی تھی' محلے کی عورتیں جنازے کے فوراً بعد ہی چلی گئی تھیں جب کہ خاندان کی کچھ عورتیں رکی تھیں مگر ان کے تیور بھی کچھ خاص ٹھیک نہیں تھے وہ سرگوشیوں میں عباد صاحب کی موت کا ذمہ دار عمیرہ کو ٹھہرا رہی تھیں۔ وہ اٹھی اور نمو کے لیے کمرے سے باہر نکل گئی' فجر کی نماز پڑھ کر وہ صحن میں بچھے تخت پہ آ بیٹھی' اس کے بابا جانی روزانہ فجر کی نماز کے بعد یہاں بیٹھ کر تلاوت کیا کرتے تھے اور وہ خود بھی ان کے ساتھ تلاوت کیا کرتی تھی مگر آج وہ یہاں اکیلی بیٹھی تھی۔ عمیرہ کا دل ڈوبنے لگا اور آنسو امڈنے لگے اس نے پلکیں مضبوطی سے بند کرکے آنسوؤں کو ضبط کیا اور وہ کامیاب رہی تھی۔ کافی دیر تک وہ وہیں بیٹھی رہی اور اپنے بابا کی باتوں کو یاد کرتی رہی تھی۔ فون کی بیل اسے سوچ کے صحرا سے باہر لے آئی۔ وہ اٹھ کر فون کی طرف بڑھی۔

"پوری رات ہوگئی ہے اس فون کو بجتے' اٹھانے پر کوئی بولتا ہی نہیں۔" اندر سے کسی خاتون کی آواز آئی تھی۔

"السلام علیکم!" عمیرہ نے ریسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

"عمیرہ...... خدا کا شکر ہے آپ ٹھیک تو ہیں نا۔" دوسری جانب جان تھا۔

"جان!" عمیرہ نے اس کی آواز پہچانتے ہوئے کہا۔

"یس جان! آپ ٹھیک تو ہیں نا۔ مجھے پتا چلا تھا عباد انکل کا۔ مجھے یقین نہیں آرہا تھا' ایک رات پہلے تک تو وہ بالکل ٹھیک تھے پھر......" جان اپنا جملہ مکمل نہیں کرپایا۔

"پتا ہی نہیں چلا انہیں کیا ہوا۔ وہ صبح تک تو بالکل ٹھیک تھے۔ میں نے صبح ان سے بات بھی کی تھی پھر اچانک دوپہر میں ان کی طبیعت خراب ہوگئی اور صرف چند لمحوں میں میری آنکھوں کے سامنے...... میرے ہاتھوں میں انہوں نے دم توڑ دیا اور میں......" عمیرہ کی آواز اس کا ساتھ چھوڑ رہی تھی۔

"پلیز عمیرہ روئیں مت۔ آپ ہی کہتی ہیں ناں انسان کو ہر حال میں صبر کرنا چاہیے پھر آج آپ اپنی بات سے کیسے پھر رہی ہیں۔ آپ تو بہت بہادر ہیں عمیرہ۔" جان کو خود اپنی آواز بھی رندھی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

"ہاں مجھے یاد ہے لیکن میں نے کبھی بھی بابا جانی کے بغیر اپنی زندگی کا تصور ہی نہیں کیا تھا شاید اسی لیے بہت کوشش کے باوجود بھی میں آنسو ضبط نہیں کرپارہی۔" عمیرہ کا لہجہ اب بھی نم تھا۔

"عمیرہ! زندگی میں صبر کرنے کا سب سے آسان حل یہ ہے کہ ہم اپنے سے کمتر کو دیکھیں آپ ان خوش نصیبوں میں سے ایک ہیں عمیرہ! جس نے باپ کی شفقت' محبت' لاڈ' پیار' غصہ سب کچھ دیکھا ہے لیکن مجھے دیکھو میں اپنے بابا کے نام کے سوا ان کے بارے میں مکمل طور پر کچھ بھی نہیں جانتا۔ یہاں تک کہ میں نے تو آج تک ان کی کوئی تصویر بھی نہیں دیکھی تو ان کی محبت اور شفقت تو بہت دور کی بات ہے میرے لیے لیکن مجھے اس پر کوئی پچھتاوا نہیں ہے اور نہ دکھ کیونکہ میں یہی سوچتا ہوں کہ شاید یہی بہتر تھا۔ اسی لیے ایسا ہوا۔" جان نے اس کی دل جوئی کی اور کسی حد تک کامیاب بھی رہا تھا۔ اس کے ان جملوں نے عمیرہ کی ہمت بڑھائی تھی۔

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں جان! شکریہ مجھے اتنا اچھا سبق پڑھانے کے لیے۔" عمیرہ کچھ حد تک نارمل ہوئی۔

"عالی کا کچھ پتا چلا جان! وہ تو بابا جانی کو آخری بار دیکھ بھی نہیں سکی۔" عمیرہ نے ایک گہری سانس لی۔

"پولیس اپنی کوشش کررہی ہے' میری مسٹر مہرا سے بھی بات ہوئی تھی' نگران کا کہنا تھا کہ انہوں نے عالیانہ کو اغوا کرانے کی کوشش کی تھی تاکہ آپ کو دھمکا کر ایمان کا پتا پوچھ سکیں مگر وہ ان کی قید میں آنے سے پہلے فرار ہونے میں کامیاب ہوگئی۔" جان نے تفصیلی طور پر جواب دیا۔

"وہ جھوٹ بول رہے ہیں جان! اگر وہ فرار ہونے

میں کامیاب ہوگئی ہوتی تو کیا گھر نہ پہنچ گئی ہوتی۔" عمیرہ تڑپ کر بولی۔

"نہیں عمیرہ! مجھے نہیں لگتا کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں کیونکہ اگر عالیانہ ان کے پاس ہوتی تو اب تک آپ کے پاس دھمکی آمیز فون کال آچکا ہوتا۔" جان نے وضاحت پیش کی۔

"تو پھر وہ کہاں چلی گئی؟" عمیرہ کے لہجے میں پریشانی کا عنصر نمایاں تھا۔

"بس آپ دعا کریں کہ وہ جہاں بھی ہو محفوظ ہاتھوں میں ہو اور جلد مل جائے۔" جان نے تسلی بخش لہجے میں کہا۔

"ان شاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔" عمیرہ نے پرعزم لہجے میں کہا تبھی دروازہ بجا۔

"دروازہ بج رہا ہے شاید دودھ والا ہوگا اسے تو پتا بھی نہیں ہے بابا کے بارے میں۔" عمیرہ نے پرافسوس لہجے میں کہا۔

"دودھ والا نہیں ہے عدیل ہے۔ ناشتے کا پوچھنے آیا ہے۔" جان نے اسے مطلع کیا۔

"آپ کو کیسے پتا؟" عمیرہ چونکی۔

"میں پچھلی رات سے آپ کے گھر کے سامنے کھڑا ہوں۔" جان کا لہجہ متبسم تھا۔

"کیوں؟" عمیرہ کی حیرت مزید بڑھی۔

"آپ پریشان ہوں تو میں کیسے آرام سے رہ سکتا ہوں۔" جان کا لہجہ اب بھی متبسم تھا۔

"جان.....!" عمیرہ کو اپنی آواز کسی کھائی سے آتی ہوئی محسوس ہوئی مگر اب وہ خاموش رہا۔ عمیرہ کو جھنجلاہٹ محسوس ہوئی اس نے تیزی سے ریسیور رکھ دیا۔

"یہ پاگل ہے بالکل پاگل۔" عمیرہ بڑبڑاتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھی۔ دروازہ کھولنے پر واقعی عدیل دروازے پر کھڑا تھا۔ عدیل سے ہوتی ہوئی اس کی نگاہیں کچھ فاصلے پر کھڑی جان کی کار پر گئی تھیں۔ وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اس کی جانب ہی دیکھ رہا تھا۔ اس پر نظر پڑتے ہی عمیرہ کا پورا وجود کانپ گیا۔ وہ جلدی سے دروازے کے پیچھے ہوگئی اور وہیں سے عدیل سے بات کی اور لرزتے ہاتھوں سے دروازہ بند کیا۔ اسے اپنے پورے وجود سے پسینے چھوٹتے محسوس ہوئے۔

"کیا ہو رہا ہے یہ مجھے؟" اس کے ذہن میں جان کی آواز گردش کررہی تھی۔

"عمیرہ کیوں سوچ رہی ہو تم اس کی باتوں کو وہ پاگل ہے بالکل پاگل۔" عمیرہ کو الجھن ہو رہی تھی اپنی اس حالت سے۔

"وہ ایک نون مسلم ہے عمیرہ! تم بھول گئیں اس کا دھوکا اسلام کو جاننے اپنانے کی خواہش نہیں رکھتا وہ شخص اور تم سے اسلام کے بہانے ملتا رہا۔ وہ شخص اللہ سے محبت تو درکنار اسے جانتا بھی نہیں۔ ایسے شخص کی کوئی بھی بات تمہیں اس کی طرف متوجہ نہیں کرسکتی۔ ہرگز نہیں۔" اس نے اپنے دل کو مطمئن کیا اور اس لیے وہ جان کے ہر احسان کو فراموش کرگئی تھی۔

❀......❀......❀

کار بہت تیزی سے کراچی ہائی وے پر دوڑ رہی تھی۔ اس نے گھڑی میں ٹائم دیکھا پونے چھ بج رہے تھے۔ اس نے گردن گھما کر ایک بار پھر عمیرہ کی جانب دیکھا وہ اب تک پتھر کے بت کی طرح بیٹھی تھی۔

"عمیرہ آخر پرابلم کیا ہے؟ کچھ تو بولیں آپ اپنی والدہ کو اس طرح اکیلا چھوڑ کر کہاں جارہی ہیں اور کیوں؟" جان نے بہت الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔ پچھلے ایک گھنٹے میں وہ یہ سوال کئی بار پوچھ چکا تھا مگر عمیرہ نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ ایک گھنٹے پہلے اس نے عمیرہ کو گھر سے سفری بیگ اٹھائے باہر نکلتے دیکھا تھا۔ اسے دیکھ کر عمیرہ اس کی جانب آ گئی تھی اور اسے کراچی بس اسٹاپ ڈراپ کرنے کا کہا تھا مگر اس نے بس اسٹاپ ڈراپ کرنے کے بجائے خود اسے کراچی چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔

"اماں نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے۔" بہت دیر بعد عمیرہ بولی۔

"کیا.....لیکن کیوں؟" جان کچھ نہیں پایا تھا۔

"وہ مجھے ہمیشہ کے لیے کھونا نہیں چاہتیں جس طرح

انہوں نے بابا جان اور عالی کو کھو دیا ہے۔" عجیرہ کی آواز کسی گہری کھائی سے آتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

"آنٹی کا یہ سوچنا غلط تو نہیں عجیرہ! آپ کا کوئی بھی خیر خواہ یہی چاہے گا۔" جان نے بہت جذب سے کہا۔ عجیرہ نے پلٹ کر اسے دیکھا۔

"وہ میرا اچھا سوچ سکتی ہیں لیکن کیا ان کا اچھا سوچنا میرا حق اور فرض نہیں ہے۔" عجیرہ نے تیز لہجے میں کہا۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں عجیرہ! لیکن اس وقت سوال آپ کی زندگی کا ہے۔ آنٹی محفوظ ہیں۔" جان نے اسے مطمئن کرنا چاہا۔

"جس انسان نے میری بہن کو نہیں چھوڑا وہ میری ماں کو کیونکر چھوڑے گا۔ یہ کیسی کم عقلی کی باتیں کر رہے ہیں آپ جان۔" عجیرہ نے چڑ کر کہا۔

"اگر میں کم عقل لگ رہا ہوں اور کم عقلی کی باتیں کر رہا ہوں تو آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ نے سنیتا کو مسلمان کر کے کون سا عقل کا کام کیا؟ کیا مل گیا آپ کو اسے مسلمان کر کے؟ میری نظر میں تو آپ صرف خسارے میں ہی ہیں۔" جان نے پہلی بار اسے طنز کا نشانہ بنایا تھا۔

"آپ کبھی سمجھ نہیں سکتے کہ میں نے کیا پایا کیونکہ آپ اللہ کی محبت کو نہیں جانتے اور نہ کبھی جان سکتے ہیں کیونکہ آپ کو اس کی حقیقی جستجو نہیں ہے آپ صرف مجھے دھوکا دے رہے تھے۔" عجیرہ کا میٹر یک دم لوز ہو گیا۔ بات کہاں سے شروع ہوئی تھی اور کہاں جا رہی تھی۔ جان کو غصہ آنے لگا اس نے غصہ ضبط کرنے کے لیے اسٹیئرنگ کو مضبوطی سے پکڑا اور کار کی رفتار بڑھا دی مگر عجیرہ کو کچھ نہیں کہا دونوں طرف اب بالکل خاموشی چھا گئی تھی۔

"آئی ایم سوری شاید میں ٹینشن میں ضرورت سے زیادہ بول گئی' مجھے ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا۔" عجیرہ نے بہت شرمندہ لہجے میں کہا۔ جان نے پلٹ کر اسے دیکھا۔

"کتنا بہترین طریقہ ہے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کا جو چاہے کہہ دو اور پھر ایکسکیوز کر لو۔" جان کے لہجے میں خفگی تھی۔ عجیرہ کچھ نہیں بولی۔

"میں غلط نہیں کہہ رہا ہوں عجیرہ! بظاہر آپ کے کیے ہوئے عمل کا کوئی پھل دکھائی نہیں دے رہا اور شاید اسی لیے خود آپ بھی ایک غصے کا شکار ہیں کہ سنیتا کو مسلمان کرنے کا آپ کا فیصلہ ٹھیک تھا یا نہیں۔" جان کا لہجہ بہت ٹھنڈا تھا۔

"سنیتا کو مسلمان کرنے کا فیصلہ میرا نہیں بلکہ میرے رب کا تھا۔ اس نے چاہا اس نے کیا' میں صرف ذریعہ بنی اور سنیتا نے بھی یہ قدم اپنی خواہش سے یا کسی انسان کے لیے نہیں اٹھایا بلکہ اپنے رب کے حکم سے اٹھایا۔" عجیرہ نے بہت جامع انداز میں کہا۔

"میں نہیں مانتا کوئی انسان بنا خواہش بنا چاہت کے اتنا بڑا قدم کیسے اٹھا سکتا ہے؟ کوئی بغیر وجہ کے اپنا دین کیسے چھوڑ سکتا ہے۔" جان نے نفی کی۔

"دین وجوہات نہیں سمجھ اور پرکھ کی بناء پر تبدیل کیا جاتا ہے۔" اسے جان کی سمجھ پر شک ہونے لگا۔

"کیا فرق پڑتا ہے بات ایک ہی ہے۔" جان نے کندھے اچکا کر کہا اور عجیرہ خاموش ہو گئی۔ کافی دیر خاموشی چھائی رہی۔

"اوکے' آپ کی ٹینشن دور کرنے کا ایک راستہ ہے میرے پاس۔" جان نے خاموشی توڑی۔

"کیا؟" عجیرہ نے یک لفظی سوال پوچھا۔

"میں آپ کے گھر پر پولیس کا پہرا لگوا دیتا ہوں' آنٹی محفوظ رہیں گی اور ویسے بھی آپ کی عدم موجودگی کے بارے میں مسٹر مہرا مجھ سے پوچھیں گے اور میں سب سنبھال لوں گا۔" جان نے بہت پُرسکون لہجے میں کہا۔

"شکریہ۔" عجیرہ نے مدھم لہجے میں کہا۔ جان مسکرایا تھا۔

"ویسے کراچی میں آپ کہاں جا رہی ہیں' اپنی پھوپو کے گھر؟" جان نے اندازہ لگایا۔

"جی۔" عجیرہ نے یک لفظی جواب دیا۔

"عجیرہ ایک بات پوچھوں آپ سے؟" کچھ دیر بعد جان پھر مخاطب ہوا۔ وہ اس وقت آدھے سے زیادہ راستہ طے کر چکے تھے۔

"جی۔" عمیرہ نے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے بے تاثر لہجے میں کہا۔

"اس دن میلاد میں آپ اوپر بیٹھی کیوں رو رہی تھیں؟" جان نے پُرسوچ لہجے میں پوچھا۔

"ان کی محبت میں جن کی محبت کے بغیر ایک مسلمان کا ایمان نامکمل ہے۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں۔" جان نے عمیرہ کے لہجے میں بہت عقیدت محسوس کی۔

"اسلام بہت زیادہ الجھا ہوا مذہب نہیں ہے، کبھی آپ کہتی ہیں کہ ایک مسلمان کے لیے اپنے رب سے محبت کو ایمان کا حصہ بتاتی ہیں اور آج اپنے پیغمبر کی۔" جان کا انداز الجھا ہوا تھا۔ عمیرہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے پلٹ کر ایک بار پھر عمیرہ کی جانب دیکھا۔ اس کے چہرے پر اکتاہٹ اور بے زاری کے تاثرات تھے۔ جان نے مزید کوئی بات کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ گھڑی میں سات بج کر پندرہ منٹ ہو رہے تھے اور وہ شہر کی حدود میں داخل ہو گئے۔

"ایڈریس؟" جان نے سوالیہ انداز میں عمیرہ سے پوچھا اور عمیرہ اسے ایڈریس سمجھانے لگی۔ تقریباً آدھا گھنٹے کی ڈرائیو پر اس کی پھوپو کا گھر تھا۔

"ویسے آپ کب تک رہیں گی ان لوگوں کے ساتھ؟" جان نے پُرسوچ لہجے میں پوچھا۔

"پتا نہیں، ہو سکتا ہے شاید ساری زندگی کیونکہ ابو نے مجھے کبھی گھر لوٹ کر نہ آنے کی قسم دی ہے۔" عمیرہ نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

"کیا یہ ہماری آخری ملاقات ہے؟" جان کے لبوں سے یک دم ادا ہوا۔ "یقیناً نہیں ناں؟" وہ اپنی ہی بات کی نفی چاہتا تھا۔ عمیرہ نے کوئی جواب نہیں دیا وہ مزید کچھ نہیں بولا لیکن نہ جانے کیوں یک دم ہی اس کا دل انجانے خوف سے ڈوبنے لگا کچھ دیر بعد وہ عمیرہ کی پھوپو کے گھر کے باہر کھڑے تھے۔

"جان! آپ نے ہمیشہ ہر مشکل وقت میں میری مدد کی میں آپ کے احسانات کا بدلہ زندگی بھر نہیں چکا سکتی۔ بہت بہت شکریہ جان!" عمیرہ نے مشکور لہجے میں کہا۔

"آپ میرے ہر احسان کا بدلہ چکا سکتی ہیں عمیرہ!" جان نے ونڈ اسکرین پر نگاہیں جمائے ہوئے کہا۔ عمیرہ کو کچھ سمجھ نہیں آیا۔ اب جان نے گردن گھما کر اس کی جانب دیکھا۔

"مجھ سے شادی کرو گی؟" اس نے بہت جذب سے کہا اور عمیرہ کو اپنی سماعتوں پر شک ہوا۔

"میں آپ کو زندگی کا حصہ بنانا چاہتا ہوں عمیرہ! میں ....." اس نے مزید کچھ کہنا چاہا مگر عمیرہ کی قوتِ برداشت جواب دے گئی تھی وہ فوراً کار سے اتر کر اس اندھیری گلی میں داخل ہونے لگی جس میں اس کی پھوپو کا گھر تھا۔

"عمیرہ پلیز ایک بار صرف ایک بار مجھے اپنی زندگی کا حصہ بنالیں میں وعدہ کرتا ہوں میں اپنا دین چھوڑ دوں گا میں اب آپ کے بغیر اپنی زندگی کا تصور نہیں کر سکتا۔ آپ میرے لیے بہت اہم ہیں عمیرہ! میں آپ کے لیے صرف آپ کے لیے مسلمان ہو سکتا ہوں۔ صرف ایک بار ہاں کہہ دیجیے عمیرہ! میں ....." عمیرہ کے بہت تیزی سے چلتے قدم یک دم رک گئے اور ساتھ ہی جان کے بھی۔

"جسٹ شٹ اپ جان!" عمیرہ قوت سے چیخی۔ "میں ایک ایسے انسان کو ہرگز اپنی زندگی کا حصہ نہیں بنا سکتی جو اللہ سے محبت نہیں رکھتا جس کی نظر میں اسلام کی اہمیت صرف اتنی ہے کہ اسے ایک حقیر انسان کے لیے اختیار کرنا چاہتا ہے جو دین کی آڑ میں اپنے نفس کی تسکین چاہتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں...... مسٹر جان ویراج چوہان! کوئی بھی جعلساز عمیرہ کی زندگی کا حصہ نہیں بن سکتا۔" عمیرہ کے ایک ایک لفظ سے غم، غصہ اور نفرت جھلک رہی تھی۔ جان کو اپنی رگوں میں خون جمتا ہوا محسوس ہوا۔ اپنی بات ختم کر کے عمیرہ آگے بڑھ گئی اور جان بھی دھندلاتی آنکھوں ٹوٹے یقین کے ساتھ واپس مڑ گیا۔ اسے شک نہیں تھا وہ یہ بازی ہارا تھا اور بُری طرح ہارا تھا۔ وہ کسی بلند چوٹی سے منہ کے بل

آ گرا تھا اپنے چاروں طرف صرف اندھیرا محسوس ہو رہا تھا اسے اور اوسی کا سفر اسے اسی اندھیرے میں کرنا تھا۔

❁......❁......❁

"یہ آپ کی گولیاں اور پانی۔" اس نے ہاتھ آگے کر کے انہیں دوائی دیتے ہوئے کہا۔ انہوں نے منہ بسورتے ہوئے دوائی لی۔

"تمہارے یہ آج کے ڈاکٹرز بڑی کڑوی دوائیں دیتے ہیں مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتے۔" انہوں نے ناراضی سے کہا۔

"ہم اگلی دفعہ آپ کی پسند کے ڈاکٹر کے پاس چلیں گے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہائے اللہ تو کیا تم چاہتے ہو اگلی دفعہ بھی میں بیمار ہو جاؤں۔" وہ تڑپ کر بولی تھیں۔

"ارے نہیں اماں! ابھی اپنے پسندیدہ ڈاکٹر کے پاس تو آپ ویسے ہی چلی جائیں گی چند باتیں کرنے کے لیے۔" اس نے شرارت سے کہا۔

"چپ شریر ماں کو ستاتا ہے۔" انہوں نے بہت پیار سے اس کے کندھے پر ہاتھ مارا تو وہ ہنس دیا۔

"احمد بیٹا! زندگی کا کوئی بھروسا نہیں بس میں اپنی زندگی میں ہی تمہیں ہنستا بستا دیکھنا چاہتی ہوں۔" انہوں نے بہت پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اس نے مدھم پڑتی مسکراہٹ کے ساتھ سر جھکا دیا۔

"کرلوں گا اس سال شادی اماں ان شاء اللہ۔" انہوں نے حسرت سے اس کی جانب دیکھا۔

"ہر سال تم یہی کہتے ہو آخر وہ کون سا سال ہوگا جب تمہارا یہ جملہ سچ ہوگا۔" انہوں نے محبت اور حسرت سے پوچھا۔

"جب میری تلاش ختم ہو جائے گی وہی سال میری زندگی کا سب سے خوش نصیب سال ہوگا۔" اس نے گردن جھکائے جواب دیا تبھی دروازہ بجا تھا۔

"اندر آ جاؤ۔" اس نے کہا ایک ملازم داخل ہوا۔

"سر! آپ کے کچھ مہمان آئے ہیں۔" ملازم نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"انہیں یہیں لے آؤ۔" اس نے نارمل لہجے میں کہا۔

"مہمانوں کو یہاں کیوں بلوا رہے ہو؟" اماں نے سوالیہ لہجے میں پوچھا۔

"کیونکہ وہ مہمان بہت اسپیشل ہیں۔ اماں آپ کو ان سے مل کر بہت خوشی ہوگی۔" اس نے سسپنس پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"کیوں بھئی کیا تمہاری بیوی آئی ہے؟ کیونکہ مجھے سب سے زیادہ خوشی اسی سے مل کر ہوگی۔" انہوں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بیوی نہیں سمجھیں اس کی بہن آئی ہے۔" اس نے انہی کے انداز میں کہا تبھی دروازہ بجا اور اس نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔

"اندر آ جاؤ۔" وہ آنے والوں سے مخاطب تھا ان کی نگاہیں دروازے پر ہی تھیں۔ کمرے کے دروازے سے ایک لڑکا لڑکی اندر داخل ہوئے تھے اس لڑکی پر نظر پڑتے ہی ان کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئی تھیں کیا جو وہ دیکھ رہی تھیں وہ حقیقت تھی کیا وہ وہی تھی ان کی پیاری بیٹی عالیانہ عباد۔

❁......❁......❁

"عالی!" ان کے منہ سے حیرت کے سبب نکلا اور انہوں نے بیڈ سے فوراً اٹھنا بھی چاہا تھا احمد نے آگے بڑھ کر انہیں اٹھایا اس کے قریب پہنچ کر غیر یقینی حالت میں اس کے چہرے کو چھونے لگیں جیسے انہیں یقین ہی نہ آ رہا ہو کہ وہ واقعی ان کے سامنے تھی۔

"عالیانہ!" ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے انہوں نے اسے اپنے گلے سے لگا لیا۔

"کہاں چلی گئی تھیں تم...... کہاں چلی گئی تھیں؟" وہ بلک بلک کر رو رہی تھیں۔ طوبیٰ کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ وہ تو یہاں اذان کی والدہ سے ملنے آئی تھی مگر یہاں صورت حال اس کی سوچ کے برعکس تھی۔

"کتنا پریشان ہو گئی تھی میں کتنا روئی تھی تم لوگوں کے

لیے۔ دن رات تمہارے حفظ وامان کی دعائیں مانگتی رہی ہوں۔" انہوں نے اس کے ماتھے کا بوسہ لیا۔

"کون ہیں آپ اور میرا کیا رشتہ ہے آپ سے؟" طوبیٰ کے لہجے میں اجنبیت تھی۔

"کیا ہوگیا عالی تمہیں، تم اپنی ماں کو نہیں پہچان رہیں؟" انہوں نے درد سے بھرپور لہجے میں کہا۔

"ماں......؟" طوبیٰ حیران رہ گئی۔

"تم مجھے پہچان کیوں نہیں رہیں عالیانہ۔" ان کے لہجے میں گھبراہٹ تھی۔ "احمد یہ مجھے پہچان کیوں نہیں رہی۔" انہوں نے اپنے بیٹے کی طرف دیکھا اور طوبیٰ کو لگا شاید ان کا دماغی توازن ٹھیک نہیں ہے جبھی وہ اذان کو احمد بلا رہی ہیں بار بار۔

"احرام! تم طوبیٰ کو لے کر نیچے چلو میں آتا ہوں۔" اس نے احرام کو مخاطب کیا اور طوبیٰ کو لے کر وہ دروازہ سے باہر نکل گیا۔

"احمد کیوں بھیج دیا تم نے اسے، اتنے سال بعد تو وہ......" احمد نے ان کی بات کاٹی۔

"اماں آپ میری بات سنیں، ادھر بیٹھیں۔" اس نے انہیں بیڈ پر بٹھایا۔

"عالیانہ آپ کو نہیں جانتی کیونکہ اسے کچھ یاد نہیں، اس کی یادداشت کھو چکی ہے وہ جن لوگوں کے ساتھ ہے انہیں ہی اپنی فیملی سمجھتی ہے۔ دس سال پہلے وہ کون تھی وہ بھول چکی ہے اب وہ 'طوبیٰ یامین' ہے۔ عالیانہ عباد نہیں۔" اس نے ان کے قدموں میں بیٹھتے ہوئے انہیں تفصیلی سمجھایا۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو احمد۔" ان کے لہجے میں دکھ صاف جھلک رہا تھا۔ "یہ کیسا انصاف ہے میرے مالک! میری بیٹی اتنے سالوں بعد مجھے ملی اور وہ مجھے جانتی بھی نہیں یہ ٹھیک نہیں ہے۔" انہوں نے پُر تکلیف لہجے میں کہا۔

"اماں یہ ناشکری ہے، آپ یہ کیوں بھول گئیں کہ وہ ٹھیک ٹھاک ہمارے سامنے ہے، وہ محفوظ ہاتھوں میں ہے، ہماری توقعات کے برعکس اس کے ساتھ کچھ برا نہیں ہوا اور ہماری خوش نصیبی ہے، ہمیں شکر کرنا چاہیے اپنے رب کا۔"

اس نے بہت محبت سے انہیں سمجھایا۔ "اب آپ آرام کریں۔" اس نے انہیں لٹا دیا۔

"تم وعدہ کرو احمد اسے دوبارہ لے کر آؤ گے۔ میں اس سے ملنا چاہتی ہوں۔" وہ یقین دہانی چاہتی تھیں۔

"میں وعدہ کرتا ہوں اب آپ سو جائیں ڈاکٹر نے آپ کو آرام کا کہا ہے۔" اس نے کمبل اوڑھایا اور پھر کمرے سے باہر نکل آیا۔ سیڑھیاں اترتے ہوئے اس نے انہیں لاؤنج میں بیٹھے دیکھا اسے دیکھتے ہی احرام اپنی جگہ سے اٹھا۔

"یہ کیا تھا اذان؟ آپ کی مما طوبیٰ کو اپنی بیٹی کہہ رہی تھیں، کیوں...... کیا وہ واقعی طوبیٰ کی ماما ہیں؟" احرام ایک ہی سانس میں کہتا چلا گیا۔

"ریلیکس احرام! میں پہلے طوبیٰ سے بات کرلوں۔" وہ طوبیٰ کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولا۔

"یہ سب کیا تھا اذان؟ مجھے......" طوبیٰ نے سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا۔

"میں نے آپ کو بتایا تھا ناں طوبیٰ کہ آپ حقیقتاً عالیانہ عباد ہیں۔ آپ کی فیملی دس سال پہلے بکھر گئی تھی، آپ کے بابا جان کی وفات ہوگئی ہے، آپ کی فیملی میں آپ کے علاوہ آپ کی ایک بڑی بہن بھی تھی میرہ! آپ حادثاتی طور پر اپنی فیملی سے بچھڑ گئی تھیں۔" اذان نے تفصیلی طور پر بتایا۔

"بہن...... تو پھر آپ کون ہیں میرے...... اور آپ کا نام احمد ہے یا اذان؟" طوبیٰ الجھن کا شکار ہوئی۔

"یس طوبیٰ! آپ کی ایک بہن بھی ہے اور میرا نام احمد اذان ہے۔ اس لیے کچھ لوگ مجھے احمد کہتے ہیں اور کچھ اذان۔ اب سوال یہ ہے کہ میرا آپ سے کیا رشتہ ہے تو وہ بالکل آسان بات ہے میں آپ کا ماموں زاد کزن ہوں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا حادثہ ہوا تھا میرے ساتھ کہ میں آپ لوگوں سے بچھڑ گئی؟" طوبیٰ اب بھی الجھی ہوئی تھی۔

"یہ مسٹر اور مسز یامین بہتر طور پر بتا سکتے ہیں؟" اذان

نے لاعلمی ظاہر کی۔
"اور میری بہن...... کیا وہ بھی آپ کے ساتھ ہیں؟" طوبیٰ نے پھر پوچھا۔
"نہیں! وہ میرے ساتھ نہیں ہے اور میں یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے کیونکہ آپ کی طرح وہ بھی پچھلے دس سال سے لاپتا ہے۔" اذان نے گہری سانس لی۔
"آپ نے انہیں ڈھونڈا نہیں اذان؟" طوبیٰ اب فکر مند ہوئی۔
"بہت ڈھونڈا میں نے اسے بہت مگر ملتا وہی ہے جو گم ہوجائے جو اپنی مرضی سے کہیں چلا جائے اسے ڈھونڈا نہیں جاسکتا' خیر چھوڑو ان باتوں کو اب تو تمہاری ہر الجھن دور ہوگئی ہے ناں۔" اذان نے بات کا موضوع بدلا۔
"ہاں ہوگئی ہے لیکن میں اپنی فیملی کے بارے میں اور بھی کچھ جاننا چاہتی ہوں۔" طوبیٰ نے پرسکون لہجے میں کہا۔
"اذان ایسا تو نہیں ہے ناں کہ آپ طوبیٰ کو واپس اپنے گھر لے جائیں گے؟" احرام نے خفیف لہجے میں پوچھا۔
"ہاں تو آپ کو کیا لگتا ہے کہ ہم عالیانہ کو اب آپ کے پاس چھوڑ دیں گے۔" اذان نے اسے تنگ کرنا شروع کیا۔
"اور بلکہ آج ابھی اور اسی وقت سے عالیانہ ہمارے ساتھ رہے گی۔" احرام کی ہوائیاں اڑ گئیں جبکہ طوبیٰ سمجھ گئی تھی۔
"یہ...... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں اذان! آج ہماری ڈیٹ فکس ہوگی اگر میں اکیلا جاؤں گا تو انکل آنٹی پوچھیں گے کہ میں طوبیٰ کو کہاں چھوڑ آیا ہوں؟" احرام بوکھلا گیا۔
"تم کہہ دینا کہ مجھ سے بات کریں اور ویسے بھی طوبیٰ میری بہن ہے اب اس کی شادی تو ہم اپنی مرضی اور پسند سے کریں گے۔" احرام کا چہرہ بالکل اتر گیا۔
"اذان بس کریں' احرام کی برداشت کا اتنا امتحان نہ لیں۔ اس معاملے میں یہ بہت کمزور دل ہے۔" طوبیٰ نے مسکراتے ہوئے کہا اور اذان ہنس دیا۔
"کیا یہ سب مذاق تھا؟" احرام نے حیرت سے اسے دیکھا۔ "بہت ہی بھدا مذاق تھا۔" احرام نے تبصرہ بھی کیا۔
"سوری احرام! لیکن تم بہت سیدھے ہو شادی کے بعد طوبیٰ تمہیں بہت آرام سے بے وقوف بنائے گی۔" اذان نے ہنستے ہوئے کہا۔
"بہت شکریہ آپ کی بات کا لیکن یہ مذاق میں کبھی نہیں بھولوں گا۔" احرام نے اذان سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "چلیں طوبیٰ!" وہ پھر طوبیٰ سے مخاطب ہوا۔
"آتے رہنا تم دونوں میری اماں کو اچھا لگے گا۔" اذان نے الوداعی انداز میں کہا اور طوبیٰ نے اثبات میں گردن ہلائی۔
"مجھے بہت افسوس ہے احرام! میں اذان کے اتنا کچھ بتانے کے باوجود بھی کچھ یاد نہیں کر پا رہی ہوں' میں ان کے لیے ویسا کچھ محسوس نہیں کرسکتی جیسا تم سب کے لیے کرتی ہوں۔" طوبیٰ نے افسوس سے کہا۔
"کوئی بات نہیں لیکن اذان کے لیے کچھ محسوس مت کرنا پلیز۔" احرام کا لہجہ بہت عاجز تھا اور طوبیٰ ہنس پڑی تھی۔

❁......❁......❁

"ہمارے چینل کو بہت سراہا گیا ہے اور بہترین ٹی وی چینل کا ایوارڈ بھی ملا۔ آپ کیوں نہیں آئے اذان؟" کاشان نے اس کے سامنے ایک فائل رکھتے ہوئے کہا اور اذان نے مسکراتے ہوئے فائل پر سائن کردیا۔
"بیٹھو کاشان! آج مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔" اذان نے فائل بند کرتے ہوئے کہا اور کاشان بیٹھ گیا۔
"تمہیں پتا ہے کاشان! بہت جلد طوبیٰ اور احرام کی شادی ہورہی ہے۔" اذان کا انداز مطلع کرنے والا تھا۔ کاشان کا کھلا کھلا چہرہ یک دم مرجھا گیا۔
"یہ آپ مجھے کیوں بتارہے ہیں اذان۔" کاشان نے پژمردہ لہجے میں کہا۔
"کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ تم بھی اپنی زندگی میں آگے

بڑھ جاؤ' زندگی کو اپنی مٹھیوں میں تھام کر سنہ کھو سے آزادی دے دو۔" اذان نے بہت سلجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں بہت آگے بڑھ چکا ہوں' دنیا کی محفلوں میں گم۔ طوبیٰ سے بہت دور آ گیا ہوں' اتنا کہ اگر میں پلٹ کے دیکھنا بھی چاہوں تو بھی میں اسے کہیں دور تک بھی نہیں دیکھ سکتا' اپنی زندگی میں۔" کاشان نے اسی طرح مدھم لہجے میں کہا۔

"نہیں کاشان! یہ صرف تمہارا واہمہ ہے۔ تم آج بھی وہیں کھڑے ہو جہاں تم نے طوبیٰ کو ٹھکرایا اور وہیں تم نے اپنی نانو بی کو چھوڑا تھا۔" اذان نے پختہ لہجے میں کہا۔

"اذان یہ بالکل غلط ہے' میں نے نانو بی کو نہیں چھوڑا۔" کاشان تڑپ کر بولا۔

"مجھے ایک بات بتاؤ' تم نے یہاں آنے کے بعد کتنی بار اپنی نانو بی کو فون کیا؟ ان کی خیریت دریافت کی؟ کتنی بار کاشان......؟" اذان کا لہجہ کچھ عجیب تھا اور کاشان سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا۔

"ایک بار بھی نہیں' ہے ناں۔" اذان کا لہجہ اب بھی ویسا ہی تھا۔

"کل رات میری ان سے بات ہوئی تھی اور ہر روز میں ان سے بات کرتا ہوں تب سے جب تم نے طوبیٰ کو چھوڑا تھا اور ساتھ ہی پاکستان بھی۔ تمہیں پتا ہے کاشان! تمہارے اس طرح پاکستان سے چلے جانے نے انہیں کتنا ڈی گریڈ کیا' تم نے طوبیٰ پر انہیں فوقیت دی' ان کی محبت کو مقدم رکھا مگر ان کی محبت کا پاس نہیں رکھ سکے۔" اذان کا لہجہ افسوسناک تھا۔ کاشان کا سر شرمندگی سے جھک گیا۔

"وہ مجھے ہر روز اپنی دن بھر کی مصروفیات سناتی ہیں' ان کی این جی او کس طرح کام کر رہی ہے۔ نوکروں سے گھر میں ان کی جھڑپ ہوئی ہر ایک چیز وہ مجھے بتاتی ہیں حالاں کہ ان کی این جی او اور ملازمین میں مجھے کیا دلچسپی لیکن پھر بھی مجھے۔ سناتی ہیں اور میں سنتا ہوں۔ میں ایسا کیوں کرتا ہوں تمہیں پتا ہے کاشان؟ میں صرف اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے ایسا کرتا ہوں' میں اس کے بندوں کے ٹوٹے دلوں کو جوڑنے کی کوشش کرتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ اللہ میرے ٹوٹے دل کا سہارا بنے گا۔" اذان بہار کے کہتا چلا گیا۔

"تم نے نانو بی کے فیصلے کو مانا تو مگر دل سے قبول نہیں کر سکے اور اسی لیے تم نے انہیں چھوڑ دیا۔" اذان نے اب بھی افسوس سے کہا۔

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں لیکن میں نے ایسا ارادتاً نہیں کیا۔" کاشان کا لہجہ بالکل ٹوٹا ہوا تھا۔

"مجھے پتا ہے کاشان! ہم اپنے پیاروں کو خود سے تکلیف نہیں دیتے بس خود بخود ہم سے ایسی غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں کہ ہمارے پیارے دکھی ہو جاتے ہیں۔" اذان نے اب بھی اسی انداز میں کہا۔

"لیکن ہم ان غلطیوں کو سدھار تو سکتے ہیں۔ اپنی مصروفیت میں سے کچھ وقت اپنے پیاروں کے ساتھ گزار کر۔" اذان نے اس کی دل جوئی کی۔

"لیکن اب آپ یہ بھی نہ سمجھ لیں کہ جاب چھوڑ کر اسلام آباد میں ہی سیٹل ہو جائیں' ہمیں بھی آپ کی ضرورت ہے۔ ہاں اگر چھٹی والے دن ملنے جائیں' روز فون کال کر لیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔" اذان نے ماحول کی رنجیدگی کو ختم کیا۔

"آپ لوگوں کو ہنسا دینے کی کوالٹی رکھتے ہیں اذان! آپ نے مجھے جو راہ دکھائی ہے اس کے لیے میں آپ کا ہمیشہ شکر گزار رہوں گا اور میں کل ہی نانو بی سے ملنے جاؤں گا۔ ان سے معافی مانگوں گا اور وہی کروں گا جو وہ چاہتی ہیں۔" کاشان نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے پُرعزم لہجے میں کہا۔

"ایک بات اور اذان! میں دعا کروں گا ہر نماز میں سچے دل سے کہ وہ پاک رب آپ کی دلی مراد بھی پوری کرے اور آپ کی کھوئی ہوئی خوشیاں آپ کو لوٹا دے۔" کاشان کی اس بات پر اذان نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"فی امان اللہ کاشان!" اذان نے غالباً اس کی بات کو نظر انداز کر دیا۔ کاشان مسکراتا ہوا آفس سے باہر نکل گیا۔

۞......۞......۞

"وہ ایک بہت خوف ناک روڈ ایکسیڈنٹ تھا جس میں تم ہمیں ملی تھیں طوبیٰ۔" وہ اس وقت اپنے روم میں بیڈ پر مسز یامین کی گود میں سر رکھے لیٹی تھی۔

"پھر کیا ہوا تھا ماما جانی؟" اس نے متجسس لہجے میں پوچھا۔

"ہم دونوں ہی بہت ڈر گئے تھے ہم تمہیں کسی گورنمنٹ اسپتال لے جانے کے بجائے تمہارے بابا کے دوست کے کلینک پر لے گئے وہاں تم ایک ہفتے تک بے ہوش رہیں اور جب تمہیں ہوش آیا تو تم یادداشت کھو چکی تھی۔ جس کی وجہ سے تمہاری فیملی کو ڈھونڈنا اور بھی مشکل ہوگیا۔ تمہارے ڈاکٹر انکل نے بابا سے کہا کہ ہم تمہیں اپنی بیٹی بنا کر اپنے گھر لے جائیں۔ ہماری اپنی کوئی اولاد نہیں تھی ہمارے دل میں بھی لالچ آ گیا ہم تمہیں اپنے ساتھ اپنے شہر لے آئے۔ تمہیں ایک نیا نام ایک نئی پہچان اور نئی زندگی دی۔" اتنا کہہ کر وہ چپ ہوگئیں ان کی سسکیوں پر اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔

"ماما جانی! آپ رو کیوں رہی ہیں؟" اس نے ان کے آنسو صاف کیے۔

"تمہیں کھو دینے کے ڈر سے بھی میری جان نکل جاتی ہے طوبیٰ! تم ہمیں چھوڑ کر تو نہیں جاؤ گی ناں۔" انہوں نے اسے گلے سے لگایا۔

"نہیں ماما جانی! میں آپ دونوں کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی' کبھی نہیں۔ میں آپ دونوں کے بغیر جی نہیں سکتی۔" طوبیٰ کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہوگئے۔

۞......۞......۞

میرا سوچنا تیری ذات تک
میری گفتگو تیری بات تک
نہ تم ملو جو کبھی مجھے
میرا ڈھونڈنا تجھے پار تک
میں نے اپنا سب کچھ گنوا دیا
تیری نفرتوں سے پیار تک

کبھی فرصتیں جو ملیں تو آ
میری زندگی کے حصار تک
میں نے جانا کہ میں کچھ نہیں
تیرے پہلے یا تیرے بعد تک

"اذان میں تین سال قبل عمیرہ سے ملا تھا۔ مجھے نہیں معلوم کہ میں نے یہ بات تمہیں کیوں نہیں بتائی اور میں یہ بھی نہیں جانتا کہ میں نے کوشش کے باوجود عمیرہ سے تمہارا ذکر کیوں نہیں کیا۔ مجھے شاید ایسا لگا کہ وہ تمہارا نام بھی نہیں سننا چاہتی یا پھر شاید میرے رب کو یہی منظور تھا کہ آپ یہ بات اس وقت نہ جان پاتے کہ وہ کہاں ہے۔ کیا آپ یہ جاننا چاہیں گے اذان کہ عمیرہ کہاں ہے؟" اس کے ذہن میں پروفیسر خالد عباسی کی آواز گونجی تھی۔

"نہیں سر! اگر وہ مجھ سے ملنا چاہتی ہیں تو میں یہ نہیں جاننا چاہوں گا کہ وہ کہاں ہیں لیکن وہ جہاں بھی ہیں کیا وہ محفوظ ہیں؟" اس کے ذہن میں اپنے کہے ہوئے جملے بھی گونجے تھے۔

"کیوں اذان! کیوں تم نے انکار کیا؟ تمہیں جاننا چاہیے تھا کہ وہ کہاں ہے؟ دس سال سے اس کے متلاشی تھے اتنے سال اس کا انتظار کرنے کے بعد کیا یہ تمہارا حق نہ تھا کہ تم جانتے کہ وہ کہاں ہے۔" اس کے اپنے اندر کوئی تھا جو اس سے جنگ کر رہا تھا۔

"عمیرہ مجھ سے نہیں ملنا چاہتی۔" درد کی ایک لہر اس کے وجود سے ٹکرائی تھی۔ وہ اس وقت ساحل سمندر پر کھڑا تھا' لہریں اس کے قدموں سے ٹکرا رہی تھیں۔ اس نے آنکھیں بند کر کے اپنے اندر اٹھنے والے طوفان کو روکنے کی کوشش کی تھی۔

"وہ میرا ذکر نہیں سننا چاہتی۔ اسے میری جستجو نہیں تو اس صورت میں کیا میرے لیے یہ جان لینا کافی نہیں کہ وہ ٹھیک ہے وہ محفوظ مقام پر ہے یقیناً یہ میرے لیے کافی ہے اور میری باقی زندگی گزارنے کا زادِ راہ بھی۔ اس نے آنکھیں کھول کر حدِ نگاہ تک پھیلے سمندر کو دیکھا۔

"اگر ہم ایک دوسرے کا نصیب ہیں تو سات سمندر

کے حائل فاصلے بھی ہمیں روبرو آنے سے نہیں روک سکتا لیکن اگر ایسا نہیں تو وہ میرے روبرو ہو کر بھی میری آنکھوں سے اوجھل ہی رہے گی۔" اس نے آنکھیں آسمان پر جمائی تھیں۔

"میرے پاس اپنے رب کی گواہی ہے کہ میں نے اس دین کو اس کی اور اس کے محبوب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو سمجھ کر محسوس کر کے اختیار کیا ہے اور صرف تیری ذات ہی ہے جو عمیرہ کو میرے سچا مسلمان ہونے پر یقین دلا سکتی ہے اور کوئی نہیں۔ کوئی بھی نہیں میرے مالک! میں اب تیرا فیصلہ دیکھنا چاہتا ہوں۔ دس سال میں آج تک میں نے تجھ سے کبھی یہ سوال نہیں کیا مگر آج کرتا ہوں میں نے آج تک کبھی عمیرہ کو نہیں مانگا مگر میں آج تجھ سے اسے اپنے لیے مانگتا ہوں۔ اس کے دل میں اپنی محبت دیکھنا چاہتا ہوں میرے مالک!" اس نے آنکھیں بند کی تھیں اور صدق دل سے اپنے رب کو مخاطب کیا تھا۔ وہ اس لمحے خود کو خانہ کعبہ کے روبرو کھڑا محسوس کر رہا تھا۔ یہ حیران کن تھا کہ اس نے خانہ کعبہ کے روبرو کھڑے ہو کر ہمیشہ عمیرہ کی حفاظت پُرامن زندگی اور کامیابیوں کی دعائیں مانگی تھیں مگر آج تک کبھی خود اپنے لیے عمیرہ کو نہیں مانگا تھا اور آج وہاں نہ ہوتے ہوئے بھی وہ اس کو وہاں محسوس کر رہا تھا اور غیر ارادی طور پر اس کا دل عمیرہ کو مانگ بیٹھا تھا اس نے گہرا سانس لیتے ہوئے آنکھیں کھول دی تھیں۔ ایک تازگی اور سکون اسے اپنے وجود میں اترتا محسوس ہوا تھا۔

"وہ ٹھیک کہتی تھی تُو مختارِ کُل ہے بے شک تیرے سوا کوئی نہیں جسے سجدہ کیا جائے جس کی عبادت کی جائے جس سے بے پناہ محبت کی جائے۔ میرے مالک! اپنے گزشتہ ہر کفر سے ایک بار پھر توبہ کرتا ہوں میں۔ بس مجھے اپنے صالح اور متقی بندوں میں شامل رکھ آمین۔" وہ ساحل سمندر سے لوٹتے ہوئے سوچ رہا تھا کار میں بیٹھ کر اس نے موبائل چیک کیا۔ چار مسڈ کالز تھیں ماسی ماں کا ایک میسج بھی تھا اس نے میسج پڑھا ایک افسوس اس کی نگاہوں میں ابھرا تھا۔ اس نے ماسی ماں کا نمبر ڈائل کیا۔ کال ریسیو ہوتے ہی اس نے کہا۔

"میں آرہا ہوں۔" اور کال ڈس کنیکٹ کردی۔

❁.....❁.....❁

"وہ آخری لمحات میں صرف تمہیں اپنی نگاہوں کے سامنے دیکھنا چاہتی تھی اذان! تمہیں بہت یاد کیا اس نے۔ تمہیں آنا چاہیے تھا تم نے دین بدل لیا اس کا مطلب یہ تو نہیں ہوتا کہ تم اپنی ماں کو بھول جاؤ۔ تم اس کائنات کے کسی حصے میں چلے جاؤ رہو گے تم جینی اور دانیال کے بیٹے۔" وہ اس وقت ماسی ماں کے ساتھ قبرستان سے باہر نکل رہا تھا۔

"میں یہ کبھی نہیں بھول سکتا ماسی ماں کہ میں دانیال افتخار چوہدری کا بیٹا ہوں۔ یہی میری اصل پہچان ہے لیکن میں اسے کبھی بھی فراموش نہیں کرسکتا جو جینی ڈسوزا نے میرے باپ کے ساتھ کیا یہ دنیا مکافاتِ عمل ہے جو انہوں نے بویا تھا وہی کاٹا۔ وہ اسی طرح مجھے دیکھنے کی حسرت لیے چلی گئیں جیسے میرے بابا گئے تھے۔" اذان کے لہجے میں کڑواہٹ تھی اور وہ خاموش ہوگئیں کیونکہ وہ غلط نہیں تھا۔ جینی نے جو کیا وہ انسانیت کے نام پر دھبا تھا۔

اذان نے کار میں بیٹھ کر کار کا رخ اس قبرستان کی طرف کیا جہاں اس نے مسلمان ہونے کے بعد دانیال کو دفن کروایا تھا۔

❁.....❁.....❁

"کیوں جاننا چاہتے ہو تم اذان کی زندگی کے بارے میں؟" عدیل نے کاشان کے برابر صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں اس وقت کاشان کے فلیٹ پر تھے۔

"کاشان میں یا تم کوئی بھی اس کے لیے کچھ نہیں کرسکتا خود اذان بھی نہیں۔" عدیل اسی تسلسل سے بول رہا تھا۔

"میں نے اذان کو ہمیشہ ہر حال میں بہت مضبوط پایا ہے عدیل! لیکن پچھلے کچھ دنوں سے میں اس میں ایک عجیب مایوسی دیکھ رہا ہوں۔ ایسا لگ رہا ہے جیسے جس مقصد کے تحت وہ زندہ ہے وہ مقصد یک دم ختم ہوگیا ہو۔"

کاشان نے کچھ الجھن سے کہا۔
"یہی سمجھ لو کہ ایسا ہی ہوا ہے۔" عدیل نے ذومعنی لہجے میں کہا۔
"کیا مطلب؟ ایسا کون سا مقصد تھا اذان کی زندگی میں..... کہیں ایسا تو نہیں کہ کوئی تھا اذان کی زندگی میں؟" کاشان نے جانچنے والے انداز میں کہا۔ عدیل نے گہرا سانس لیتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔
"او مائی گاڈ! تو پھر کیا ہوا تھا عدیل! اذان اکیلا کیوں رہ گیا؟ وہ تو ایک مکمل انسان ہے اور ایک بہترین صالح مسلمان بھی۔" کاشان نے تشویش سے پوچھا۔
"تم جس احمد اذان کو آج جانتے ہو کاشان وہ دس سال پہلے احمد اذان نہیں تھا۔" عدیل کا لہجہ اب بھی ذومعنی تھا۔ کاشان نے نہ سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھا۔
"وہ جان، براج چوہان تھا۔" عدیل نے بہت جذب سے کہا اور کاشان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور عدیل نے مزید کہنا شروع کیا۔

❁.....❁.....❁

میرو کو چھوڑ کر وہ اسی رات بہت تیز رفتاری سے اپنے شہر واپس آیا تھا۔ گھر پہنچ کر وہ سیدھا اپنے کمرے میں گیا' روم اور کرسمس ٹری کی لائٹ آف کر کے وہ بیڈ پر دراز ہو گیا اور بہت جلد گہری نیند سو گیا۔ دوسرے دن ماما نے زبردستی اسے اٹھانے کی کوشش کی تھی مگر شدید تھکن کے سبب اس سے اٹھا نہیں جا رہا تھا۔
"جان کل تم کہاں تھے سارا دن' کرسمس پارٹی میں بھی نہیں آئے۔ مجھے کتنی شرمندگی اٹھانی پڑی تمہیں کچھ اندازہ بھی ہے۔" انہوں نے اسے جھنجوڑا۔
"سوری مام!" اس نے نیند سے بھرپور لہجے میں کہا۔
"اٹھ جاؤ بارہ بج چکے ہیں۔" انہوں نے ایک بار پھر اسے جھنجوڑا۔
"ابھی نہیں' میں خود اٹھ جاؤں گا مجھے سونے دیں۔" اس نے کمبل منہ تک لیتے ہوئے کہا اور انہیں اپنی محنت بیکار نظر آ رہی تھی۔
"ٹھیک ہے سوتے رہو لیکن اٹھنے کے بعد مجھے سب کچھ بتاؤ گے۔" انہوں نے کمرے سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔

❁.....❁.....❁

شام کے سائے گہرے ہو چکے تھے وہ کچن میں کھڑا اپنے لیے کافی بنا رہا تھا۔
"اٹھ گئے جان؟" اس کی مما نے کچن میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔
"اب بتاؤ کہاں تھے کل سارا دن۔ میں نے کتنی بار تمہارا نمبر ٹرائی کیا' نمبر آف تھا..... کیوں؟" اس کے قریب پہنچ کر وہ اس سے پھر مخاطب ہوئیں۔
"موبائل کی بیٹری لو تھی' اس لیے آف تھا۔ میں دوستوں کے ساتھ گھوم پھر رہا تھا' اسی لیے کل پارٹی میں نہیں آ سکا۔" اس نے بہانہ بنایا۔
"جھوٹ بول رہے ہو ناں' مجھے یقین ہے تم پھر میرو کے پاس گئے ہو گے۔ یہ لڑکی تو میرے لیے مصیبت بن گئی ہے۔" ان کا لہجہ تلخ تھا۔
"مما پلیز! مت لیں اس کا نام' میں اب اس کا ذکر بھی نہیں سننا چاہتا۔ میں..... میں اس سے صرف نفرت کرتا ہوں۔" جان نے بہت کمزور لہجے میں کہا اور کپ اٹھائے کچن سے باہر نکل گیا۔ وہ پہلے حیرت سے اسے دیکھتی رہیں پھر مسکرا دیں کہ بالآخر ان کے بیٹے کی آنکھیں کھل ہی گئیں۔

❁.....❁.....❁

وہ پیپر دے کر باہر نکلا تو اس نے راہداری میں عدیل کو اپنا منتظر پایا۔ اسے دیکھتے ہی جان نے اپنا راستہ بدل لیا۔ عدیل اسے آواز دیتا اس کے پیچھے آنے لگا مگر جان نے اسے نظر انداز کر دیا اور سن گلاسز لگاتے ہوئے ڈیپارٹمنٹ سے باہر نکل آ گیا۔
"جان کیا ہو گیا ہے' کب سے آوازیں دے رہا ہوں' تم سن کیوں نہیں رہے ہو؟" عدیل اب اس کے آگے کھڑا ہو گیا۔

"کون ہو تم؟ میں تمہیں نہیں جانتا۔" جان نے درشت لہجے میں کہا۔

"نہیں جانتے......؟" عدیل کو جھٹکا لگا۔

"آنکھوں کے ساتھ ساتھ کیا دماغ پر بھی چشمہ پہن لیا ہے؟ آنکھوں سے یہ چشمہ اتارو پھر تمہیں پتا چلے گا کہ میں عدیل ہوں۔" عدیل نے طنز سے بھرپور لہجے میں کہا۔

"تم ہوتے کون ہو مجھے کوئی بھی حکم دینے والے ہٹو میرے راستے سے۔" وہ اسی انداز میں بولا عدیل کو ایک طرف دھکیلتا آگے بڑھ گیا۔

"کیا بدتمیزی ہے یہ کیا مینرز بھی بھول گئے ہو تم۔" عدیل تڑپ کر بولا۔

"مجھ پر چلانے کی کوشش مت کرو۔" جان نے پلٹ کر اس سے بھی تیز آواز میں کہا اور عدیل ہکابکا رہ گیا۔ اسے جان کی بے رخی کی وجہ اب تک سمجھ نہیں آئی تھی۔

"او کے ریلیکس...... پرسکون ہو جاؤ۔" عدیل نے صلح جو انداز میں کہا۔ "آخر مجھ سے اتنا ناراض کیوں ہو؟ مجھ سے ایسی کون سی غلطی ہو گئی ہے؟" عدیل الجھا تھا۔

"اپنی اصلیت مت دکھاؤ' تم لوگ جانتے ہو کہ مجھے بے وقوف نہیں بنا سکتے۔ میں ان ہتھکنڈوں سے متاثر ہونے والا نہیں ہوں۔" جان نے پُرنفرت لہجے میں کہا اور عدیل اپنی جگہ ششدر رہ گیا۔

"معصوم چہرے' میٹھے بول اور دلوں میں اتنی نفرت نون مسلمز کے لیے۔ سیاہ دل ہوتے ہو تم سب مسلمان' جیسا ظاہر کرتے ہو اس کے بالکل الٹ ہو۔ ضرورت کے وقت گدھے کو باپ بنانے والے' ضرورت کے وقت نون مسلم تمہارے لیے نون مسلم نہیں ہوتے اور زندگی بھر ساتھ نبھانے کے لیے وہ تمہارے لیے نون مسلم ہو جاتے ہیں۔ اچھی منطق ہے تم لوگوں کی جو صرف تمہیں فائدہ پہنچاتی ہے۔" جان نے ہر لفظ چبا چبا کر کہا۔

"چپ ہو جاؤ جون...... اگر میں تمہارا لحاظ کر رہا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ تمہارے جو منہ میں آئے وہ کہو اس قسم کی بکواس بند کرو۔" عدیل کو اب غصہ آ گیا تھا۔

"سچ کہا تو بکواس لگ رہی ہے۔ صحیح کہا ہے کسی نے سچ ہمیشہ کڑوا ہوتا ہے۔" جان کا لہجہ طنز سے بھرپور تھا۔

"جو تم کہہ رہے وہ سچ نہیں ہے۔ مسلمان ہرگز ایسے نہیں ہوتے۔" عدیل جھنجلا گیا۔

"بے کار بحث کر رہے ہو عدیل تم مجھ سے۔ میرے پاس ایسی کئی مثالیں ہیں جس سے میں یہ ثابت کر سکتا ہوں کہ تم مسلمان ایسے ہی ہوتے ہو سب سے بڑی مثال تو تم ہو تمہارے فادر ایک مذہبی رہنما ہیں مگر عمیرہ کی فیملی کی مدد کرنے کے بجائے انہوں نے تمہیں بھی قطع تعلق کے لیے کہا' احمد آغا' عمیرہ کا نام نہاد شوہر مصیبت پڑنے پر سب سے پہلے اس نے عمیرہ کا ساتھ چھوڑا اور خود عمیرہ' جو ہر ایک کی نظر میں ایک آئیڈیل مسلمان ہے' جو اپنے مطابق نون مسلمز کو بھی عزت اور احترام کا درجہ دیتی ہے مگر وہ بھی حقیقتاً ایک بناوٹی مسلمان نکلی' بغض اور کینہ رکھنے والی مسلمان۔" عمیرہ کے بارے میں جان کے یہ خیالات چونکا دینے والے تھے عدیل کے لیے۔

"میں نے ہر مشکل' ہر مصیبت میں اس کی مدد کی نہ دن دیکھا نہ رات۔ ہر لمحہ اس کی فکر اور بدلے میں اس سے کیا چاہا' زندگی بھر کا ساتھ' میں تو اس کے لیے مسلمان ہونا چاہتا تھا اور اس نے مجھے کس نام سے نوازا' ایک جھوٹے اور مکار کے لقب سے۔ میں دھوکے باز ہوں' یہ کہا مجھے مگر حقیقتاً میں نہیں تم لوگ ایسے ہو۔" جان کے لہجے میں شدید کڑواہٹ تھی۔

"میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ تم اپنے ہوش میں نہیں ہو آج جان!" عدیل بمشکل بولا تھا۔

"آج ہی تو میں ہوش میں ہوں عدیل! آج ہی تو میری آنکھیں کھلی ہیں۔ تم اب مجھے دھوکا نہیں دے سکتے ہرگز نہیں۔" جان کا لہجہ بہت چبھتا ہوا تھا۔

"نہیں جان! حقیقتاً آج تمہاری آنکھیں کھلی نہیں بلکہ بند ہوئی ہیں جبھی تم اچھے اور برے کے فرق کو نہیں دیکھ پا رہے ہو۔ آج غصہ اور تم تم پر اتنا حاوی ہو گیا ہے کہ تم عمیرہ کے بارے میں اتنی گھٹیا زبان استعمال کر رہے ہو۔ کوئی

فرق نہیں رہ گیا تم میں اور احمد میں۔ اس نے بھی عبیرہ کے کردار پر انگلی اٹھائی تھی اور تم بھی اسے بے کردار کہہ رہے ہو۔" عدیل نے بہت ٹھنڈے لہجے میں کہا۔

"عدیل.....!" جان پوری قوت سے چیخا اور عدیل کا گریبان تھام لیا۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی یہ کہنے کی۔" اس نے پوری قوت سے ایک مکا عدیل کے منہ پر مارا اور وہ اوندھے منہ زمین پر گرا۔ گارڈن میں کھڑے لڑکے جلدی سے آگے بڑھے کچھ نے جان کو پکڑا اور کچھ نے عدیل کو سہارا دے کر کھڑا کیا۔

"چھوڑ دو مجھے، تم لوگ میں اسے جان سے مار دوں گا۔ میں اسے چھوڑوں گا نہیں۔" جان بُری طرح غرا رہا تھا۔

"تم نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا جان! اپنے دوست پر سب ختم کردیا تم نے سب کچھ آج میں تم سے اپنے دوست ہونے کا حق چھینتا ہوں۔ ختم ہوگئی تمہاری اور میری دوستی۔ تم بہت پچھتاؤ گے اس پر جو تم نے کیا...... تم بہت پچھتاؤ گے۔" عدیل رو پڑا جان نے ایک جھٹکے سے خود کو چھڑا لیا۔

"جان ویراج چوہان نہ تو کبھی پچھتایا ہے اور نہ کبھی پچھتائے گا۔ تم جیسے بہت سے آئے اور گئے میری زندگی پر نہ تو کوئی فرق پڑا اور نہ ہی پڑے گا۔" جان نے بہت غصیلے لہجے میں کہا اور پلٹ کر لڑکوں کو ایک طرف دھکیلتا اپنی کار کی جانب بڑھ گیا۔ جب کہ عدیل بے بس نگاہوں سے اسے جاتا دیکھتا رہا۔

❀......❀......❀

آج اس کا آخری پیپر تھا وہ جیسے ہی پیپر دے کر اپنی کار میں آ کر بیٹھا کسی نے کوئی بھاری چیز اس کے سر پر ماری اور اس کا دماغ تاریکیوں میں ڈوب گیا۔ جب اسے ہوش آیا تو اس نے خود کو زنجیروں میں جکڑا پایا اور فرش پر کسی کے قدموں [illegible] سر اٹھا کر دیکھا تو وہ مسٹر مہرا تھا۔

تم [illegible] کہ مجھے تم سے یہ سوال پوچھنا [illegible]؟" مسٹر مہرا نے طنز سے [illegible] تا کہ تم مجھے دھوکا نہیں دو گے۔ خیر اب شرافت سے بتا دو کہ وہ کہاں ہے اور سنینا کو اس نے کہاں چھپایا ہے؟" انہوں نے تیکھی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے فون پر بھی آپ سے کہا تھا اور اب بھی کہہ رہا ہوں کہ مجھے نہیں معلوم وہ کہاں ہے؟ تو میں کیسے بتاؤں۔" جان نے ان زنجیروں میں کسمساتے ہوئے کہا۔

"اچھا! حیرت کی بات ہے تم تو مسیحا تھے اس کے اور وہ تمہیں ہی چونا لگا گئی۔" انہوں نے بہت زور سے قہقہہ لگایا۔

"آپ بہت ہی بے ہودہ ہیں مسٹر مہرا!" جان کو غصہ آ گیا۔

"میں تم سے آخری بار پوچھ رہا ہوں کہ عبیرہ کہاں ہے سیدھی طرح بتا دو ورنہ میں تمہارا وہ حشر کروں گا کہ اپنی شکل بھی پہچان نہیں پاؤ گے۔" ان کا لہجہ دھمکی آمیز تھا۔

"مجھے آپ کی کسی دھمکی سے ڈر نہیں لگے گا اب کیونکہ جس کی زندگی ختم کرنے کی آپ نے مجھے دھمکی دی تھی وہ اب محفوظ جگہ ہے اور اپنی زندگی کی مجھے کوئی پروا نہیں۔" جان نے بہت اطمینان سے کہا۔

"لے جاؤ اس خبیث کو اور اتنا مارو کہ اس کی زبان خود بخود چلنے لگے۔ لے جاؤ اسے میری نظروں کے سامنے سے۔" وہ بُری طرح دھاڑے اور ان کے آدمی اسے گھسیٹتے ہوئے لے گئے دو گھنٹے مسلسل اس پر ڈنڈے اور ہاکیاں برساتے رہے اس کے جسم کی کوئی بھی ہڈی اب سلامت نہ رہی مگر اب بھی اس کے لب خاموش تھے۔ وہ نیم بے ہوشی کی حالت میں تھا۔

"بہت ڈھیٹ انسان ہے موت کو گلے لگائے گا مگر اس لڑکی کا پتا نہیں بتائے گا۔ محبت ہے کہ جنون۔" مسٹر مہرا نے اس کے بال مٹھیوں میں لیے اور پھر پوری قوت سے اس کا سر زمین پر دے مارا۔ وہ اب مکمل طور پر دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوگیا تھا۔

"لے جاؤ اسے اور پھینک دو کسی سڑک پر جو چند

سانسیں بچی ہیں وہ بھی پوری ہو جائیں گی۔" انہوں نے حد درجہ نفرت سے کہا اور مہرا کے آدمی جان کو گھسیٹتے لے گئے جان کا پورا وجود خون میں ڈوبا ہوا تھا۔

❁......❁......❁

آسمان پر تاریکی چھائی ہوئی تھی' ہر شے پر سکوت تھا۔ آج وہ پھر سے گہرے اندھیرے کا شکار تھا مگر آج وہ جادوئی لفظ کہیں سنائی نہیں دے رہے تھے وہ اندھیرے میں ہی چل پڑا مگر اچانک ہی اس کا پاؤں کیچڑ میں چلا گیا اس نے پاؤں نکالنے کی کوشش کی مگر ایک پاؤں نکالنے کی کوشش میں دوسرا بھی کیچڑ میں دھنس گیا۔ دھیرے دھیرے اس کے پاؤں گھٹنوں تک کیچڑ میں دھنس گئے اب اس کا دل شدت سے دھڑکا تھا اور اس نے حلق کے بل چیخنا شروع کر دیا' ویرانے میں اس کی اپنی آواز کی بازگشت تھی' کوئی دور تک بھی نہ تھا جو اس کی آواز پر اس کی مدد کو آتا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ کسی گہری اور خوفناک دلدل میں پھنس گیا ہے اس کا آدھا دھڑ مکمل طور پر دلدل میں غائب ہو چکا تھا۔

"کوئی ہے جو میری مدد کرے...... پلیز عمیرہ میری مدد کریں۔ آپ نے تو ہمیشہ اندھیروں میں میری رہنمائی کی ہے آج اس دلدل سے بھی مجھے آزادی دلا دیجیے۔" وہ گڑگڑانے لگا مگر کوئی نہ آیا وہ گردن تک دلدل میں دھنس چکا تھا۔

"ہر انسان خود کو مختار کل سمجھتا ہے۔ مگر حقیقت میں ایک انسان کی حیثیت اس دنیا میں ایک خزاں رسیدہ پتے سے زیادہ نہیں۔ انسان اپنے رب کی ایک انتہائی عاجز اور حقیر مخلوق ہے اور حقیقتاً وہی مختار کل ہے۔" عمیرہ کے جملے ایک بار پھر اس کے ذہن میں گردش کرنے لگے۔

"مختار کل عمیرہ کا رب جس سے عمیرہ بے حد محبت کرتی ہے۔ میں تجھ سے مدد مانگتا ہوں [illegible] مجھ بچا

صرف اس کا سیدھا ہاتھ تھا جو اوپر کی طرف اٹھا ہوا تھا وہ دلدل سے باہر رہ گیا تھا یک دم ہی کسی نے اس کا ہاتھ تھاما اور دلدل سے باہر کھینچا' گرفت سے محسوس ہوا کہ وہ کوئی مردانہ ہاتھ تھا۔ وہ دلدل سے باہر نکل آیا' اس کے روبرو ایک بہت باوقار انسان کھڑا تھا۔ سفید لباس میں ملبوس' چہرے سے پھوٹتا نور' اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کے دل پر ہاتھ رکھا اور خود اس کا وجود بھی نور میں ڈوب گیا۔

"کہو کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں' وہ اکیلا ہے اسی کے لیے تمام تعریفیں ہیں اور وہی تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ وہی تمام کائنات کا بے تاج بادشاہ ہے۔"

وہ ہستی اس سے مخاطب تھی وہ اس آواز کو اچھی طرح پہچانتا تھا' اس نے آنکھیں بند کر کے کہنا شروع کیا' اس کا دل عجب سرشاری کا شکار تھا۔ اسے تسکین مل رہی تھی' اس نے دھیمے سے آنکھیں کھولیں اور بہت تیز روشنی اس کی آنکھوں میں گھسی تھی۔ اس نے آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا اور جب ہٹایا تو خود کو ہاسٹل کے بیڈ پر پایا' وہ دلدل' وہ جنگل کہیں نہیں تھا۔ اس نے گردن گھما کر ادھر ادھر دیکھا سامنے والی دیوار کے ساتھ رکھے بنچ پر عدیل بیٹھا تھا اسے دیکھ کر جان کو کچھ حیرت سی ہوئی۔

"عدیل......!" اس نے حیرت سے کہا' اس کی آواز پر عدیل نے آنکھیں کھول دیں اور اسے ہوش میں آتا دیکھ کر اس کے قریب چلا آیا۔

"تم ٹھیک ہو جان! اللہ کا شکر ہے میں ابھی ڈاکٹر کو بلاتا ہوں۔" اس نے ٹیبل پر رکھے فون کا ریسیور اٹھاتے ہوئے کہا اور استقبالیہ پر کال کی۔

"کیسا محسوس کر رہے ہو اب؟" عدیل نے بیڈ کے ساتھ رکھے اسٹول پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"اچھا۔" جان نے یک لفظی جواب دیا۔

"[illegible]

بے ہوشی کی حالت میں ہی شروع ہوگیا اور نئے سال کا تیسرا مہینہ بھی اپنے اختتام پر ہے۔" عدیل کا انداز مطلع کرنے والا تھا' جان کو یقین نہیں آیا دروازہ کھلا اور ڈاکٹر اندر داخل ہوا۔ کچھ دیر جان کا چیک اپ کیا اور آرام کا انجکشن لگا کر چلا گیا۔

"مما کہاں ہیں عدیل! اور مجھے یہاں کون لایا؟" جان کو عدیل سے بات کرتے ہوئے جھجک محسوس ہورہی تھی۔

"آنٹی کچھ دیر پہلے ہی گھر گئی ہیں' اس لیے میں نے انہیں تنگ کرنا مناسب نہیں سمجھا اور تمہیں اسپتال میں لایا تھا میں نے مسز مہرا کے آدمیوں کو تمہیں اغوا کرتے دیکھ لیا تھا میں نے آنٹی کو انفارم کیا اور انہوں نے ڈی آئی جی سے رابطہ کیا۔ ڈی آئی جی نے فوری ایکشن لیا' ہم لوگ پولیس کے ساتھ مسز مہرا کے گھر پہنچے مگر وہ لوگ تمہیں وہاں لے کر نہیں گئے بہت مشکل سے ان کے ایک آدمی نے بتایا کہ وہ تمہیں اپنے فارم ہاؤس لے گئے ہیں۔ فارم ہاؤس کا ایڈریس لے کر ہم وہاں پہنچے اس کے قریب سڑک پر ہم نے تمہیں دیکھا تو میری اور آنٹی کی تو جان ہی نکل گئی۔ ہم تمہیں لے کر فوراً اسپتال آئے جب کہ ڈی آئی جی نے مسز مہرا اور ان کے آدمیوں کو گرفتار کرلیا۔ جس وقت ہم تمہیں اسپتال لائے جان! اس وقت تمہارے وجود میں سانسیں کہیں تو باقی تھیں ڈاکٹر مایوس تھے انہیں بالکل امید نہیں تھی کہ تم بچ پاؤ گے۔ کئی ہڈیاں ٹوٹ گئی تھیں دو دن تک تمہاری سرجری جاری رہی اور اس کے بعد ڈاکٹرز نے بتایا تھا کہ تم کومہ میں چلے گئے ہو۔ اگر میں یہ کہوں کہ اللہ پاک نے تمہیں نئی زندگی عطا کی ہے تو غلط نہیں ہوگا۔ اب تمہاری یہ زندگی ایک معجزہ ہے۔" عدیل ایک تسلسل سے بولتا رہا اور حیران کن نگاہوں سے جان اسے دیکھتا رہا اور پھر اس نے نیند سے بوجھل آنکھوں کو بند کرلیا۔

❁......❁......❁

ایک ہفتہ گزر گیا اسے کومہ سے باہر آئے۔ وہ اب خود چلنے پھرنے کے لائق ہوگیا تھا۔ دن کے وقت اس کی مما اس کے ساتھ ہوتیں اور رات میں عدیل۔ اس دوران عدیل نے اس میں ایک عجیب تبدیلی محسوس کی تھی وہ کم گو ہوگیا تھا زیادہ تر وقت کسی گہری سوچ میں ڈوبا رہتا۔ کوئی سوال کرنے پر مختصر سے مختصر جواب دینے کی کوشش کرتا۔

"کیا بات ہے جان! میں بہت دنوں سے محسوس کررہا ہوں کہ تم صرف خاموشی سے میری باتیں سنتے رہتے ہو' خود بات کرتے ہو نہ کسی بات کا صحیح جواب دیتے ہو۔ ناراض ہو مجھ سے اب بھی؟" عدیل نے تشویش سے پوچھا۔

"نہیں نہیں عدیل! پلیز ایسا مت کہو میں پہلے ہی اپنے گزشتہ رویے کی وجہ سے بہت شرمندہ ہوں' یہ کہہ کر مجھے اور شرمندہ نہ کرو۔" جان نے شرمندہ لہجے میں کہا۔

"شرمندگی؟ بے وقوف میں اتنے دن سے اپنے چھوٹے سے دماغ کو گھس رہا ہوں کہ میرا دوست مجھ سے ناراض ہے۔ جان تم تو مجھ سے بڑے گدھے ہو۔" عدیل نے منہ بسورتے ہوئے کہا اور جان ہنس دیا۔

"جان' جھگڑا وہیں ہوتا ہے جہاں' بہت محبت ہوتی ہے اور مجھے اپنے دوست سے بے حد محبت ہے۔" عدیل خوش دلی سے کہتے ہوئے اس کے گلے لگ گیا۔

"ہاں مجھے یقین ہے' جبھی تو تم میری زندگی بچانے کا ذریعہ بنے۔" جان نے اس کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے نم لہجے میں کہا۔

"عدیل یہاں سے نکل کر میں سب سے پہلے مجیرہ سے ملنا چاہتا ہوں۔ مجھے اس سے اپنے کیے کی معافی مانگنی ہے۔" اس کی آنکھوں سے آنسو بہے اور عدیل کی شرٹ میں جذب ہونے لگے۔

"معافی...... کس غلطی کی معافی......؟" عدیل نے اس کا چہرہ اپنے روبرو کرتے ہوئے کہا اور جان نے دھیمے لہجے میں اسے سب کچھ بتادیا۔ عدیل کا چہرہ اتر گیا۔

"یہ تم نے ٹھیک نہیں کیا جان!" عدیل نے افسوس سے کہا۔

"میں جانتا ہوں عدیل! اسی لیے اس سے ملنا چاہتا

ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ ہم اس کی ماما کو بھی ساتھ لے جائیں، وہ یہاں سے جاتے وقت ان کے لیے بہت پریشان تھی۔" جان نے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

"تم ایسا نہیں کرپاؤ گے جان! کیونکہ عمیرہ کی اماں گھر چھوڑ کر چلی گئی ہیں۔" عدیل کی بات سن کر جان اپنی جگہ ساکت رہ گیا۔

"تمہیں اور عمیرہ کو محلے کے کچھ لوگوں نے ساتھ جاتے دیکھا تھا اس بات کو لے کر انہوں نے آنٹی کو اتنے طعنے دیئے کہ وہ گھر چھوڑنے پر مجبور ہوگئیں۔ کہاں گئیں کوئی نہیں جانتا۔" عدیل نے مایوس کن لہجے میں کہا اور جان ایک ان دیکھے بے گناہ کے بوجھ تلے آ گیا۔

❁......❁......❁

ڈسچارج ہوکر جب وہ گھر آیا تو ماسی کو اپنا منتظر پایا۔ وہ آج سے پہلے کبھی ان کے گھر نہیں آئی تھیں۔

"ماسی ماں آپ یہاں......" وہ خوشی سے پھولے نہ سمایا۔ وہ مسکراتی ہوئی اس کے قریب چلی آئیں۔

"کیسا ہے میرا جان!" انہوں نے بہت محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اس کے ماتھے کا بوسہ لیا۔

"ڈاکٹر نے آرام کا بتایا ہے اور زیادہ بات کرنے کو بھی منع کیا ہے۔" اس کے بجائے مما بولیں۔

"موم پلیز۔" جان نے فوراً کہا۔

"رہنے دو جان! جن کے دل سیاہ ہوں ان کی زبان میٹھی نہیں ہوسکتی اور ویسے بھی میں یہاں تمہیں دیکھنے آئی تھی تمہیں دیکھ لیا دل کو تسلی ہوگئی اب میں چلتی ہوں۔" انہوں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں ماسی ماں! آپ ایسے نہیں جاسکتیں۔ آپ آج یہاں ہمارے ساتھ رہیں گی۔" جان نے ان کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

"نہیں جان! میں اس گھر میں کھڑی ہوں تو صرف تمہاری وجہ سے۔ میرا دم گھٹتا ہے یہاں، خوف آتا ہے مجھے اس گھر کے بے زبان درو دیوار سے جو اپنی خاموش زبان سے نہ جانے کیا کیا دیکھ اور سہہ چکے ہیں۔" انہوں نے ذومعنی انداز میں کہا۔

"تمہیں یہاں رہنے کا ہمیں بھی کوئی شوق نہیں تم جاسکتی ہو۔" اس کی مما نے بہت کڑوے لہجے میں کہا۔ جان کچھ سمجھ نہیں پایا اس خاموش جنگ کو۔ ان کے جانے کے بعد وہ اپنی ماما سے مخاطب ہوا۔

"کیا مطلب تھا ماسی ماں کی باتوں کا ماما؟" اس کے لہجے میں تشویش تھی۔

"مجھے کیا معلوم؟ اسے بکواس کرنے کی عادت ہے۔ تم توجہ نہ دو تمہیں ڈاکٹر نے آرام کا کہا ہے تم آرام کرو۔" انہوں نے اس کا کندھا تھپتھپایا اور وہ خاموش ہوگیا۔

❁......❁......❁

"عدیل ہم آج کراچی چل رہے ہیں میں دس بجے تمہیں پک کررہا ہوں، مما دو ہفتوں کے لیے بزنس میٹنگ پر گئی ہیں یہ اچھا موقع ہے۔ ہم صبح سے شام تک واپس بھی آجائیں گے۔" اس نے فون پر عدیل کو انفارم کیا اور اس نے رضامندی ظاہر کی۔ تقریباً دوپہر کے ایک بجے وہ اسی گلی میں کھڑے تھے جہاں تین ماہ پہلے اس نے عمیرہ کو چھوڑا تھا۔

"جان! عمیرہ ان میں سے کس گھر میں گئی تھی؟" عدیل نے اس گلی میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"پتا نہیں کیونکہ گلی میں اندھیرا تھا اور میں اس سے بات کرکے فوراً ہی پلٹ گیا تھا۔"

"تمہیں اس کی پھوپو کا نام معلوم ہے تو ہم ان کے نام سے گھر پوچھ لیتے ہیں یا پھر عمیرہ کے کزن عبدالمعیز کے نام سے؟" جان نے تجویز پیش کی اور عدیل نے عبدالمعیز کے نام سے گھر ڈھونڈنا شروع کیا، جلد ہی انہیں گھر مل گیا مگر گھر کے سامنے پہنچ کر دونوں ہی ششدر رہ گئے دروازے پر تالا لگا تھا۔

"ہوسکتا ہے کہیں گئے ہوئے ہوں، ہمیں کچھ دیر انتظار کرنا چاہیے۔" جان بولا اور عدیل نے اثبات میں سر ہلادیا۔ دھیرے دھیرے وقت گزرتا رہا دوپہر سے شام ہوگئی

مگر کوئی نہیں آیا۔ اب ان دونوں نے آس پاس کے لوگوں سے پوچھنا شروع کیا اور ان کا جواب انہیں مزید پریشان کر گیا۔ وہ گھر کئی مہینوں سے بند تھا وہ لوگوں کو کچھ بھی بنا بتائے رات میں یہ گھر چھوڑ کر کہیں چلے گئے۔ یہ جوابات جان کو ساکت کر گئے تھے۔

"میں جانتا ہوں عدیل! عمیرہ میری وجہ سے یہ گھر چھوڑ کر گئی ہوگی۔ اسے یقین ہوگا کہ اس کے انکار کے بعد میں مسٹر مہرا کو اس گھر کے بارے میں ایمان کے بارے میں بتاؤں گا۔ وہ میرے بارے میں اتنا غلط سوچ سکتی ہے مجھے اندازہ ہے عدیل!" جان کا لہجہ بالکل بکھرا ہوا تھا عدیل بے بسی سے اسے دیکھتا رہا۔

❁ ❁ ❁

کراچی سے آئے اسے ایک ہفتہ ہوگیا تھا مگر اس کا دل اب بھی صرف ایک ہی بات سوچ رہا تھا جو ہوا اس کی وجہ سے ہوا۔ عمیرہ اسے اتنا غلط سمجھتی تھی کتنا گر گیا تھا وہ اس کی نظروں میں۔ عدیل اسے گھنٹوں سمجھاتا رہتا مگر اس کے کان پر جوں بھی نہ رینگتی۔

"کیسے ہو جان؟" آج اس کی ماسی ماں نے اسے فون کیا تھا۔

"ٹھیک۔" اس نے مختصراً کہا۔

"کیا ہوا آواز اتنی مایوس کن کیوں ہے۔" وہ فوراً بھانپ گئیں۔ اس کا دل بوجھل تو ویسے ہی تھا اب برداشت جواب دے گئی تھی۔

"میں ہار گیا ماسی ماں! وہ جیت گئی۔ وہ زندگی بھر کا پچھتاوا چھوڑ گئی ہے میری قسمت میں۔ میں اسے بھول نہیں پا رہا نہیں بھول پا رہا۔" وہ تڑپ کر رو رہا تھا۔ وہ ان سے وہ سب کچھ کہہ رہا تھا جو وہ اپنی ماما سے نہیں کہہ سکتا تھا۔

"ریلیکس جان! کون ہے...... کس کے بارے میں بات کر رہے ہو؟" وہ گھبرا گئیں اس کے اس طرح تڑپ تڑپ کے رونے سے۔

"ایک مسلمان لڑکی ہے ماسی ماں! اس کا نام عمیرہ تھا۔" جان نے خود کو متوازن کرتے ہوئے کہا۔

"مسلمان لڑکی!" ماسی ماں نے حیرت سے کہا۔

"جی ماسی ماں!" اور پھر اس نے ایک تسلسل سے انہیں سب کچھ بتا دیا۔ وہ بالکل خاموش ہوگئیں۔

"کیا ہوا ماسی ماں! آپ خاموش کیوں ہوگئیں؟" جان کو تشویش ہوئی۔

"وقت خود کو دہرا رہا ہے جان! جس دین سے دور رکھنے کے لیے تمہاری ماں نے اتنے جتن کیے تم اس کے ہی پیروکار بن رہے ہو۔ یہ قدرت کا انصاف ہے۔ حقیقت ہے انسان اپنے اصل سے ہرگز دور نہیں رہ سکتا اور تم بھی نہیں رہ پاؤ گے اپنی حقیقت سے دور۔" ان کا لہجہ خوابیدہ تھا۔

"کیا مطلب؟" وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"میری ہر بات کا مفہوم تمہاری ماں کو معلوم ہے۔ وہ تمہیں بہتر طور پر ہر بات بتا سکتی ہے مگر وہ نہیں بتائے گی کیونکہ اپنا اصل چہرہ دکھانے کی اس میں ہمت نہیں ہوگی۔ ہاں شاید تمہارے نانا جان تمہیں حقیقت سے آگاہ کرسکیں کیونکہ وہ خود جس عذاب میں مبتلا ہیں اور جس میں مبتلا ہو کر ان کی بیوی مری اس کے بعد انہیں اندازہ ہوگیا ہوگا کہ انہوں نے جو تمہارے باپ کے ساتھ کیا وہ ایک خوف ناک داستان تھی۔" ان کا انداز اب بھی وہی تھا جان اپنی جگہ ساکن رہ گیا۔

❁ ❁ ❁

"جان کیسی طبیعت ہے تمہاری اور تم یہاں کیوں چلے آئے؟ ممی تو بتا رہی تھی کہ ڈاکٹرز نے تمہیں آرام کا کہا ہے۔" جان کی اچانک آمد پر وہ حیران رہ گئے۔

"بس میں بہت بور ہو رہا تھا ممی بھی گھر پر نہیں تھیں میں نے سوچا میں آپ سے مل لوں۔ آپ کی طبیعت کیسی ہے؟" وہ ان کی وہیل چیئر کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولا۔

"میں ٹھیک ہوں تم خوامخواہ پریشان ہوئے۔" انہوں نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"گرینڈ پا! میرے بابا کیسے تھے؟ آپ لوگوں نے تو آج تک مجھے ان کی ایک تصویر بھی نہیں دکھائی۔" رات کو

کھانے کے بعد وہ ڈرائنگ روم میں انہیں لے آیا۔

"بہت ہی اچھا انسان تھا تمہارا باپ' بہت پیار بھی کرتا تھا تم سے۔ جان بلند بھی تم میں اس کی۔ اکثر یاد آتا ہے وہ مجھے۔" انہوں نے پرسوچ لہجے میں کہا۔

"ایک بات پوچھوں گرینڈ پا آپ سے؟" اس نے کچھ سوچ کر کہا۔

"ہاں پوچھو؟" انہوں نے شفقت سے کہا۔

"آپ اور ماما' ماسی ماں سے کیوں نہیں ملتے؟ کیا ہوا تھا ایسا جس نے آپ کے دل میں ماسی ماں کے لیے اتنی نفرت بھر دی۔ وہ بھی تو آپ کی ہی بیٹی ہیں پھر آخر کیوں آپ ان کی شکل بھی نہیں دیکھتے؟" جان کا لہجہ الجھن سے پُر تھا۔

"کچھ خاص نہیں' بس اس کے سسرال والوں سے جھگڑا ہوا تھا اسی لیے۔" انہوں نے نگاہیں چرائی تھیں۔

"نہیں گرینڈ پا! آپ غلط بیانی کررہے ہیں کیونکہ ماسی ماں کے گھر والوں سے میں بھی ملا ہوں آج تک انہوں نے مجھ سے ایسی کوئی بات نہیں کی' کیوں آپ لوگ مجھ سے حقیقت چھپانا چاہتے ہیں؟ آخر ایسا کیا ہوا تھا جسے آپ راز رکھنا چاہتے ہیں؟ کیوں ماسی ماں نے یہ کہا کہ آپ لوگوں نے میرے بابا کے ساتھ جو کیا وہ ایک خوف ناک داستان ہے۔ کیا کیا تھا آپ نے بابا کے ساتھ میں جاننا چاہتا ہوں اور سچ جانے بغیر میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔" جان نے حتمی لہجے میں کہا۔

"حقیقت نہیں بتا سکتا میں تمہیں جان! حقیقت زہر کا گھونٹ ہے' تم نہیں پی پاؤ گے۔" انہوں نے وہیل چیئر کا رخ موڑ لیا مگر جان ان کے اور دروازے کے درمیان حائل ہوگیا۔

"آپ اس طرح نہیں جاسکتے گرینڈ پا! آپ کو مجھے سچ بتانا ہی ہوگا ہر حال میں۔" جان بضد تھا۔

"نہیں جان! تمہیں کبھی نہ کھونے کے لیے ہم نے وہ سب کیا تھا اور آج تمہیں اپنے ہاتھوں سے نہیں گنوا سکتے۔" وہ گڑگڑانے لگے۔

"آپ مجھے سچ نہ بتا کر بھی گنوا دیں گے۔" انہوں نے دیکھا اس نے اپنی جیب سے ایک چھوٹی سی پسٹل نکالی اور اپنے سر پر رکھ لی۔

"جان......!" ان کی آنکھوں میں حیرت تھی۔

"میں ایسا ہی کروں گا گرینڈ پا! آپ جانتے ہیں جو میں کہتا ہوں وہ کرگزرتا ہوں۔" اس کے لہجے میں قطعیت تھی۔

"میں تمہیں سب سچ بتاؤں گا جان! لیکن خود کو کچھ نہ کرنا پلیز اور ہوسکے تو مجھے بھی معاف کردینا۔" انہوں نے التجا کی اور اس نے پسٹل واپس اپنی جیکٹ میں رکھ لی۔

"تمہاری زندگی کی سب سے بڑی حقیقت یہ ہے جان! تم ہم میں سے نہیں ہو۔" وہ ایک لمحے کے لیے رکے۔ "تم جان وِراج چوہان نہیں بلکہ......اذان دانیال ہو۔" انہوں نے اٹک اٹک کر اپنا جملہ مکمل کیا اور جان کو لگا جیسے آسمان ٹوٹ پڑا ہو' وہ ایک مسلمان تھا اور آج تک اس بات سے بے خبر تھا۔

"تمہارے باپ کا نام دانیال افتخار چوہدری تھا۔ اس نے جینی سے اپنے والدین کے خلاف جاکر شادی کی' عیسائی ہوا مگر بہت جلد ہی اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اس نے اسلام دوبارہ قبول کرلیا۔ جس نے جینی کے دل میں اس کے لیے نفرت کا بیج بو دیا اور یہ نفرت تمہاری پیدائش کے بعد مزید بڑھ گئی کیونکہ دانیال نے تمہیں بھی بچپن ہی میں مسلمان بنادیا۔ اس نے تمہارے کان میں اذان دی' دانیال نے جینی کو چھوڑنے کی دھمکی دیتے ہوئے اسلام قبول کرنے کا کہا اور جینی نفرت' غم اور غصے کی آگ میں جھلسنے لگی مگر میرے کہنے پر اس نے ظاہری طور پر اسلام قبول کرلیا تاکہ وہ تمہیں پاسکے اور پھر ہم نے دانیال سے ہمیشگی کا چھٹکارا پانے کی سازش تیار کی' جب تمہاری ماسی ماں کو اس کا پتا چلا تو اس نے ہمیں روکنا چاہا مگر ہم نے اس کی ایک نہ سنی اور اس سے اپنے تمام رشتے ختم کردیے۔"

❀......❀......❀

"بولو اللہ ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول

ہیں۔" وہ گھر میں داخل ہوا تو اسے جینی کی آواز سنائی دی وہ حیرت زدہ رہ گیا۔

"کہیں یہ میرا وہم تو نہیں۔" اس نے سوچتے ہوئے قدم آگے بڑھائے تھے وہ تقریباً پندرہ دن بعد گھر آیا تھا۔ اپنی کاروباری مصروفیت کے سبب وہ اکثر گھر سے اتنے لمبے عرصے کے لیے باہر رہتا تھا۔ اس نے جینی کے روم کا رخ کیا آواز وہیں سے آرہی تھی۔ اس نے حیرت سے دیکھا تھا جینی نے شلوار قمیص پہنی ہوئی تھی اور دوپٹہ بھی سلیقے سے اوڑھا ہوا تھا ورنہ عام طور پر وہ لونگ فراک یا پینٹ شرٹ پہنا کرتی تھی۔

"آپ آگئے دانیال!" وہ اذان کو گود میں اٹھائے اس کی طرف بڑھی۔ "کیا ہوا ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"تم ابھی اذان سے کیا کہہ رہی تھیں؟" دانیال نے پوچھا۔

"میں نے اسلام قبول کرلیا ہے دانیال! میرا نام عاتکہ ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور دانیال کی نگاہوں میں خوشی اور حیرت کے ملے جلے تاثرات ابھرنے لگے۔

جینی کے مسلمان ہونے سے دانیال بہت خوش تھا۔ زندگی میں جیسے بہاریں ہی بہاریں آگئی تھیں۔ اذان اب قدم اٹھانے لگا تھا۔ اسے ہنستا کھیلتا' چلتا پھرتا دیکھ کر دانیال کا سیروں خون بڑھتا مگر نہ جانے کیوں پچھلے کچھ مہینوں سے اس کی طبیعت ناساز رہنے لگی تھی۔ وہ بوجھل اور تھکا تھکا محسوس کرنے لگا تھا' اکثر آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا جاتا اور وہ بے ہوش ہوجاتا۔ عاتکہ اسے ڈاکٹر کی دی ہوئی میڈیسن باقاعدگی سے کھلاتی تھی مگر طبیعت میں کچھ بہتری نہ ہوئی۔

ایک دن اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اسی لیے وہ کمپنی نہیں گیا تھا اذان کو گود میں اٹھائے اس سے باتیں کرتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا کہ اچانک اس کی ملازمہ نے اسے پیچھے سے پکارا تھا۔

"دانیال صاحب!" اس نے پلٹ کے دیکھا۔

"کیا ہوا خیرن؟ سب ٹھیک تو ہے۔" دانیال نے تشویشناک لہجے میں پوچھا۔

"صاحب جی وہ بیگم صاحبہ کے بارے میں کچھ بات کرنی تھی۔" اس نے سرگوشیانہ لہجے میں کہا۔

"عاتکہ کے بارے میں؟" اس کو حیرت ہوئی۔

"جی، صاحب جی! میں کل بازار سے سودا لے کر آرہی تھی تو میں نے بی بی کو چرچ سے نکلتے دیکھا وہ گھر پر درگاہ کا کہہ کر جاتی ہیں اور حقیقت میں درگاہ نہیں جاتیں اور روزانہ رات میں جو چائے وہ آپ کے لیے بناتی ہیں اس میں بھی وہ کچھ ڈالتی ہیں۔ میں نے چھپ کر انہیں یہ سب کرتے دیکھا ہے۔ صاحب جی! بی بی جی حقیقت میں نہیں بدلی ہیں صرف ظاہری طور پر بدلی ہیں۔" وہ گھبرائے ہوئے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"خیرن! تمہیں کچھ اندازہ بھی ہے تم کیا کہہ رہی ہو اور کس کے بارے میں کہہ رہی ہو؟ وہ اس گھر کی مالکن ہے۔" دانیال کرخت لہجے میں بولا۔

"مجھے معلوم تھا صاحب جی! آپ میری بات کا یقین نہیں کریں گے اس لیے ہم یہ لے کر آئے ہیں۔" اس نے دوپٹے میں چھپائی ہوئی بوتل نکال کر اس کے سامنے کی تھی۔

"بی بی جی! اس بوتل میں سے کچھ ڈالتی ہیں صاحب جی! ہم نے آپ کا نمک کھایا ہے ہم جھوٹ نہیں بولیں گے۔" دانیال نے حیرت سے اس بوتل کو دیکھا اور کانپتے ہاتھوں سے پکڑا اس پر لکھا تھا "سلو پوائزن" دانیال کے قدموں سے زمین نکل گئی اسے یقین نہیں آرہا تھا کیا عاتکہ ایسا کرسکتی تھی۔ وہ تو اس سے اتنی محبت کرتی ہے اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ختم ہوگئی تھی۔ آنکھوں کے آگے ایک بار پھر اندھیرا چھایا اور وہ اردگرد سے بے خبر ہوگیا۔

❁.......❁.......❁

"بی بی بہت تو ہے ڈاکٹر نے مکمل بیڈ ریسٹ بتایا ہے۔ آپ کا منیجر بھی آیا تھا کچھ پیپرز سائن کروانے۔"

ہوش میں آتے ہی جینی نے اسے بتانا شروع کیا مگر وہ خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کیا ہوا دانیال! آپ ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں؟" وہ کھڑکیوں پر پردے ڈالتے ہوئے اس سے مخاطب تھی۔

"آج اماں ابا بہت یاد آ رہے ہیں، پتا نہیں کیوں۔" اس کا لہجہ دکھ سے پُر تھا۔

"دانیال! میں اور اذان ہیں ناں آپ کے پاس آپ خوش رہیں اور اپنی صحت کا خیال رکھیں اور جلد ٹھیک ہو جائیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور دانیال صرف سر ہلا کر رہ گیا۔

دو دن گزر گئے تھے مگر اس کی حالت میں کوئی سدھار نہیں تھا اس دفعہ تو اس سے اٹھنا بھی مشکل تھا۔ ڈاکٹر آیا چیک کرنے دوائیں چینج کیں اور چلا گیا۔

"عاتکہ! دو دن ہو گئے میں نے اذان کو نہیں دیکھا پلیز ایک بار اسے لے آؤ۔ میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔" اس کے لہجے میں التجا تھی۔

"دانیال! وہ آپ کو تنگ کرے گا اور ڈاکٹر مسلسل آپ کو آرام کا کہہ رہے ہیں ایک بار ٹھیک ہو جائیں پھر خوب جی بھر کر کھیلنا اذان کے ساتھ۔" اس نے الماری میں کپڑے جماتے ہوئے کہا۔

"میں اب ٹھیک نہیں ہوں گا عاتکہ! مجھے معلوم ہے۔" دانیال نے مایوس ہو کر کہا۔

"آ..... آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں؟" وہ یک دم بوکھلا گئی۔

"بی بی جی! اذان بابا سیڑھیوں سے گر گئے ہیں۔" باہر سے خیرن کے چیخنے کی آواز آئی اور وہ تیزی سے کمرے سے باہر نکلی۔

"عاتکہ! مجھے بھی لے چلو..... عاتکہ!" دانیال پیچھے سے چیختا رہ گیا۔ کمزوری کے باعث اس سے چلا بھی نہیں جا رہا تھا۔ "مجھے میرے بیٹے سے جدا مت کرو جینی! میں مر جاؤں گا۔" وہ اپنی بے بسی پر رو پڑا اسے اپنے ماں بابا یاد آئے تھے۔

"وہ بھی تو اسی طرح بلک بلک کر رو رہے تھے اور میں نے کتنی کم ظرفی اور احسان فراموشی کا مظاہرہ کیا تھا انہیں چھوڑ کر اس عورت کو اپنا لیا جو آج میری جان لینے کے درپے ہے۔ جو مجھ سے اتنی نفرت کرنے لگی ہے کہ میرا وجود اسے اس گھر میں بھی برداشت نہیں لیکن میرے ساتھ جو بھی ہوا ٹھیک ہوا میں نے بھی تو یہی کیا تھا ان کے ساتھ انہیں جیتے جی مار دیا تھا۔ ماں بابا مجھے معاف کر دیجیے..... معاف کر دیجیے۔" وہ تڑپ تڑپ کر رو رہا تھا مگر آج اس کے آنسو صاف کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

❁.....❁.....❁

ایک مہینہ ہو چکا تھا اسے بیمار ہوئے۔ اب اس کی حالت ایسی ہو گئی تھی کہ کمبل کے اندر لیٹا نظر بھی نہیں آ رہا تھا۔ اس کے چہرے کی ہڈیاں بھی نمایاں ہو گئی تھیں۔ آنکھیں اندر کو دھنس گئیں سر کے بال بھی اتر گئے ہونٹوں کا رنگ سیاہ اور جلد سکڑ گئی۔

"خیرن! میرے بیٹے کا خیال رکھنا اسے میرے دین کے بارے میں ضرور بتانا اسے بتانا کہ وہ ایک مسلمان ہے لیکن میں جانتا ہوں تم ایسا نہیں کر پاؤ گی مگر پھر بھی ممکن ہو سکے تو میری یہ ڈائری اسے دینا۔" اس نے تکیے کے نیچے رکھی ایک ڈائری نکالی۔

"صاحب جی! میں نے آپ سے کہا تھا ناں مگر آپ نے میرا یقین نہ کیا۔" وہ رونے لگی۔

"نہیں خیرن! اس میں جینی کا کوئی قصور نہیں یہ میری سزا ہے۔ میں نے جو کیا اپنے ماں باپ کے ساتھ یہ اسی کا پھل ہے۔ بس وہ سب مجھے معاف کر دیں اور میرا رب بھی مجھے معاف کر دے۔" خیرن کی آنکھوں سے آنسو مزید تیزی سے بہنے لگے۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو دفع ہو جاؤ یہاں سے۔" جینی اندر داخل ہوتے ہی دھاڑی اور خیرن جلدی سے ڈائری اٹھائے کمرے سے باہر نکل گئی۔

"عاتکہ! اذان کہاں ہے؟ بس ایک بار مجھے اس سے ملوا دو پلیز میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔" وہ بُری

طرح گڑگڑا رہا تھا۔

"بند کرو اپنی بکواس..... میرا نام جینی ہے جانتے ہو مہینوں سے یہ منحوس نام سن سن کر میرے تو کان ہی پک گئے ہیں اور وہ صرف میرا بیٹا ہے اور اس کا نام اذان نہیں جان ہے اور یاد رکھو یہ بات کہ وہ اپنی ماں کے دین پر چلے گا۔ تمہارا دین تو بہت دور تمہارا نام بھی کبھی نہیں جانے گا وہ۔" آج وہ کھل کر سامنے آ گئی تھی۔

"یہ تو بہت جاندار ہے جینی! اتنے ٹائم سے اسے زہر دیا جا رہا ہے مگر اب تک زندہ ہے۔" جینی کے فادر بولے۔

"میرا دم میرے بیٹے میں اٹکا ہے ایک بار اس سے ملوا دو میں خود بخود مر جاؤں گا۔" وہ تڑپ کر بولا۔

"تمہارے اس اٹکے ہوئے دم کو ہم خود آزادی دے دیں گے تم فکر نہ کرو! پاپا فائر بریگیڈ کو فون تو کر دیا ناں۔ آخر چوہان ہاؤس کے مالک کے کمرے میں آگ لگی ہے اسے کوئی تو بجھانے آئے گا۔" جینی بے حد بے رحمی سے بولی۔

"آگ.....؟" دانیال نے نم لہجے میں پوچھا۔

"ہاں میرے پیارے شوہر..... تمہارے اس کمرے میں آگ لگنے والی ہے اگلے کچھ لمحوں میں۔ ارے تم تو حیران ہو۔ ہو گے کہ ہمیں کیسے پتا؟" اس کا لہجہ بھی بے رحم تھا۔ "کیونکہ وہ آگ ہم ہی لگانے والے ہیں۔" اس نے ایک بلند قہقہہ لگایا۔

"میں تو ویسے ہی مر رہا ہوں مجھے اس طرح تڑپا تڑپا کر مت مارو پلیز انکل پلیز آنٹی میں....." وہ گڑگڑانے لگا۔

"نہیں دانیال! میں تمہیں اسی طرح تڑپا تڑپا کر ماروں گی تم جیسا دھوکے باز انسان یہی ڈیزرو کرتا ہے۔" جینی نے نفرت سے کہا اور پھر اپنے ماں باپ کو اشارہ کیا انہوں نے پیٹرول کا گیلن کھول کر پیٹرول اردگرد اور بیڈ پر چھڑکنا شروع کر دیا۔

"میرا رب گواہ ہے جینی اس سب کا وہ خود انصاف کرے گا تم چاہ کر بھی سچ کو چھپا نہیں سکو گی۔ میرے مر جانے سے تمہارا اصل چہرہ نہیں چھپ پائے گا۔ میرا بیٹا ضرور جانے گا کہ وہ کون ہے؟ اس کا اصل دین کیا ہے؟ وہ اپنی حقیقت سے دور نہیں رہ پائے گا میری آواز ہمیشہ اس کے کانوں میں گونجتی رہے گی ان شاء اللہ۔ مجھے یقین ہے اپنے رب پر وہ رہنمائی کرے گا اس کی وہ ذریعہ بنائے گا کسی کو اس کی ہدایت کا۔" اس نے پرعزم لہجے میں کہا اور پھر آنکھیں بند کر کے بلند آواز میں کلمہ پڑھنا شروع کر دیا۔ پیٹرول چھڑک کر وہ تینوں کمرے سے باہر نکل آئے اور دروازہ مضبوطی سے بند کر دیا کھڑکی میں سے ماچس کی تیلی جلا کر اندر پھینکی کمرے نے فوراً ہی آگ پکڑی دانیال کی چیخیں پورے گھر میں گونج رہی تھیں مگر ان کے سفاک دلوں کو ٹھنڈ ہوا تھا۔

❁....❁....❁

جان کی آنکھیں آنسوؤں کے سبب دھندلا گئی تھیں اس کا دل چاہا کہ وہ خود کو شوٹ کر لے۔ ظلم کی یہ داستان اس کی وجہ سے ہی تو رقم کی گئی۔ وہ ہی تو سبب تھا اس کا دل پھٹنے لگا اس کی برداشت جواب دے گئی وہ اٹھ کھڑا ہوا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"جان! کہاں جا رہے ہو رکو..... میری بات سنو۔" وہ وہیل چیئر چلا کر اس کے پیچھے آئے مگر وہ ان کی پہنچ سے بہت دور نکل گیا تھا اس نے کار نہر کے کنارے روکی اور اتر کر بہت تیز تیز چلانا شروع کر دیا اس کا دل چاہ رہا تھا کہ ہر منظر کو نوچ لے آج اس عورت کی حقیقت اس کے سامنے آئی تھی جسے وہ دنیا کی عظیم عورت مانتا تھا وہ زمین پر بیٹھا اور پاگلوں کی طرح گھاس نوچنے لگا اردگرد کے لوگ حیرت سے اسے دیکھنے لگے تقریباً سب ہی اسے جانتے تھے وہ اچانک ہی زمین سے اٹھا اور پھر نہر میں چھلانگ لگا دی نہر کا پانی بہت گہرا تھا۔ دو لڑکوں نے اس کے پیچھے چھلانگ لگائی اور اسے ڈوبنے سے بچایا جب اسے ہوش آیا تو وہ اپنی خالہ کے گھر تھا اس کا کزن اسے وہاں لایا تھا۔

"کیوں بچایا مجھے..... میں جینا نہیں چاہتا..... مرجانا چاہتا ہوں میں۔ میرا دل پھٹ رہا ہے یہ سوچ سوچ کر کہ میں ایک ایسی عورت کا بیٹا ہوں جس نے اپنے ہاتھوں اپنا

گھر تباہ کیا' کیوں کیا انہوں نے ایسا؟ کیا قصور تھا میرے بابا کا؟ میں انہیں کبھی معاف نہیں کروں گا وہ میری ماں کہلانے کے لائق نہیں' ہرگز نہیں۔" وہ بُری طرح تڑپ رہا تھا اس کی ماسی ماں نے اسے اپنے سینے سے لگالیا۔

"بس میرے بچے بس..... صبر کرو..... جان! صبر کرو۔" انہوں نے بڑی مشکل سے اسے سنبھالا اسے سکون آور انجکشن دیا تو وہ چند لمحوں بعد پھر بے سدھ ہوگیا۔

صبح جب وہ اٹھا تو اس کی حالت کسی حد تک بہتر تھی۔

"بہت سمجھایا تھا میں نے انہیں لیکن ان تینوں نے میری ایک نہیں سنی ان پر صرف بدلے کا بھوت سوار تھا۔" انہوں نے افسوس سے کہا۔

"انہوں نے جو کیا سو کیا لیکن اب جو میں کروں گا وہ جینی ڈسوزا کو آخری سانس تک بھگتنا پڑے گا۔" اس نے نفرت سے بھرے لہجے میں کہا اور اٹھ کر باہر نکل گیا۔

"برائی کی عمر کتنی ہی لمبی کیوں نہ ہو اسے سچائی سے ہارنا پڑتا ہے۔" انہوں نے جان کو جاتا دیکھ کر سوچا۔

❁.....❁.....❁

"خیرن بی..... خیرن بی....." اس نے گھر میں داخل ہوتے ہی بہت تیز آواز میں پکارا۔

"صاحب! اماں کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے وہ آج نہیں آئیں۔ سرونٹ کوارٹر میں ہی ہیں۔" خیرن بی کی بیٹی نے کہا وہ الٹے قدم باہر نکلا اور سرونٹ کوارٹر کی طرف بڑھ گیا۔

"خیرن بی..... مجھے وہ ڈائری دیں جو میرے بابا نے مرتے وقت آپ کو دی تھی۔" اس نے بہت تیز لہجے میں کہا وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی تھیں۔

"میں نے کچھ کہا ہے آپ سے؟" اس نے سخت لہجے میں کہا انہوں نے دیکھا اس کی آنکھیں غم کی شدت سے سرخ ہورہی تھیں مگر وہ بنا کسی سوال کے اپنی الماری کی طرف بڑھ گئیں اور کپڑوں کے نیچے رکھی ایک بلیک رنگ کی ڈائری اٹھا کر لے آئیں۔

"میں نے بہت چاہا صاحب آپ کو یہ دینا مگر بی بی مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے آپ کو کچھ بتایا تو وہ میری بیٹی کو..... بس اسی خوف سے میں کبھی کچھ نہ بول پائی۔ بڑے صاحب کے قتل میں پولیس کو بھی انہوں نے اپنے ساتھ ملالیا تھا اس لیے میں نے خاموش رہنے میں عافیت سمجھی۔" وہ ڈائری اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔ اس نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے ڈائری پکڑی۔

"آپ کو کس نے بتایا صاحب؟" انہوں نے پھر کہا مگر وہ بنا کوئی جواب دیئے ان کے کمرے سے نکل گیا۔

❁.....❁.....❁

گھر میں داخل ہوتے ہی انہوں نے کچھ آوازیں سنی تھیں وہ دو دن بعد گھر آئیں پرس ٹیبل پر رکھ کر وہ آگے بڑھیں آواز اوپر راہداری سے آرہی تھی۔ ان کا ماتھا ٹھنکا وہ اس بات سے بے خبر تھیں کہ جان سب کچھ جان چکا ہے۔ وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھتی اوپر پہنچیں ایک ملازم ہتھوڑا لیے دانیال کے کمرے کے تالے پر ضرب لگا رہا تھا اور جان سینے پر ہاتھ باندھے اسے دیکھ رہا تھا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے جان؟" وہ پوری قوت سے چلائیں اور تیز قدم اٹھاتی وہاں تک پہنچ گئیں۔ ان کی آواز پر ملازم رک کر جان کو دیکھنے لگا۔

"تم اپنا کام کرو۔" جان نے کرخت لہجے میں کہا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے جان! تم میری بات کی مخالفت کررہے ہو میں نے تمہیں اس کمرے سے دور رہنے کے لیے کہا ہے اور تم....."

"تاکہ آپ کی اصلیت مجھ سے چھپی رہے ہے ناں مس جینی ڈسوزا۔" جان نے ان کی بات کاٹتے ہوئے نفرت سے بھرپور لہجے میں کہا۔ اس کی آنکھیں انگاروں کی طرح سرخ ہورہی تھیں۔

"کک..... کون سی اصلیت؟" وہ بُری طرح ہکلائیں۔

"وہی اصلیت جو بائیس سال سے آپ نے چھپائی۔ دانیال افتخار چوہدری کی اصلیت....." اس کے لہجے کی کڑواہٹ ان کا خون خشک کرگئی تھی دروازہ کھل چکا تھا

جان انھیں، ساکت حالت میں کھڑا چھوڑ کر کمرے میں داخل ہوگیا اور خود ان کے ذہن میں ایک ہی سوچ گردش کرنے لگی تھی کہ شاید وہ اب اپنے بیٹے کو ہمیشہ کے لیے کھو دیں گی۔

✿......✿......✿

کمرے کا کوئی بھی حصہ ایسا نہیں تھا جو جلنے سے بچ گیا ہو، کچھ چیزیں مکمل طور پر جل چکی تھیں اور کچھ ادھ جلی ادھر ادھر بکھری پڑی تھیں کمرے میں ہر جگہ بڑے بڑے جالے لگے۔ تھے اندر داخل ہوتے ہوئے اسے اپنے کانوں میں وہ دل خراش چیخیں سنائی دے رہی تھیں آج وہ سمجھ رہا تھا اس کمرے سے آنے والی آوازوں کی وجہ کوئی اتنا سخت دل کیسے ہوسکتا ہے اسے ایک بار پھر غم کا دورہ پڑنے لگا اس کا دل چاہا کہ ہر شے کو توڑ دے اس کی آنکھوں سے آنسو پانی کی طرح بہہ رہے تھے اس نے ادھ جلی الماری کی طرف قدم بڑھائے اس میں موجود تقریباً تمام چیزیں جل چکی تھیں مگر اس نے دیکھا ایک گہرے ہرے رنگ کے کپڑے میں کوئی کتاب بندھی رکھی تھی آگ اور مٹی سے محفوظ تھی اس نے کپڑے میں بندھی ہوئی وہ چیز اٹھائی اس کے نیچے بھی اسے کچھ نظر آیا شاید وہ کوئی تصویر تھی۔ اس نے اٹھائی۔ دیکھا تصویر کچھ دھندلائی ہوئی تھی اس نے تصویر کو صاف کیا ایک شخص اسے ہو بہو اپنے جیسا لگا وہ یقیناً اس کے بابا تھے۔ ان کے ساتھ ایک باوقار ضعیف العمر آدمی تھا اور ایک خاتون بھی۔ خاتون کے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی اس لڑکی کے خدوخال اسے کچھ واقف محسوس ہورہے تھے۔

"کہیں دیکھا ہے میں نے یہ چہرہ......" وہ سوچ کے گھوڑے دوڑانے لگا۔

"یہ تصویر تو بہت پرانی معلوم ہوتی ہے پھر کہاں مل سکتا ہوں میں اس لڑکی سے اور اب تک تو یہ لڑکی ایک خاتون بن چکی ہوگی۔" اس کے ذہن میں ایک جھماکا سا ہوا۔

"باہر بہت ٹھنڈ ہے اندر آجاؤ میری بیٹی کا نام عالیانہ عہاد ہے۔" وہ بات اس کے ذہن میں گھوم کر رہ گئی جب وہ عدیل کے ساتھ عمیرہ کے گھر گیا تھا۔

"اوہ مائی گاڈ......" حیرت کے سبب اس کے منہ سے نکلا۔ "اگر یہ لڑکی عمیرہ کی مدر ہیں تو ان کا میرے بابا سے کیا رشتہ ہے؟" اس کا ذہن الجھا۔ "اس کا جواب خیرن بی دے سکتی ہیں۔" وہ تصویر اور ہرے کپڑے میں بندھی وہ چیز لیے خیرن بی کے پاس پہنچا وہ تصویر دیکھ کر خیرن بی نے جو رشتہ بتایا اس نے جان کو ہلا کر رکھ دیا۔ عمیرہ کی مما اس کے بابا کی بہن تھیں۔ وہ گھر سے باہر جانے والی سیڑھیوں پر آ بیٹھا۔

"قدرت بھی کیا راز انسان پر کھولتی ہے کہ وہ کچھ بولنے کے لائق نہیں رہتا۔ میں بھی آج کچھ بولنے کے لائق نہیں رہا اگر وہ میرے اتنے قریبی رشتوں میں سے ایک تھی تو پھر یہ بات مجھے اس کے جانے کے بعد کیوں پتا چلی؟ اگر مجھے یہ بات پہلے پتا چل جاتی تو میں کبھی بھی اسے جانے نہ دیتا۔" اس نے حسرت سے سوچا اور پھر اٹھنے لگا تبھی اس کی نظر ہاتھوں میں موجود ہرے کپڑے میں بندھی اس چیز پر پڑی اس نے وہ کپڑا کھولا اندر سے بلیک رنگ کی ایک کتاب نکلی جس کے فرنٹ کور پر گولڈن رنگ سے چاروں طرف باؤنڈری بنی تھی گولڈن رنگ کے پھول بنے تھے جن میں مختلف رنگ بکھرے تھے گولڈن سے ہی پھولوں کے درمیان کچھ لکھا تھا مگر وہ زبان جان کی سمجھ سے بالاتر تھی۔ اس نے کتاب کھول کر دیکھا تو پہلے ہی صفحے پر اردو میں لکھا تھا۔

"قرآن کریم۔" یہ نام پڑھ کر جان کو ایک جھٹکا لگا یہ نام اس نے عمیرہ کے منہ سے کئی بار سنا تھا مگر وہ پہلی بار اسے دیکھ رہا تھا یہ وہ عظیم کتاب تھی جو عمیرہ کو حرف بہ حرف یاد تھی۔ نہ جانے کیا رعب تھا اس کتاب میں جان کا دل بہت تیز دھڑکنے لگا۔ اس نے وہ کتاب دوبارہ اسی ہرے کپڑے میں لپیٹ دی وہ کتاب یقیناً بہت بابرکت جلال وقدرت اور رعب والی کتاب تھی۔ اسی لیے وہ اسے مزید نہیں دیکھ پایا تھا اور نہ ہی خود کو اسے چھونے کے لائق سمجھ رہا تھا۔

◈......❀......◈

"جان! میرا یقین کرو میں نے جو کچھ کیا صرف تمہارے لیے کیا' تمہیں پانے کے لیے۔" وہ اچانک ہی اس کے کمرے میں آ کر بولنا شروع ہو گئیں۔ جان اس وقت اپنی الماری میں کچھ ڈھونڈنے میں مصروف تھا' اس نے ان کی بات نظر انداز کر دی اور اپنے کام میں مصروف رہا۔

"جان! میں تم سے بات کر رہی ہوں۔" انہوں نے اس کا بازو پکڑا اور جان نے ایک سرد نگاہ ان کے ہاتھ پر ڈالی۔ اس کے اس طرح دیکھنے پر انہوں نے ہاتھ پیچھے کر لیا اور وہ ایک بار پھر کچھ ڈھونڈنے میں مصروف ہو گیا۔ انہوں نے دیکھا اگلے لمحے ہی اس کے ہاتھ میں کسی کا وزیٹنگ کارڈ تھا۔

"جان! ایک بار میری بات تو سن لو۔" انہوں نے ایک بار پھر اس کا بازو پکڑ کر اسے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا مگر جان نے ان کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"نفرت ہے مجھے آپ سے' گھن آتی ہے آپ سے۔ میں آپ کو اپنی ماں تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہوں' میں صرف اور صرف دانیال افتخار چوہدری کا بیٹا ہوں۔ اس انسان کا جس کی محبت کا خون کیا آپ نے۔ وہ انسان جو یہ جانتا تھا کہ آپ اسے زہر دے رہی ہیں مگر پھر بھی اس نے وہ زہر پیا کیونکہ وہ خود کو سزا دینا چاہتے تھے کہ انہوں نے آپ جیسی عورت کے لیے اپنے محبت کرنے والے ماں باپ کو چھوڑا۔" جان نے اشکبار آنکھوں سے کہا۔

"یہ جھوٹ ہے جان! تمہیں میرے خلاف بھڑکایا جا رہا ہے۔" انہوں نے جھوٹ کا سہارا لینا چاہا۔

"یہ سچ ہے مس جینی ڈسوزا کیونکہ یہ سب کچھ میرے بابا نے اپنی سسکتی زندگی کے آخری ایام میں اپنی اس ڈائری میں لکھا تھا اور مرتا ہوا آدمی کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔" اس نے ڈائری ان کی نگاہوں کے سامنے لہراتے ہوئے کہا' وہ کچھ نہ بولیں۔

"بی بی جی! آپ کے گھر سے فون آیا تھا آپ کے بابا کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔" ملازمہ نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"کیا......؟" وہ تیزی سے کمرے سے باہر کی طرف بڑھ گئیں۔

◈......❀......◈

"میں نے کہا تھا ناں آپ سے مسٹر جان! کہ آپ بہت جلد مجھ سے ملیں گے۔" وہ اس وقت پروفیسر خالد عباسی کے آفس میں بیٹھا تھا جہاں کچھ عرصہ پہلے سینا آئی تھی عمیرہ کے ساتھ اسلام قبول کرنے۔

"آپ کو اور عمیرہ کو آنے والے وقت کا اندازہ کیسے ہو جاتا ہے آپ لوگوں کے دلوں کو کیسے پڑھ لیتے ہیں؟" جان کا لہجہ الجھا ہوا تھا' وہ مسکرائے۔

"یہ ہمارا اپنے رب پر یقین ہے کہ ہم صرف اندازہ لگاتے ہیں اور وہ ہمارے اندازوں کو پورا کر دیتا ہے۔ اللہ عزوجل کی ذات ایک یقین ہے' اس پر انسان جتنا زیادہ یقین کرتا ہے اسے خود سے بہت قریب پاتا ہے۔" ان کا لہجہ بہت ٹھنڈا اور معطر تھا۔

"آپ کی باتیں بالکل عمیرہ جیسی ہیں۔" جان نے مدھم لہجے میں کہا۔

"میری نہیں عمیرہ کی باتیں میری جیسی ہیں کیونکہ عمیرہ میری اسٹوڈنٹ ہیں۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ جانتے ہیں عمیرہ اور اس کی فیملی کے ساتھ جو ہوا؟" نہ جانے کیوں اس نے یہ سوال کیا۔

"ہاں جان! مجھے معلوم ہے اور مجھے اس کا بہت دکھ ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ اللہ پاک عمیرہ کو اس کی اتنی قربانیوں کا بہت بہترین انعام دے گا۔" انہوں نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا اور وہ کچھ کہہ نہیں پایا۔

"ویسے آپ میرے پاس کس لیے آئے ہیں' اسلام قبول کرنے؟" انہوں نے بلا جھجک کہا اور وہ چند ثانیے انہیں دیکھتا رہا پھر مخاطب ہوا۔

"نہیں...... کیونکہ میں مسلمان ہوں اور میرا نام اذان ہے۔" اس کی یہ بات انہیں چونکا گئی۔

"مسلمان.....؟ اس دن جب میں نے آپ سے کہا تھا تو آپ کو بہت غصہ آیا تھا۔" انہوں نے نہ سمجھنے والے لہجے میں کہا۔

"کیونکہ اس دن مجھے بھی نہیں معلوم تھا کہ میں مسلمان ہوں۔" جان نے اسی طرح کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ حیرت زدہ رہ گئے اور جان نے کچھ سوچتے ہوئے دھیمے دھیمے انہیں سب کچھ بتانا شروع کیا۔ اس کے بات کرنے کے بعد وہ اس سے مخاطب ہوئے۔

"بے شک آپ پیدائشی اور وراثتی طور پر مسلمان ہیں مگر عملی طور پر آپ اتنے سال سے عیسائی ہیں کہ آپ کا مسلمان ہونا یا نہ ہونا ایک برابر ہے۔" انہوں نے توجیح پیش کی۔

"تو آپ کے مطابق مجھے اسلام قبول کرنا چاہیے؟" جان کا انداز سوالیہ تھا۔

"جی ہاں، کیوں کیا آپ ایسا نہیں چاہتے؟" انہوں نے جانچنے والے لہجے میں کہا۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے مسٹر عباسی! کیونکہ میں نے عمیرہ سے کہا تھا کہ میں اس کے لیے مسلمان ہونا چاہتا ہوں تب عمیرہ نے مجھے دھوکے باز کہا تھا، مجھے ڈر ہے کہ اب عمیرہ کا رب بھی مجھے یہی نہ سمجھ بیٹھے حالانکہ اب میں عمیرہ کو پالینے کے ارادے سے اس دین میں داخل نہیں ہو رہا بلکہ اس ہستی کو سمجھنے کے لیے اس دین کا حصہ بننا چاہتا ہوں جس سے عمیرہ بے حد محبت کرتی ہیں۔" جان نے اپنے دل کی ہر بات ان سے بیان کردی تھی۔

"تمہیں پتا ہے جان اللہ پاک بے نیاز ہے وہ دلوں کے حال جانتا ہے مجھے یقین ہے کہ تمہارے اس ڈر پر ہی اس نے تمہیں بخش دیا ہوگا۔ تم اس کی اپنے بندے سے محبت کو سمجھ نہیں پاؤ گے۔ وہ ستر ماؤں کے برابر اپنے ایک بندے سے پیار کرتا ہے اور جب وہ ہم سے اتنی محبت کرتا ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم بھی صرف اسی سے ایسی محبت کریں جس میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو۔" وہ انتہائی جذب سے کہتے چلے گئے اور پھر انہوں نے آنکھیں بند کیں۔

انہوں نے پہلا کلمہ پڑھنا شروع کیا اور جان نے آنکھیں بند کرتے ہوئے ایک ہی سانس میں پڑھا اس نے پڑھنے میں کوئی دقت محسوس نہیں کی کیونکہ یہ کلمہ کئی بار وہ خواب میں عمیرہ کے ساتھ دہرا چکا تھا اور اس وقت بھی پڑھتے ہوئے اس کے کانوں میں عمیرہ کی آواز گونجی مگر اس نے نظر انداز کردی اس کی آواز وہ شرک سے محفوظ رہنا چاہتا تھا اور یقیناً کہیں نہ کہیں عمیرہ کی محبت اسے شرک محسوس ہوئی تھی اور وہ نم آنکھوں سے مسکرا رہا تھا، بہت سکون محسوس ہو رہا تھا۔

"مجھے بہت سکون مل رہا ہے مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میرے ہر خواب کو تعبیر مل گئی ہو جن میں، میں نے خود کو اندھیروں، ویرانوں اور دلدلوں میں پایا اور پھر نور کی ایک روشنی کو اپنا رہنما پایا۔ کیا میں اندھیروں میں تھا اب تک؟ ہاں یقیناً......" وہ بے خود ہوکر کہہ رہا تھا، وہ مسکرا دیے۔

"آپ اپنا نام اذان ہی رکھنا چاہیں گے؟" انہوں نے متبسم لہجے میں پوچھا اور وہ کچھ سوچ میں پڑ گیا۔

"مجھے احمد نام بہت پسند ہے اس کے معنی ہیں سب سے زیادہ حمد کرنے والا۔" اسے عمیرہ کا ایک اسٹوڈنٹ کو کہا جانے والا جملہ یاد آیا۔

"کیا میرا نام احمد اذان ہوسکتا ہے؟" اس نے سوالیہ لہجے میں پوچھا۔

"کیوں نہیں، بہت خوب صورت امتزاج ہے تو آج سے آپ احمد اذان ہیں، احمد......" انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ مسکرا دیا۔

❁......❁......❁

صبح اٹھتے ہی اس نے سب سے پہلے کلمہ پڑھا دو سے تین بار یہ یقین کرنے کے لیے کہیں وہ بھول تو نہیں گیا مگر اسے یاد تھا۔ اس نے نہانے کے دوران بھی کلمہ پڑھا اور سر کے بال سے لے کر پاؤں کے ناخن تک پورے جسم کو اس طرح رگڑ رگڑ کر دھویا جیسے وہ پانی کے ساتھ جسم کا میل ہی نہیں بلکہ شرک اور گناہوں کی گندگی کو بھی دور کر رہا ہو۔ آج

نہا کر اسے جو سکون ملا وہ شاید پہلے کبھی نہیں ملا تھا۔ وہ محسوس کر رہا تھا کلمہ اب بھی اس کے دل میں جاری تھا۔ اس نے اپنی الماری کھول کر اس میں رکھا قرآن پاک نکالا آج اس پاک کتاب کو ہاتھ لگاتے ہوئے اسے کوئی خوف محسوس نہیں ہو رہا تھا بلکہ تسکین مل رہی تھی۔

"آج مجھے سمجھ آ گیا ہے مجیرہ! کہ آپ اتنی پُرسکون کیوں رہتی تھیں۔ حقیقتاً دین کی جامعیت اس کا مکمل ہونا آپ کو پُرسکون رکھتا تھا جیسے آج میں بھی بہت پُرسکون ہوں۔" اس نے سوچتے ہوئے قرآن پاک کھولا اور اوراق کو بغور دیکھنے لگا گو کہ آج بھی وہ زبان سمجھنے سے قاصر تھا مگر آج اسے دیکھتے ہوئے اذان کو راحت مل رہی تھی۔

وہ جلد از جلد گھر چھوڑنا چاہتا تھا اور اس کے لیے اسے خود پہلے کوئی جاب تلاش کرنی تھی اس لیے دو تین کمپنیز میں اس نے اپنی سی وی بھیجی تھی، تینوں ہی جگہ سے اسے مثبت جواب ملا تھا۔ اس نے ایک رپورٹر کی حیثیت سے شہر کی مشہور ادارے کو جوائن کرلیا۔

❁....❁....❁

وہ زندگی میں پہلی بار ایسے دور میں آیا تھا جہاں وہ ہر اس آرام اور آسائش سے محروم ہو گیا تھا جو وہ آج تک دیکھتا آیا تھا مگر وہ پھر بھی مطمئن تھا۔ کمپنی کی طرف سے ملنے والا اپارٹمنٹ اس کے ساتھ تین اور لوگ شیئر کرتے تھے۔ آفس سے آنے کے بعد وہ اپنے لیے کھانا بھی پکاتا اور ہر کام کرتا تھا۔ رات وہ مجیرہ کی دی ہوئی کتاب پڑھتا گو کہ اس کتاب کو وہ کئی بار پڑھ چکا تھا۔

"اذان! تم اتنے مذہبی ہو مگر میں نے کبھی تمہیں نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔" آج ویک اینڈ نائٹ تھی اس کے تینوں کولیگز بھی گھر پر ہی تھے ان میں سے ایک نے اچانک ہی اسے مخاطب کیا۔

"نماز......؟" اس نے پُرسوچ لہجے میں کہا۔

"ہاں کیوں تمہیں نماز نہیں پتا؟" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"نہیں......" اذان نے یک لفظی جواب دیا۔

"مذاق کر رہے ہو ہیں ناں......" اس نے تصدیق چاہی تھی۔

"نہیں۔" اس نے اب بھی اسی انداز میں کہا اور اپارٹمنٹ سے باہر نکل گیا۔

❁....❁....❁

"اللہ پاک کی حمد و ثنا کا بیان اس کی مخلوق کے اختیار سے باہر ہے۔ خود اللہ پاک اپنے نور کا بیان اس طرح فرماتا ہے: "اللہ نور ہدایت دینے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا اس کے نور ہدایت کی حالت عجیبہ ایسی ہے جیسے (فرض کرو) ایک طاق ہے اور اس میں ایک چراغ ہے (اور) وہ چراغ ایک قندیل میں ہے (اور وہ قندیل طاق میں رکھا ہے اور) وہ قندیل ایسا (صاف شفاف) ہے جیسے ایک چمک دار ستارہ ہو (اور) وہ چراغ ایک نہایت مفید درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے کہ وہ زیتون (کا درخت) ہے جو (کسی آڑ کے) نہ پورب رخ ہے اور نہ پچھم رخ ہے۔ اس کا تیل اس قدر صاف اور سلگنے والا ہے کہ اگر اس کو آگ بھی نہ چھوئے تاہم ایسا معلوم ہوتا ہے خود بخود جل اٹھے گا اور جب آگ بھی لگ گئی تب نور علیٰ نور ہے اور اللہ اپنے اس نور ہدایت تک جس کو چاہتا ہے راہ ہدایت دے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کی ہدایت کے لیے یہ مثالیں بیان فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔"

ان جملوں کے ساتھ پوری محفل سبحان اللہ کے نعروں سے گونج اٹھی وہ سب سے پیچھے دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے بیٹھا مسٹر عباسی کے گھر شاید درس تھا وہ ایک اونچی کرسی پر بیٹھے تھے اور باقی تمام لوگ قالین پر۔

"نور ہدایت۔" وہ سوچنے لگا اسے ہر بار ایک نور دکھایا گیا وہ اس نور سے محروم نہیں رکھا گیا اور اس نور ہدایت کا ذریعہ دو لوگ بنے تھے ایک مجیرہ اور دوسرے اس کے بابا۔ اس دن اسپتال میں اس نے انہی کو تو دیکھا تھا خواب میں۔ وہی تو تھے جنہوں نے اسے اس

دلدل سے نکالا تھا اس کے قلب کو یاد دلایا تھا کہ وہ حقیقتاً ایک مسلمان کا دل ہے۔

"السلام علیکم اذان!" مسٹر عباسی کی آواز پر اس نے آنکھیں کھولیں۔ محفل برخاست ہوگئی تھی اور لوگ جاچکے تھے۔

"وعلیکم السلام۔" اس نے سیدھے ہوکر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"خیریت، ایک مہینہ بعد آپ کو ہم کیسے یاد آگئے؟" انہوں نے مسکرا کر کہا۔

"میں نماز سیکھنا چاہتا ہوں۔" اس نے بلاتوقف کہا۔

"اچھی بات ہے لیکن نماز سیکھنے سے پہلے آپ کو یہ پتا ہونا چاہیے کہ نماز کا مقصد کیا ہے؟ آخر کیوں نماز پڑھتا ہے اللہ کا بندہ؟ اور کیوں اسے ارکان اسلام میں دوسری بڑی حیثیت دی گئی ہے؟" وہ ایک تسلسل سے بول رہے تھے۔

"مجھے نہیں معلوم شاید ثواب کے لیے۔" اس نے صاف گوئی سے کام لیا۔

"ثواب کمانے کے تو بہت سے طریقے ہیں ایک بار سبحان اللہ کہو تو بھی ثواب ملے گا۔ راستے سے پتھر ہٹاؤ تو بھی ثواب ملے گا غرض یہ کہ جو بھی کام اللہ کی رضا کے لیے کیا جائے اسے ثواب ملے گا تو پھر آخر نماز کی ضرورت کیوں ہے؟" انہوں نے اس کی توجیہہ کو غلط قرار دیا اب کی بار وہ خاموش رہا۔

"اذان! نماز کے مقصد کو سمجھنے کے لیے ہمیں پہلے یہ پتا ہونا چاہیے کہ مسجود (جس کو سجدہ کیا جائے) کون ہے اور ساجد کون؟ مسجود کے کیا حقوق ہیں اور ساجد کے کیا فرض؟" انہوں نے نرمی سے کہا۔

"مسجود صرف ایک ہی ہستی ہے اور وہ اللہ عزوجل ہے جب کہ ساجد ہم سب ہیں جو اسے مانتے ہیں۔ مسجود کا یہ حق ہے کہ صرف اسی سے مانگا جائے اس کے آگے جھکا جائے اس سے اپنی محبت کا اظہار بہت تابعداری سے کھڑے ہوکر (قیام) گھٹنوں پر جھک کر (رکوع) اور ناک و پیشانی کو زمین پر رگڑ کر (سجدہ) کیا جائے اور یہ تمام کام ایک ساجد کے فرائض ہیں اور بنیادی طور پر یہی نماز ہے۔" انہوں نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"نماز کے فرائض اس کے ظاہری ارکان ہیں اور باطنی ارکان نماز کی روح ہیں یعنی جب انسان اپنے واحد و دانا رب کے روبرو قیام میں ہو تو دل سے یہ تسلیم کرے کہ وہ عظیم الشان ہے اور ہم کچھ بھی نہیں۔ جب رکوع میں جھکے تو یہ احساس بندگی حاوی ہو کہ ہم بااختیار نہیں حقیقی اختیار صرف رب کائنات کے پاس ہے اور وہ جیسے چاہے ہمیں جھکائے اور جب سجدہ میں جائے تو اس بات کو ذہن نشین کرے کہ ہم اسی مٹی سے تخلیق کیے گئے ہیں اور ہمیں اس مٹی میں ملنا ہے۔ یہی ہماری حقیقت ہے جب ان جذبوں اور احساسات کے ساتھ انسان اپنے رب کے روبرو جھکتا ہے تو وہ رب کائنات اسے اپنے مقرب اور صالح بندوں میں شامل کرلیتا ہے۔ وہ ایک تسلسل سے کہتے چلے گئے اور اس کا دل ان کی ہر بات کو اپنے اندر جذب کرتا چلا گیا۔

❁......❁......❁

بہت جلد ہی اس نے نماز سیکھ لی تھی اور دین اسلام کے دوسرے ارکان کے بارے میں معلومات حاصل کرلی تھیں۔ مسٹر عباسی کی بدولت اسے ایسی اسلامک بکس پڑھنے کا موقع ملا جن کی وجہ سے اس کے ذہن کی تمام الجھنیں دور ہوگئی تھیں۔ وہ جان چکا تھا کہ وہ جس راستے پر تھا وہ ایک تاریک راستا تھا ویسا ہی تاریک راستا جس پر وہ خواب میں چلتا تھا۔ جس کے اختتام پر ایک تنگ گلی آتی تھی آج وہ اس تنگ گلی کا اور دلدل کا مطلب سمجھ گیا تھا۔

"جہنم۔"

مسٹر عباسی کے پاس ہی اس نے قرآن پاک پڑھنا تفسیر سمجھنا اور قرأت بھی سیکھنا شروع کیا تھا ایک سال گزر چکا تھا اس دوران کئی بار اس کی ملاقات عدیل سے ہوئی تھی، عدیل اس کے اسلام قبول کرنے سے بہت خوش تھا۔

❁......❁......❁

"اذان! آج تمہیں ایک اہم رپورٹنگ کے لیے جانا ہے جوہان کمپنی کا دیوالیہ ہوگیا ہے تمہیں اس کی مالکن سے ملنا ہے اور اس کی وجہ پوچھنی ہے اور انٹرویو کرنا ہے۔" اس کے منیجر نے اسے اپنے آفس میں بلایا تھا وہ کچھ کہے بول نہیں پایا۔

"سر! میں وہاں نہیں جاسکوں گا آپ کسی اور کو بھیج دیں۔" اس کا دماغ ماؤف سا ہونے لگا۔

"کیا مطلب نہیں جاسکتے؟" منیجر نے نہ سمجھنے والے لہجے میں کہا۔ وہ پھر خاموش ہوگیا۔

"اذان! کیا بات ہے آج تک تم نے بہت اچھا کام کیا ہے کبھی کسی کام سے منع نہیں کیا پھر آج..... کوئی پرابلم ہے؟" منیجر نے نرم پڑتے ہوئے کہا۔

"ایک پرسنل میٹر ہے سر! آپ کبیر کو بھیج دیں۔" اس نے بہانہ بنایا اور منیجر نے مزید کچھ نہ پوچھنا مناسب سمجھا۔ وہاں سے نکل کر اس نے سب سے پہلے ماسی ماں کو فون کیا اور انہیں کہا کہ وہ جینی کو اپنے پاس رکھیں اور جینی کے تمام اخراجات کی ذمہ داری وہ خود اٹھائے گا۔

دن رات یونہی گزر رہے تھے قرآن پاک مکمل کرنے کے بعد اب وہ حفظ پر کاربند ہوچکا تھا۔ مسٹر عباسی اسے مختلف محفلوں میں بھی لے جاتے اور ان کے ساتھ ہی وہ پہلی بار حج پر بھی گیا۔ دل کی کیفیات اس پاک دربار میں پہنچ کرنا قابل بیان ہوگئی تھیں اس کی آنکھوں سے آنسو لمحہ بھر بھی خشک نہ ہوئے تھے سرشرمندگی اور ندامت کے احساس سے جھکا جارہا تھا' کیا وہ اس لائق تھا کہ یہاں کھڑا ہوتا' کیا اس کا گزشتہ ہر گناہ معاف کردیا گیا' اس نے بابا کی اور عمیرہ کی طرف سے حج کیا اور بابا کی مغفرت اور عمیرہ کی سلامتی کی دعائیں بھی مانگی تھیں۔

❁......❁......❁

آج مدرڈے تھا اور اسے کوریج کے لیے اولڈ ہوم جانا تھا وہاں پہنچ کر اس نے انٹرویوز لیے ہر ایک کی اپنی دکھ بھری داستان تھی۔ سے دکھ ہورہا تھا لوگوں کی سفاکی پر کوئی بے رحم بھی ہوسکتی ہے۔

"وہاں ایک عورت بیٹھی تھی ہم اس سے بھی پوچھیں اس کی داستان۔" کیمرہ مین نے اس کی توجہ دلائی اس نے پلٹ کے دیکھا۔

"ہاں چلو۔" انہوں نے پیش قدمی کی۔

"السلام علیکم اماں جی!" اس نے قریب پہنچ کر کہا۔ اس عورت نے سر اٹھا کر دیکھا اور وہ یک دم خاموش ہوگیا۔

"کیا ہوا سر!" کیمرہ مین نے اسے مخاطب کیا۔

"کیمرہ بند کردو۔" اس کا لہجہ ڈبا ڈبا تھا۔

"کیا؟" کیمرہ مین نے حیرت سے کہا۔

"کیمرہ آف کردو۔" اس کا انداز سخت تھا۔ کیمرہ مین پیچھے ہٹ گیا وہ اسے پہچان چکی تھیں۔

''جان...... تم...... میری عمیرہ......'' وہ رونے لگی تھیں۔

"میں اب جان نہیں ہوں آنٹی! میرا نام اذان ہے اذان دانیال۔ میں دانیال افتخار چوہدری کا بیٹا ہوں آپ کے بھائی کا بیٹا۔" اس نے ان کے برابر بیٹھ کر ان کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

"تم دانیال بھائی کے بیٹے ہو؟" ان کے لہجے میں حیرت اور خوشی تھی۔ "میرے دل نے کہا تھا اس رات کہ تم دانیال بھائی کے بیٹے ہی ہوگے یقیناً' تمہارا چہرہ تمہاری آواز ہر انداز دانیال بھائی جیسا ہی ہے۔ میں چونکی تھی مگر کچھ کہہ نہیں پائی تھی۔" انہوں نے روتے ہوئے اسے اپنے گلے لگالیا۔ وہ اسی دن انہیں اپنے ساتھ اپنے فلیٹ پر لے آیا جو اسے پروموشن کے طور پر اس کے ادارے کی طرف سے ملا تھا اور ساتھ ہی ایک نیو برانڈڈ کار بھی۔ اس نے انہیں سب کچھ بتایا' دانیال کے بارے میں بھی اور جینی کے بارے میں بھی اور عمیرہ کے بارے میں پوچھنے پر اس نے اس رات اپنے اور عمیرہ کے درمیان ہونے والی باتیں اور پھر عمیرہ کے لاپتا ہوجانے کے بارے میں بھی بتادیا تھا۔

❁......❁......❁

اس کے کام سے خوش ہوکر اس کے ادارے نے اس کی کراچی برانچ میں پوسٹنگ کردی تھی اور کراچی آکر اس

نے سب سے پہلے عمیرہ کو تلاش کرنے کی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ اس نے خود کو مزید مصروف کرنے کے لیے اپنے کچھ دوستوں کے ساتھ مل کر اپنا ذاتی چینل لانچ کیا جو چند مہینوں میں ہی بہت کامیاب ہوگیا تھا۔ بہت کم وقت میں وہ شہرت کی بلندیوں کو چھونے لگا تھا مگر جس قدر شہرت اسے ملی تھی اس کے انداز میں اتنی ہی سادگی اور عجز آ گیا تھا۔ وہ...... اب وہ انسان نہ رہا جسے اللہ کی محبت کا علم نہ تھا آج وہ اپنے ہر سوال کا جواب جان چکا تھا آج اسلام کو لے کر اس کے ذہن میں کوئی الجھن باقی نہ رہی تھی وہ ایک مکمل صالح مسلمان بن گیا تھا۔

❁......❁......❁

"ہم آپ کی بیٹی کو لینے نہیں صرف ملنے آئے ہیں' آپ بے فکر رہیں مسز یامین!" وہ کچھ لمحات قبل ہی اپنی اماں کے ساتھ طوبیٰ کے گھر آیا تھا۔ وہ طوبیٰ سے ملنا چاہتی تھیں۔

"نہیں نہیں بیٹا' ایسی کوئی بات نہیں۔ میں تو خود آنے والی تھی آپ دونوں کو طوبیٰ کی شادی کے لیے مدعو کرنے آیئے بیٹھیے۔" انہوں نے لاؤنج میں رکھے صوفوں کی طرف اشارہ کیا اور ایک ملازم سے طوبیٰ کو بلانے کے لیے کہا۔

"کیسی طبیعت ہے آپ کی؟ طوبیٰ بتا رہی تھی کہ آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔" وہ اب اذان کی اماں سے مخاطب تھیں۔

"ہاں اب تو بہتر ہے۔ عالیانہ کی شادی طے ہوگئی ہے؟" انہوں نے سوالیہ لہجے میں کہا۔

"ہاں! طوبیٰ کے بابا کے دوست کا بیٹا ہے۔ بچپن سے دیکھا بھالا ہے' اچھے لوگ ہیں آپ شادی میں ضرور آیئے گا میں ان سے ملواؤں گی آپ کو بہت خوشی ہوگی۔" ان کا لہجہ بہت شائستہ تھا اور اذان کی اماں کو بہت خوشی ہو رہی تھی کہ ان کی بیٹی نے ایک اچھے ماحول میں پرورش پائی تھی۔

"السلام علیکم!" طوبیٰ نے لاؤنج میں داخل ہوتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔

"وعلیکم السلام!" ان دونوں نے مسکرا کر جواب دیا۔

"آپ کی طبیعت کیسی ہے؟" طوبیٰ نے ان کے برابر بیٹھتے ہوئے مسکرا کر پوچھا۔

"اب تو بالکل ٹھیک ہے۔" انہوں نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا ان کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

"پلیز آپ روئیں مت' مجھے دکھ ہوتا ہے اور شرمندگی بھی کہ آپ کو میں پہچان نہیں پا رہی۔" اس کے لہجے میں شرمندگی تھی۔

"ارے نہیں بیٹا! یہ تو خوشی کے آنسو ہیں' تم اتنی اچھی جگہ ہو تمہیں خوش دیکھ کر میرے دل کی وہ بے چینی اور خوف دور ہوگیا بس جلد تمہیں دلہن کے روپ میں دیکھ لوں تو دل ہر فکر سے آزاد ہوجائے گا۔" انہوں نے وضاحت پیش کی اور وہ مسکرا کر رہ گئیں۔

❁......❁......❁

"وائٹ کاٹن کا سوٹ گرین اور بلو کلر کا پٹکا اور پشاوری سینڈل' کیا بات ہے جناب! کہاں کی تیاری ہے؟" کاشان نے اس کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"یہ پٹکا مجھے بالکل بھی اچھا نہیں لگ رہا۔ چھچھورا سا لگ رہا ہے۔" اس نے آئینے میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"چھچھورا نہیں' انسانوں والا لگ رہا ہے۔ ویسے جا کہاں رہے ہو؟" اس نے ایک بار پھر پوچھا۔

"اماں نے زبردستی پہنا دیا' میں نے منع بھی کیا تھا۔" وہ اپنی ہی کہتے ہوئے کاشان کی بات کو نظرانداز کر رہا تھا۔

"ارے یار اتنے ہینڈسم لگ رہے ہو محفل کی لڑکیاں تو تمہارے ہی پیچھے ہوں گی۔" اس نے بلا جھجک تبصرہ کیا اور اذان نے گھور کر اسے دیکھا۔

"اچھا بابا سوری! مذاق کر رہا تھا ویسے اب تو بتا دو جا کہاں رہے ہو؟" اس نے ایک بار پھر پوچھا۔ اذان نے یک بار پھر اس کی بات کو نظرانداز کیا اور ڈوپٹا بیڈ کی طرف اچھالتا الماری کی طرف بڑھا اور الماری میں سے ایک بلیک رنگ کی شال نکال کر اپنے کندھوں پر ڈال لی۔

"ہوں اب لگ رہا ہوں میں احمد اذان!" اس نے

پرسکون ہوتے ہوئے کاشان کی طرف دیکھا۔ وہ اب بھی جواب کا منتظر تھا۔

"طوبیٰ کامایوں کا فنکشن ہے اسی میں جارہے ہیں۔" کاشان کے لبوں پر پھیلی مسکراہٹ پل بھر کو پھیکی پڑی تھی مگر پھر ابھر آئی۔

"شکریہ اذان! آپ کی بدولت مجھے اپنی غلطی سدھارنے کا موقع ملا۔ نانو بی بہت خوش ہوئیں بہت زیادہ اور انہوں نے میرے لیے ایک کھونٹا بھی ڈھونڈ لیا ہے جس سے وہ مجھے باندھنا چاہتی ہیں۔ میں نے بھی اب کی بار کوئی تردید نہیں کیا' کسی خفگی کا اظہار نہیں کیا جب ہمارے اپنے ہماری وجہ سے خوش ہوں تو دل کو کتنا سکون ملتا ہے اس کا اندازہ مجھے آج ہوا ہے اذان! اور یہ سب آپ کی وجہ سے ممکن ہوا صرف آپ کی۔" کاشان آگے بڑھ کر اس کے گلے لگ گیا اور اذان نے اس کی کمر تھپتھپائی۔

❁......❁......❁

طوبیٰ کی شادی کو ایک مہینہ ہوچکا تھا' اذان اس مہینے بہت مصروف رہا تھا۔ کل کاشان کو پروجیکٹ سائٹ پر چھوڑ کر وہ گھر آ گیا تھا' آج صبح سے اس کا دل بہت بوجھل ہورہا تھا' کسی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا۔

"کیا ہوگیا ہے آج مجھے۔" اسے اپنی حالت سے الجھن ہونے لگی۔ "یقیناً یہ کام کے برڈن کی وجہ سے ہورہا ہے۔" وہ خود کو وضاحت پیش کررہا تھا۔

"نہیں اذان! یہ نہیں ہے۔" اس کے دل نے تردید کی۔

"سر! کوئی مسٹر عباسی آپ سے ملنے آئے ہیں۔" اس کی سکریٹری نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا اور اس کی یہ بات سن کر اذان بہت تیزی سے اپنی کرسی سے اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھا۔

مسٹر عباسی اس کے آفس پہلی بار آئے تھے' اسی لیے اس کی سکریٹری کو پتا نہیں تھا کہ وہ کون سی ہستی ہے جس کے لیے وہ اپنی چیئر چھوڑ کر یوں بھاگا۔

"آپ یہاں' سر! مجھے بلوالیا ہوتا آپ نے کیوں زحمت کی۔" سلام کے بعد وہ ان سے مخاطب تھا۔ وہ اس وقت ریسپشن پر کھڑے تھے۔

"زحمت کی بات نہیں' مجھے ضروری کام تھا آپ سے اس لیے میں خود چلا آیا۔ آپ کو میرے ساتھ ابھی اور اسی وقت اسلام آباد چلنا ہے' آج دوپہر میں وہاں میری ایک اسٹوڈنٹ کا سیمینار ہے وہ اٹینڈ کرنے کے لیے۔ ہم کل تک واپس آجائیں گے۔" انہوں نے تفصیلی طور پر آنے کی وجہ بیان کی۔

"اوہ! میں تو ڈر گیا تھا آپ مجھے فون پر بتادیتے' میں آپ کو ائرپورٹ پر جوائن کرلیتا۔" اس نے مطمئن ہوتے ہوئے کہا۔ وہ اکثر مسٹر عباسی کے ساتھ اس طرح کے سیمینار اٹینڈ کرتا تھا۔ اس لیے اسے یہ کوئی نئی بات نہیں لگی' وہ ان کے ساتھ چلتا ہوا کار تک آ گیا۔ کار میں بیٹھتے ہوئے اس نے گھر کا نمبر ڈائل کیا۔

"میں نے آپ کی والدہ کو انفارم کردیا ہے۔" اس کو نمبر ڈائل کرتا دیکھ کر مسٹر عباسی بولے اور اس نے مسکراتے ہوئے کال ڈس کنیکٹ کردی۔

"اذان! آپ نے شادی کے بارے میں کیا سوچا؟" ان کا یہ سوال اذان کے لیے غیر متوقع تھا' انہوں نے آج تک اذان سے اس بارے میں بات نہیں کی تھی وہ تو سب جانتے تھے پھر وہ اس سے یہ بات کیوں کررہے تھے' اس نے حیران ہوکر انہیں دیکھا۔

"آپ کی والدہ نے مجھ سے کہا تھا آپ سے اس بارے میں بات کرنے کے لیے۔ ویسے ان کی یہ خواہش غلط تو نہیں۔ ہر ماں کی یہ خواہش ہوتی ہے۔" انہوں نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"آپ تو جانتے ہیں سر میں......" اس کی آواز حلق میں ہی گھٹ گئی۔

"میں نے آپ کے لیے ایک بہت اچھی لڑکی کا انتخاب کیا ہے اور آپ کی والدہ سے اس کا غائبانہ تعارف بھی کروادیا ہے' انہیں کوئی اعتراض نہیں بلکہ تو وہ خوش ہوئیں اور مجھے یقین ہے کہ تم بھی اس سے مل کر بہت خوش

ہو گئے۔" انہوں نے اس کی بات کو نظر انداز کردیا۔

"مل کر؟" اس نے چونک کر کہا۔

"ہاں مل کر کیونکہ آج ہم اسی لڑکی کے سیمینار میں جارہے ہیں۔ ایک بات اور اس لڑکی کا میرے سوا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ اس لیے میں نے اور آپ کی والدہ نے فیصلہ کیا ہے کل جمعہ کے دن عصر کے بعد آپ دونوں کا نکاح کردیا جائے۔" ان کا آخری جملہ تو ان کی رنگت فق کرگیا۔ کار ائرپورٹ پارکنگ میں رک گئی۔ وہ بے جان ہوتے ہاتھ پاؤں کے ساتھ اترا۔ وہ جانتا تھا وہ ان کے فیصلے کی مخالفت نہیں کرسکتا۔

"یا رب کا فیصلہ ہے اللہ پاک تو مجھے منظور ہے شاید وہ میرا نصیب تھی ہی نہیں۔" اس نے بہت ہارے ہوئے انداز میں سوچا۔

سیمینار شروع ہونے میں چند لمحے باقی تھے مسٹر عباسی کے ساتھ وہ ایک راؤنڈ ٹیبل کے گرد لگی چیئرز میں سے ایک پر بیٹھا تھا۔ اس کے تمام حواس اس کا ساتھ چھوڑ چکے تھے اسے وہاں کی ہر چیز سے بیزاری ہورہی تھی' سیمینار شروع ہوچکا تھا۔ اس نے دیکھا اسٹیج پر ایک لڑکی کو چڑھتے ہوئے بلیک چادر' بلیک شوز اور چادر کے باندھنے کا انداز' اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلی تھیں۔ اسٹیج کی سیڑھیوں سے لے کر روسٹرم تک وہ یہ اندازہ کرچکا تھا کہ وہ کون تھی۔ وہی لڑکی جس کی بدولت وہ دائرہ اسلام میں تھا۔ جس کی تیز روشن نگاہوں نے اس کی روح تک کو جھنجوڑ ڈالا تھا۔ وہی لڑکی دس سال کے طویل عرصہ میں بھی وہ ایک لمحے کے لیے اسے نہ بھولا تھا' وہی لڑکی...... عمیرہ عباد۔ اس نے پلٹ کر مسٹر عباسی کو دیکھا وہ مسکرا رہے تھے۔ اس نے اٹھ کر جانا چاہا مگر مسٹر عباسی نے اسے جانے سے روک دیا۔

"یہ تمہارا یا عمیرہ کا نہیں بلکہ ربّ کائنات کا فیصلہ ہے۔ کیا تم اس کے فیصلے کو رد کرنے کی ہمت رکھتے ہو۔" انہوں نے مدھم لہجے میں کہا اور وہ نفی میں سر ہلاتا بیٹھ گیا۔ اس کی نگاہیں ایک بار پھر عمیرہ پر جا رکیں۔ کیا وہ واقعی وہاں تھی یا آج بھی وہ کسی خواب کی کیفیت میں تھا۔ وہ بنا پلکیں جھپکائے دیکھ رہا تھا اس خوف سے کہ کہیں پلکیں جھپکنے پر وہ غائب نہ ہو جائے۔

❁......❁......❁

"سیمینار بہت اچھا رہا عمیرہ!" انہوں نے متعارفی لہجے میں کہا۔

"جزاک اللہ خیرا۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"عمیرہ! مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔" انہوں نے کچھ ٹھہر کر کہا۔

"جی کہیے سر!" اس نے بہت تابعدارانہ انداز میں کہا۔

"میں نے آپ کے لیے ایک فیصلہ کیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ آپ انکار نہیں کریں گی۔" انہوں نے بہت پُراعتماد لہجے میں کہا۔

"آپ کا فیصلہ میرے لیے حکم ہے سر! اور آپ کا کوئی حکم میں ٹال ہی نہیں سکتی۔" اس کا انداز اب بھی وہی تھا۔

"میں نے آپ کا نکاح طے کردیا ہے اپنے ایک بہت اچھے' قابل اور ہونہار اسٹوڈنٹ کے ساتھ اور وہ بھی کل۔" انہوں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"مجھے آپ کے فیصلے پر کوئی اعتراض نہیں لیکن پہلے میں اپنی اماں اور بہن کو ڈھونڈنا چاہتی ہوں۔" اس نے قدرے مستحکم لہجے میں کہا۔

"اس انسان سے مل کر عمیرہ آپ کو اپنا ہر رشتا مل جائے گا۔ وہ وہی انسان ہے عمیرہ! جس نے اپنی زندگی کا ایک طویل عرصہ آپ کو ڈھونڈنے اور آپ کا انتظار کرنے میں گزارا ہے' آپ اس کا اجر ہیں عمیرہ! اور یہ فیصلہ آسمانوں میں طے ہوا ہے۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس کے پیچھے کی طرف دیکھنے لگے۔ اس نے حیرت زدہ انداز میں ان کی نگاہوں کا تعاقب کیا اور پلٹ کے دیکھا مگر پلٹنے کے بعد وہ حیرت کے سبب پلکیں جھپکنا بھول گئی تھی۔ اذان اس سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑا تھا' پُرنور آنکھیں' روشن چہرہ اور لبوں پر پھیلی مانوس مسکراہٹ۔ اس رات اس نے خواب میں صحن حرم میں جان کو دیکھا مگر آج وہ جان نہیں ہوسکتا تھا اس کے ماتھے پر نماز کا گہرا نشان تھا'

جو ماتھے پر بکھرے بالوں کے درمیان سے واضح ہو رہا تھا۔

"احمد اذان! میرا ایک ہو آپ جیسا قابل اور تابعدار اسٹوڈنٹ۔" پیچھے سے مسز عباسی کی آواز ابھری تھی۔

"احمد اذان!" اس کے منہ سے حیرت کے سبب نکلا۔

❁......❁......❁

وہ ٹیبل سے ٹیک لگائے اپنا کوٹ ہاتھوں میں لیے کھڑا تھا جب کہ عبیرہ دوسری ٹیبل کی ایک چیئر پر سر جھکائے چند قدم کے فاصلے پر بیٹھی تھی۔

"آپ نے اسلام کب قبول کیا؟" عبیرہ نے سر جھکائے جھکائے پوچھا مگر وہ خاموش رہا اس کی خاموشی پر عبیرہ نے سر اٹھایا شاید وہ اس کا اپنی طرف متوجہ ہونے کا ہی منتظر تھا اسی لیے فوراً بولا۔

"دس سال قبل آپ کے جانے کے بعد۔" اس نے وضاحت بھی پیش کی تاکہ عبیرہ آج پھر کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو۔ اب دونوں ہی خاموش ہوگئے تھے اور یہ خاموشی طویل ہوگئی بلآخر اذان نے ہی خاموشی کو توڑا۔

"آپ کہاں چلی گئیں تھیں عبیرہ! میں نے آپ کو بہت ڈھونڈا تاکہ میں آپ سے اپنے غلط رویے کی معافی مانگ سکوں۔ اگر اس دن آپ نے مجھے ٹھکرایا نہ ہوتا تو میں کبھی اسلام کو نہ سمجھ پاتا۔ مسلمان ہونے کا صحیح مقصد نہ سمجھ پاتا۔" اس نے شرمندہ لہجے میں کہا۔

"جب آپ نے مجھے پھوپو کے گھر چھوڑا تھا تو وہاں کوئی نہ تھا گھر پر تالا لگا تھا۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں اچانک ہی میرے ذہن میں اپنی ایک کالج میٹ کا خیال آیا اور میں اس کے گھر چلی گئی کچھ دن وہیں رہی پھر اسی کے توسط سے میں نے ایک ہاسٹل میں کمرا لے لیا اور وہاں رہنے لگی۔ ایک اسکول میں جاب مل گئی وہ اسکول ایک این جی او کے تحت چل رہا تھا اس این جی او کی ٹرسٹی اسکول کی پرنسپل تھیں۔ انہوں نے مجھے این جی او جوائن کرنے کا کہا اور لوگوں میں اسلام کے حوالے سے [illegible] کرنے کا آئیڈیا پیش کیا مجھے یہ آئیڈیا بہت اچھا لگا اور میں نے این جی او جوائن کرلی ایک سال تک میں نے اس این جی او کے ساتھ کام کیا۔ اس ایک سال میں، میں اتنی اسٹیبلش ہوگئی تھی کہ اماں کو اپنے پاس بلا لیتی اور یہی سوچ کر میں نے اپنے ایک اسسٹنٹ کو اپنے گھر بھیجا مگر اس نے آکر مجھے بتایا کہ ہمارے گھر پر کسی اور نے قبضہ کرلیا ہے اور میری اماں کا کہیں پتا نہیں۔ اس خبر نے مجھے حد درجے دل برداشتہ کردیا تھا اور اسی لیے میں نے خود کو مزید مصروف کرنے کے لیے اپنی تعلیم مکمل کرنے کا فیصلہ کیا۔ میں ماسٹرز مکمل نہیں کر پائی تھی اسی لیے بی اے کی بنیاد پر میں نے ایم اے میں ایڈمیشن لیا۔ اس کے بعد ایم او ایل کیا اور پھر پی ایچ ڈی۔ پی ایچ ڈی کے دوران ہی میری ملاقات سر عباسی سے ہوئی انہوں نے مجھ سے آپ کا ذکر کرنا چاہا تھا مگر میں نے آپ کا سنتے ہی انہیں کچھ بھی کہنے سے پہلے ہی روک دیا۔ مجھے اس وقت علم نہیں تھا کہ آپ مسلمان ہوچکے ہیں۔" عبیرہ ایک طویل مکالمے کے بعد خاموش ہوگئی تھی' ایک بار پھر دونوں طرف خاموشی چھا گئی تھی۔

"عبیرہ!" اذان نے بہت مدھم لہجے میں اسے پکارا۔

عبیرہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"کیا آپ دلی طور پر مجھ سے نکاح کے لیے تیار ہیں؟ میں نے یہ نہیں چاہا کہ آپ محض ایک حکم کی تعمیل کے لیے مجھے اپنی زندگی کا حصہ بنائیں۔" اس کا لہجہ اب بھی مدھم تھا۔ عبیرہ نے کوئی جواب دیے بغیر سر جھکا دیا' وہ انتظار کرتا رہا۔ چند منٹ گزر گئے مگر وہ خاموش ہی رہی۔ وہ نفی میں سر ہلاتا پُرسوچ انداز میں مسکرایا۔

"میں جانتا ہوں آپ کبھی بھی مجھے دل سے قبول نہیں کریں گی۔" یہ کہتے ہوئے وہ ٹیبل سے اٹھا اور باہر جانے والے راستے کی طرف قدم بڑھا دیے تھے۔

"احمد!" عبیرہ نے پیچھے سے اسے پکارا۔ اس نے پلٹ کے دیکھا عبیرہ کے لبوں پر دل کش مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے اپنا سیدھا ہاتھ اس کی جانب بڑھایا' اذان نے غیر یقینی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا' کیا وہ واقعی چاہتی تھی کہ اذان اس کا ہاتھ تھام لے وہ آگے بڑھا

اور مسکراتے ہوئے عمیرہ کا ہاتھ تھاما۔

"کیا میں یقین کرسکتا ہوں تم پر؟" اس نے خوش کن لہجے میں دریافت کیا۔

"ہاں! تم کرسکتے ہو۔" عمیرہ نے مسکراتے ہوئے رضامندی ظاہر کی اور وہ اس کا ہاتھ تھامے باہر کی طرف بڑھ گیا۔

❁......❁......❁

نکاح کی رسم بہت سادگی سے ادا کی گئی۔ اس میں صرف گھر کے لوگ اور اذان کے کچھ قریبی دوست جن میں عدیل اور کاشان شامل ہوئے۔ عمیرہ اپنی اماں اور عالیانہ سے مل کر بہت خوش ہوئی اور اس کے دل میں اذان کی عزت ومرتبہ مزید بلند ہوگیا۔ اذان نے بہت آہستگی سے دروازہ بجایا اور پھر دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ وہ آج پہلی بار عمیرہ کو بلیک اینڈ وائٹ رنگ کے علاوہ کسی اور رنگ میں دیکھ رہا تھا۔ لال رنگ کے سوٹ میں اور وہ بھی بنا چادر باریک اور نفیس کام کے ڈوپٹے کے نیچے سے اس کے سیاہ بال اس کی پشت پر پھیل کر اسے مزید دل کش بنا رہے تھے۔

وہ پائیں باغ میں نکلنے والی بالکونی کی ریلنگ سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔ دروازہ کی جانب اس کی پیٹھ تھی شاید اسی لیے اذان اس کی آنکھوں سے بہنے والے آنسو نہیں دیکھ پایا۔ اس وقت اذان کے کانوں میں ایک ہی نظم گردش کررہی تھی۔

دیکھنے کو جو تمہیں اہتمام کرتے ہیں
زمیں سے جھک کر ستارے کلام کرتے ہیں
تو آؤ آج سے ہم اک کام کرتے ہیں
وفا کے نام سبھی صبح وشام کرتے ہیں
کبھی جو بام پہ ٹھہرے تو چاند رک جائے
غزال دیکھ کر جس کو خرام کرتے ہیں
یہ اہل دل کی بستی ہے بزرگوں کی نہیں
یہاں دلوں کا بہت احترام کرتے ہیں

اذان نے اس کے برابر پہنچ کر ریلنگ پر ہاتھ رکھے اور گردن گھما کر اسے دیکھا۔

"یہ آنسو عمیرہ......؟" عمیرہ کو روتا دیکھ کر اسے دھچکا لگا۔

"یہ پچھتاوے کے آنسو ہیں اذان!" اس نے اشکبار نگاہوں سے اذان کو دیکھا۔

"پچھتاوا......! مجھ سے نکاح کرکے کیا آپ پچھتارہی ہیں؟" اذان کا دل مٹھیوں میں آ گیا۔

"ہاں میں پچھتارہی ہوں۔" اس کا انداز بھی ویسا ہی تھا اذان کا چہرہ بالکل مرجھا گیا۔

"ایک صحیح فیصلہ لینے میں میں نے اتنے سال ضائع کردیئے اس لیے مجھے پچھتاوا ہورہا ہے۔" عمیرہ نے اپنی بات مکمل کی اور اذان کی جان میں جان آئی۔

"عمیرہ......" اس نے مصنوعی خفگی سے کہا۔

"آپ ایک بہت اچھے انسان ہیں اذان!" عمیرہ نے اس کا بازو تھاما اور اپنا سر اس کے کندھے پر ٹکا دیا۔

"لیکن یہ بات سمجھنے میں مجھے بہت دیر لگی۔" اس نے اپنی بات جاری رکھی۔

"اب تو مجھے اس بات پر یقین کرنا ہی پڑے گا کہ میں واقعی ایک اچھا انسان ہوں کیونکہ یہ آپ نے کہا ہے ورنہ بہت سوں نے کہا مگر میں نے نہیں مانا۔" اذان نے مسکراتے ہوئے کہا اور عمیرہ بھی مسکرادی۔

"آپ کو پتا ہے عمیرہ! میں یہ چاہتا ہوں کہ ہم ایک ساتھ صحن حرم میں خانہ کعبہ کے روبرو کھڑے ہوں اور اپنے رب کے روبرو سجدہ ریز ہوں اور ہم بہت جلد وہاں ہوں گے۔" اس نے بہت آہستگی سے اپنا ہاتھ عمیرہ کے ہاتھ پر رکھا۔

"ان شاء اللہ......!" عمیرہ نے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا۔

آج ان کی زندگی ایک پرسکون راہ پر چل پڑی تھی جہاں وہ زندگی بھر ایک دوسرے کا ساتھ نبھانے والے تھے۔

❁